

# امیازق

راجا غلام محمد

فضل حق خیر آبادی اور اعلیٰ دہلی کی سیاسی کردار کا کتابی حوالہ

مطبوعہ: مکتبہ مشرقی لاہور

Copyrighted Online By:

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک  
Alabarat Network



فصل حق خیر آبادی اور اعلیٰ دہوی محاسبی کردار کا تقابلی جائزہ

# امتیاز حق

مع حنیفہ  
امتیاز حق ارباب تحقیق کی نظر میں

راجا غلام محمد  
صدر ادارۃ انجمن اہل باطل لاہور

مکتبہ قادریہ لاہور

نام کتاب: اعتقاد حق  
 تالیف: د. راجا غلام محمد احمد ادارۃ ابطال کافہ  
 کنیت: محمد عاشق حسین (شعبہ جینیٹ  
 سن طباعت: صفحہ ۱۳۹۹/۱۳۹۹ء

طابع: ایم منیر قاضی  
 مطبع: قلی پڑاڑ سرگودھا

قیمت:  
 ملنے کے پتے:

۱۔ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ الولیاریہ مشکوٰۃ لاہور  
 ۲۔ مکتبہ شمسہ شمس العلوم جامعہ رضویہ ایس آر ایچ بلاک  
 ۳۔ دارالعلوم آؤ کری  
 ۴۔ مکتبہ غفرانہ دہشت القرآن مستطابہ لاہور  
 ۵۔ مکتبہ استغفریہ مرید کے

# فہرست

- ۱- ارباب تحقیق کے اسماء گرامی ۴
- ۲- ہمیشہ لفظ ۵
- ۳- خرد کا نام بچوں رکھ دیا بچوں کا خرد ۷
- ۴- جنگ آزادی اور فضل حق خیر آبادی ۱۷
- ۵- صاحب علم و فضل ۱۸
- ۶- انگریزوں کے خلاف قمری جہاد ۲۵
- ۷- جنگ آزادی میں فضل حق کا عمومی کردار ۳۷
- ۸- جنگ آزادی کا مخالف کون؟ ۵۱
- ۹- انگریزوں کا ایک ماسٹریہ بردار ۵۵
- ۱۰- شاہ اسلمیل بطوری کا سیاسی کردار ۶۱
- ۱۱- انگریزوں کے ساتھ قطعقات ۶۸
- ۱۲- انگریزوں کی دھڑیں ۷۷
- ۱۳- انگریز کے ہارسس ۸۳
- ۱۴- انگریزوں کے خلاف جہاد کے بارے میں ولایتیوں کا موقف ۸۷
- ۱۵- انگریزوں کے ایماء پر سکھوں کے لڑائے ۹۳
- ۱۶- مسودہ کے مسلمانوں کے خلاف جہاد ۱۱۳
- ۱۷- صحت حق کا اخراج ۱۲۹
- ۱۸- حرف آخسر ۱۳۵
- ۱۹- کتابیات ۱۴۹
- ۲۰- امتداد جہاد اور مسلمانانہ انداز ۱۵۳

## استیاذ حق ارباب تحقیق کی نظر میں

۱۸۷	۲۳۱- جناب سید سید سقوی	۱۳۳	۱- حافظ ڈاکٹر محمد عادل
۱۸۸	۲۳۲- پروفیسر محمد عظیم سہیل	۱۳۸	۲- پروفیسر سید مسعود علی
۱۸۹	۲۳۳- حکیم محمود احمد بک قادی	۱۳۹	۳- پروفیسر محمد قاسم
۱۹۰	۲۳۴- پروفیسر مولیٰ محسن	۱۴۰	۴- پروفیسر مولیٰ مقبول احمد
۱۹۱	۲۳۵- میاں عبدالرشید	۱۴۱	۵- جناب ڈی ایم انصاری
۱۹۲	۲۳۶- حافظ مظہر الدین رحیم	۱۴۲	۶- ڈاکٹر فرزانہ فتح پوری
۱۹۳	۲۳۷- محمد عامر عظیمی ایم اے	۱۴۳	۷- پروفیسر محمد مسعود احمد
۱۹۴	۲۳۸- پروفیسر محمد حسین آشتی	۱۴۴	۸- پروفیسر سید محمد عارف
۱۹۵	۲۳۹- سید یعقوب علی شاہ	۱۴۵	۹- جناب محمد اسرار سہیل
۱۹۶	۲۴۰- سید شمیم گوہر	۱۴۶	۱۰- پروفیسر سید سید صمد حسن قاضی ندوی
۱۹۷	۲۴۱- پروفیسر آفتاب احمد نقوی	۱۴۷	۱۱- حکیم نصیر الدین ندوی
۱۹۸	۲۴۲- سید الطاف علی بریلوی	۱۴۸	۱۲- پروفیسر خورشید حسین بخاری
۱۹۹	۲۴۳- علی محمد علی اعظم گرجی	۱۴۹	۱۳- ڈاکٹر نظیر حسین زیدی
۲۰۰	۲۴۴- جناب افتخار احمد القادی	۱۵۰	۱۴- پروفیسر حافظ سید منصور علی
۲۰۱	۲۴۵- پروفیسر وقار حسین طاہر	۱۵۱	۱۵- سید نجم الحسن رضوی شیر آبادی
۲۰۲	۲۴۶- جناب محمد فضیل	۱۵۲	۱۶- حکیم مسعود احمد بک قادی
۲۰۳	۲۴۷- جناب حاجی احمد قیابہ	۱۵۳	۱۷- پروفیسر عبدالرشید قادری
۲۰۴	۲۴۸- مولانا محمد رفیع انجم بھٹاوی	۱۵۴	۱۸- ڈاکٹر محبت الحق اعظمی
۲۰۵	۲۴۹- شاہین ملک	۱۵۵	۱۹- پروفیسر رحیمہ قصودی
۲۰۶	۲۵۰- صاحبزادہ محمد محبت اللہ ندوی	۱۵۶	۲۰- پروفیسر فیاض کاوش
۲۰۷	۲۵۱- جناب اختر شاہ بخاری پوری	۱۵۷	۲۱- عبدالشہاب شروانی
۲۰۸	۲۵۲- محمد علی احمد بک قادی	۱۵۸	۲۲- ڈاکٹر محمد علی احمد بک قادی

# پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر میں مذکور مسلمانانِ ہند کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ فرقہ واپس اور تحریک کا کاشت کم و بڑا ہے جس کی تائیدی اس نے جہادیت جو شیعاری سے کی اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ یہ نظریہ کسی پرگانی پر مبنی نہیں تھا بلکہ اس کی بنیاد وہ عقائد میں تھی جن کو خود وہابی حضرات نے بیان کیا۔ انہوں نے انگریز حکومت کو درخواست دی کہ کہ اپنے لیے وہابی کی بجائے اہل حدیث کا نام منظور کرایا۔ (مقتصد حیات سید احمد اظہر فیہ سر محمد الیوب قادری صاحب مجلس اہل حق کی مرقی) ہندوستانی میں وہابیت کی بنیاد سید احمد بریلوی اور مولوی اکسبیل دہلوی کے ذریعے رکھی گئی جن کو انگریز نے اپنی نگرانی میں تحریکِ جہاد کے نام پر منظم کیا اور پھر ان کو بڑی مخالفت سے پشاوروں کے علاوہ (سرحد، شیعہ پنجاب اور وہابانہ اندھیا) ایک طرف اس نے وہابی تحریک کے ذریعے سو پر سرحد میں جہاد کے نام پر اپنے دونوں دشمنوں کی کھنکھوں اور پشاوروں کو اٹھایا اور دوسری طرف مسلمانوں میں ہمیشہ کے لیے فتنہ برپا کر دیا۔ قیامِ پاکستان تک اس تاریخی حقیقت کا کسی نے غور نہیں کیا بلکہ اس وقت کے سرکارِ دور کے تمام ریکارڈس اور تاریخ اس حقیقت کے شاہد ہیں۔ تیار پاکستان کے نئے سرکارِ حکومت سمجھتے ہوئے انہوں نے تاریخ کو رخ کرنا مناسب سمجھا اور سید احمد اہل حدیث دہلوی کی تحریک وہابیت کو تحریکِ آزادی اور ان کی انگریز و مسیحی کا انگریز دشمنی کا نام دینا شروع کر دیا۔ اس بدواعتق کے سرخیل علامہ رسول مہر ثابت ہوئے جنہوں نے اپنی تصنیفات میں مسلمانانِ ہند کا قتل کو اپنے فانی لشکر کے تحت بدل کر قیامت کی اور یہ اعلان کیا کہ میں مجاہدین کی شان آمیز و کبر پر مال

کام مکمل کئے کا قائل ہوں۔ اگرچہ وہ سابقہ بیانات کے عین مطابق نہ ہو اور اخراجات ۱۰۰۰ (۱۲۲) اسی بنا پر انہوں نے ان دہائی قادی کے بیانات کو بھی نظر انداز کر دیا جس پر تحریک میں شامل یا قریب سے دیکھنے اور سننے والے تھے، اسی طرح انہوں نے مل وقوع اور واقعات پر شکل و صورت قبل تکمیل ہونی تو تاریخ کو دلچسپ کر لیا، بلکہ ان سے لاعلمی کا اظہار کیا اور اپنے خیر خیر کہتی صاحب جیسے یقیناً ہیں، انہوں نے ہر صاحب سے تاریخ قادیان کو تاریخ جہوں کے متعلق استفسار کیا، تو جواب میں اہل الذکر کے متعلق کہ امید نہیں کہ ہندو مت کے آؤ تاریخ ہزاروں کے واسطے میں لاعلمی کا اظہار کیا۔ حالانکہ ان دنوں کتب کے علاوہ دیگر پائے اور بھی پاکستان کی معروف تاریخوں بلکہ ہندو تاریخوں میں بھی موجود تھیں، اگرچہ عالیہ ساتوں میں ان کو غائب کر دیا گیا ہے، اب بھی پائی نہیں ہیں۔ ہر صاحب میں واقعہ کی تاریخ لکھ کر ہے جس سے متعلق مذکور کتب تاریخ سے لاعلمی کی جگہ نے اسلوب یہ ہے کہ ہر صاحب قوم کو کتب اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں اور نہ خود سننے کے لیے کتب کے محتاج ہیں بلکہ کتب کے محتاج ہیں ہو سکتے۔ درحقیقت غلط کتب ہندو صاحب کی تاریخ اصل نسخہ تاریخ انہوں کے ہزاروں کے چند نسخہ ہندو صاحب اور غلط نسخہ ہندو صاحب پر شک کرتے تھے کہ یہ شاید انہوں کے دشمنوں سے واسطے اس ملک کے آج ہے جہاں کا نام فرنگی مقرر کیا ہوا ہے (۱۶۵) یہ غلط نسخہ اسد ہو فریور کتبوں کی طرف نہیں جاتا۔ یہ صرف اس کی باتیں ہیں، اصل غرض اس کی ہمارے ملک کو ہائل کرنا ہے (۱۶۵)۔

میروات میں چھ گئے اور ان بھی ان کے ساتھ خلافت شرع نے یہ اثر دکھایا کہ انوں سے (موجودہ دینی میروات کے واقعہ) نے دن کے کفر کا حکم دیا اور ان کو نکلا (۱۶۵) (۱۶۵)۔

انہیں اور لوایا، وغیرہ درگاہ کے ذکر میں گستاخانہ کلام ہمیشہ ان سے ہوتا ہے جو خلافت عثمانی اس عظیم الشان کردہ کے ہے (۱۶۵)۔

جناب راجا غلام محمد نے زیر نظر کتاب میں سید احمد اور اسماعیل دہلوی کے اصل کردار کو واضح فرماتے ہوئے اس دور کے مسلم قائد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی کے کارناموں کا تعارف بھی کر دیا ہے۔ قوم راجا صاحب کی اس کوشش کی ممنون رہیں۔

## خرد کا نام بخنوں کھ دیا بخنوں کا خرد

جبرِ صغیرِ جندِ دستان میں تجاہل کے نام سے داخل ہونے والے غیر ملکی مختلف خطوں سے ملک پر قابض ہو گئے۔ بسنطندہ میں اونگک زریب مالگیر کی وفات کے بعد سلطنت پارہ پارہ ہوئی گئی۔ سلطان ٹیپو شہید اور صلاح الدین نے آندھروں میں چراغ جلائے مگر اندھیرے چھٹ نہ سکے۔

دروگہ گائے کسی ہم وفا کے دستے میں

چراغِ ہم نے جلانے ہو گئے ہستے میں

مسلمان کسی حکومت کا سربراہ ہو تو اس ملک کا مالک و مختار نہیں ہوتا، وہ خدا کی نیابت کے ذرائع انجام دیتا ہے اور اس نیابت کی حد تک مسلمان کے لیے نگرانِ ابدی ہے۔ اسلام میں محکومی کا تصور ملک نہیں ہے۔ اپنی کمزوریوں اور حالات کی ستمِ عمرانی کے باعث حکومت ہم سے چھین گئی، مگر پہلا غیر آزادی سے اٹھا ہے۔ غلامی اور محکومی ہمارے لیے قابلِ برداشت نہیں ہوتی۔ اگلیوں نے مختلف حربوں سے ہمیں کاروبارِ حکومت سے بے دخل کیا تھا، اس نے مختلف جیسے استعمال کیے کہ ہم اپنی آزادی کی بات نہ کریں اور اس کی غلامی کے جوئے کو لگے کا بار بنائے رکھیں۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنے شہرہ آفاق فارمولے کو بھی استعمال کیا،

”لڑاؤ اور حکومت کرو“

اس نے مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا کیے جنہوں نے مہمگوں کے نفاق کفر اور شرک



کے حقوق دیتے۔ اہل اسلام کے وہ اعتقادات جن پر صحابہ کرام، تابعین، ائمہ و زہدین اور بزرگانِ دین کے اقوال وارشادات اور اعمال و افعال کی بنیاد رہی ہے۔ ان کو خلافِ توحید، ظہورِ انجیل، مروجہ دین، نبی العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کنجھا لینی کرنے اور سرکار کے ناموس کی حرمت عزت کے خلاف کے احساس کو ختم کرنے کے لیے کوشش کی گئی تاکہ وہ احساس ہی نہ رہے جس پر مسلمان غلام و کفر کے خلاف نیرو آزما ہونے کا حوصلہ پاتے ہیں۔

مرہٹوں اور سلطان ٹیپو کی طاقت کو ختم کرنے کے بعد پنجاب کے سکوں کے علاوہ صوبہ سرحد کے غیر مسلمان بنی انگریزوں کے پورے ہندوستان پر قبضے کی راہ میں کاوش ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنی سرسبز سی میں مسلمانوں میں سے ایک جماعت تیار کی جو سکوں سے جیڑے اور سرحد کے مسلمانوں سے بھی سرحد کے اہل اسلام اپنے معتقادات میں بہت سخت رہے ہیں۔ انہیں محبوب کبریا علیہ التیقہ و القدر کی ذات سے محبت و عقیدت تھی اور اسے کام پڑیں اور بگولہ کی وہ ہمیشہ سے عزت و احترام کرتے آئے ہیں۔ ایسے میں انگریز کی تیار کردہ جماعت اگرچہ مختصر مدتی کیم علیہ السلوۃ و التسلیم کو بھی پس و پیش نہیں مانتی تھی کہ انہیں (نعمۃ باللہ) مرکزِ مقلیٰ میں حل مانے والا کبھی تھی مگر سرحد میں اپنے سربراہ کو پیر کے روپ میں لے کر داخل ہوئے اس سے کہ چٹاٹوں نے اپنی ذاتی عقیدت و ارادت سے کام لیتے ہوئے ان کی محبت کی، لیکن ان کے شاد و آشتی سے آگاہ ہونے کے بعد ان کے مخالف ہو گئے۔

اس تحریک سے انگریزوں نے مغللوں کے مقاصد حاصل کر لیے۔ مسلمان دگردہوں میں ہٹ گئے اور ان کی آپس میں جھگڑا سے انگریزوں نے فائدہ اٹھا کر جھک کر دے ہو گئے اور ان کی کمزوری سے انگریزوں نے ہندوستان پر قابض ہو گئے۔ یہ واقعات انیسویں صدی کے دوسرے ربع کے آغاز میں رونما ہوئے۔ جیسے سے ربع میں مسلمانوں نے غیر مسلم اور غیر ملکی اقتدار سے جہان چھڑانے کے لیے بغاوت کی۔ تحریک آزادی کی جنگا ریلنگھتی سنگھتی شہر بن گئیں۔ سکھوں کی جنگ آزادی میں اگرچہ ہندو بھی شریک تھے مگر مسلمانوں نے جہاں وہاں اور آبرو کی پروا نہ

کہتے ہوئے انگریزوں کو اقتدار سے ہٹانے کے لیے جو قربانیاں دیں، ان کی مثال نہیں ملتی، اگرچہ وہ اس میں فوری طور پر کامیاب نہ ہو سکے، مگر سیکڑوں اسی خواب کی تعبیر کی طرح اور غرض آئندہ شکل تھی، جب ہم نے آزادی کی سانس لی۔

زائد قومی اپنے مسنوں کو فراموش نہیں کرتیں، اپنی جدوجہد کی تاریخ کو گننے والے مسلمان کے دل و دماغ میں رائج کرتی ہیں، اپنی کمزوریوں سے سبق سیکھتی ہیں اور اپنے اسلاف کے عزم و استقلال کے مظاہروں کو اپنے لیے ناممکن قرار دیتی ہیں۔ انگریز ہمارا دشمن تھا، اس نے ہماری جغرافیائی حیثیت میں بھی تبدیلی پیدا کر دی تھی اور جرم خود ہمارا ملک و خزانہ میں بیٹھا تھا، غلامی یہ وہ ہماری تاریخ کے ساتھ بھی انصاف نہیں کر سکتا، یہ فتنہ داری ہماری جگہ ہم اپنی تاریخ کو محفوظ کریں، اس کے روشن اوراق کو مشعل راہ بنائیں اور اگر کہیں ہم کو تاریکی ہوئی ہے تو آئندہ کے لیے اس سے احتراز کرنے کی روش پائیں۔ ہمیں چاہیے کہ جن لوگوں نے جنگ آزادی، دہ اعظمی، یاد دہریہ، برقی، پر اسلامی تشخص اور آزادی کے حصول کے لیے قربانیاں دیں، انگریزی اقتدار کے خلاف علم جدوجہد بلند کیا، ان کی یاد کو حزر جاں بنائیں، لیکن اگر ہم میں سے کچھ لوگ اس زعم میں ہیں کہ ان کے ہاتھ میں قلم بند رہ جو چاہیں لکھ سکتے ہیں، ان کے پاس ذرائع ابلاغ ہیں، وہ جو چاہیں چھاپ سکتے ہیں، انہیں وسائل میسر ہیں، وہ ان کے دل پر مہر بھی بنا سکتے ہیں تو یہ بات کسی طرح ہماری زندگی کے لیے ہم ناقص سے کم نہیں ہے جو قوم اپنے سر و دل کو بھول جائے یا قوم و ملک کے نئے محسن وضع کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی عیادت و بقا کے بارے میں کوئی غرض نہیں رہی چاہیے۔

انگریز نے چھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کے آہن و بھرے کو استعمال میں لاتے دکھتے مسلمانوں کے مسئلہ منقذات کے خلاف تعویذ الایمان، نگہبانی، اس مقصد کے لیے توجیہ کے نام پر مبالغہ اب اسل، اذہر و علم سے محبت کو کمزور کیا گیا۔ دوسرے بہت سے لوگوں کے علاوہ مغربی مسلمانوں کی ان کوششوں کا مولا، ان فیل بن خیر آبادی نے جواب دیا، مسلمانوں کو یہ دیکھتے ہیں گئے، ایک نئے اسلام

کے اجتماعی مفاد میں کام کیا۔ جنگ آزادی ششسترہویں کا راستے نمایاں انجام دیتے اور دوسرے جتنے نئے لوگوں کو دین کی اصل سے ہٹا کر باہر سے مصلیٰ اللہ علیہ وسلم سے محبت کو کم کر کے اسلام کے لیے قربانیاں دینے کا جذبہ خیم کر دینے کی سازش کی۔ ستیا سدا برہوی اور اسماعیل دجوی کے ماضی قلمی کلام سے اور آج ہمکامی کے متبعین اجتماعی قومی مفادات کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ جب انگریزوں نے ہم سے حکومت چھین لی تھی۔ ہماری آزادی صلب ہو گئی تھی۔ جب وقت کی اہم ترین صورت انگریزوں سے جنگ کے کلچر میں کم کرنے کی بازیابی تھی۔ سید احمد اور اسماعیل دجوی صاحبان نے انگریزوں کے کلامی ریکھتوں اور ایسے مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی جو ان کے مستقات کو خلاف اسلام سمجھتے تھے۔ اپنے نفسوس کو کسی قریح غلامی میں خیم کر دینے کے خلاف تھے۔ ششسترہویں جب قوم جنگ آزادی لڑ رہی تھی۔ جو یکدم مہاجرین کے باقیات متنازعہ پر ہے یا انگریزوں کی خوشامیٹھے ہے اور ان کی دی ہوئی سندیں اپنے سینوں پر سجاکر اقتدار و استیلا کی غمغیں منفقہ کرتے رہے۔ جب جنگ آزادی کے اثرات مابعد کے طور پر ملحقہ حق جان و مال اور اُمر کی قربانیاں دے رہے تھے۔ دہلی اپنی کتابوں کو انگریزوں کے ہاتھوں میں ہم مستحق کر رہے تھے اور قرآن و حدیث اور توحید کا نام لے کر انگریزوں کے خلاف کیے جانے والے جہاد کی مخالفت میں کتابیں لکھ رہے تھے۔

پھر حکم ان مہاجرین کے متبعین کے ہاتھ میں آگیا تو انہوں نے تاریخ تصنیف کرنا شروع کر دی۔ جنگ آزادی کے مجاہدین اور شہداء کے خلاف کہاں کہاں گھڑی اور انگریز کے جاسوسوں کو ان کا دشمن اور جنگ آزادی کا سرور ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا تار لگا دیا۔ اس مقصد کے لیے تاریخی فائدہ کی انہوں نے تقلید کی یا ان سے صرف نظر کرنا چاہا اور من گھڑت کہانیوں کی بدولت باوجود تاریخی خدا کی شان کو آذر غلیل کہہ سکتے ہیں

دلوں میں اپنے بھاتے بھنے منم خانے

مزید نظر مضمون میں ان دو عربی حریفوں کے سیاسی کردار کا جائزہ لیا گیا ہے جنہوں نے اقتتاج انڈیا اور دیگر مسائل میں ایک دوسرے کے خلاف گفتا۔ اسماعیل دجوی نے ایک

ایسے وہیں کی تردید کی جو اسلاف کے عقائد کے خلاف اور قرآن و سنت کے واضح احکام سے متصادم مستندات پر مبنی تھا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے قرآن و سنت کی روشنی کو خلافِ نظام ثابت کیا اور ان کفریہ عبارات کی تفسیل کی۔ پاکستان کے مشہور نقاد محمد حسن مسکری اس معاملہ صاحب کی کتاب اور اس کی تردید کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”یوں تو دعائی کے زمانے سے بہت پہلے حقوتہ دلائل بیان شروع ہو چکی تھیں اور اس بات پر پورا خدہ برہا ہو چکا تھا کہ رسول کی حقوت صرف اتنی کرنی چاہیے جتنی خدے بھائی کی۔“

(ستارہ یاب و بان، ص ۳۰۳۔ از محمد حسن مسکری)

اسٹیفیل دہلوی کے پیروں نے دینی محاذ پر اپنی شکست کو تو عملی طور پر تسلیم کر لیا جبکہ یہ لوگ حقوتہ الامان کا گم سے گم ڈال کر کرتے ہیں، ہر سرعام حضور کو مکرر مٹی میں مل جانے والا کہنے کی ہمارت نہیں کر سکتے اور اسی طرح یہ لکھتے اور کہتے ہیں کہ حضور صوبہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نظیر و سراپا ہو سکتا ہے۔ اب انہوں نے اسٹیفیل دہلوی سید احمد دہلوی اور ان کے ساتھی مجاہدین کے جہاد کا شروع نہ سکھوں اور مسلمانوں سے روک لگا دھڑوں کی طرف مکر رہا ہے اور انہیں اٹھریزوں کے دشمن اور آزادی کے منہم دہشتا ثابت کرنے کے لیے دھڑا دھڑکتا میں اور معامیں لکھ رہے ہیں۔ نیز علامہ فضل حق خیر آبادی سے دینی محاذ پر شکست کھانے کے بعد ان کے سیاسی کردار پر پردہ ڈالنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔

آکے پتھر تو مرے سین میں دوہڑا کرے

بھنے اس پیر کے جہل تھے پس رہا ار کرے

یہ لوگ انہوں نے صرف یہ طے کیا سب کے فضل حق سے بلکہ آزادی کی نام بھی مٹی میں چٹا چٹا اس مقصد کے حصول کے لیے کوئی تو یہ کہتا ہے کہ انہوں نے بعض اٹھریزوں کے خلاف فتویٰ دینا تھا کسی جگہ میں جہتہ نہیں لیا کوئی اور قابلِ قدر خدمت انجام نہیں دی کوئی یہ کہتا ہے کہ حقوتی تو

انہوں نے دیاجی نہیں اور فضل حق شاہ جیٹا پوری کے بھائے غلطی سے انہیں پکڑ کر گالیاں پانی کی سڑا دی گئی تھی، جہاں وہ شہید ہو گئے تھے۔  
 ان تاریخ سازوں میں سے کچھ تو جنگ آزادی کا ذکر کرتے ہوئے فضل حق خیر آبادی کا نام بھی لینا گوارا نہیں کرتے۔ بحیثیت اشتعال انگیز کے مکے میں فضل حق خیر آبادی کو آپ نے گالیاں دیں اور یہ کافی تھیں کہ سیاست میں ان کے مہتاب زاکر وار کو مدھلانے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے۔

ہریانہ تراشی کی ضرورت نہیں لوگو  
 دینے کو سزا جرم محبت ہی پرست ہے  
 مشہور ادیب و نقاد نام سیتا پوری لکھتے ہیں،

”اٹھارہ سو اور ان کے ہوا خواہ تو مولانا (فضل حق خیر آبادی) سے اس لیے ہمارے من سے کہ انقلاب س سناؤں کے سلسلے میں کسی مذہبی خبیث سے ان کا نام آگیا لیکن خود مسلمانوں کا ایک پروپیگنڈسٹ گروپ مولانا سے اس لیے بیزار تھا کہ وہ ان کے مذہبی نظریات کے خلاف عاملانہ مجاہدہ کر چکے تھے یہ باوقار علمی رہائش کوئی ذاتی اور عامیانہ جنگ نہیں تھی جس کا ہمارا لے کر مولانا خیر آبادی کے خلاف ایک مستقل محاذ قائم کر دیا جاتا، لیکن ہوا کی طرح ایسا ہی۔“

”غالب نام آور“ ص ۱۰۱

از نام سیتا پوری

مزید لکھتے ہیں،

”اس میں شک نہیں کہ مولانا فضل حق خیر آبادی کے کئی سیرت نگاروں نے من گھڑت، جھوٹی اور بے سرو پا حکایتیں بیان کر کے مولانا کے شیک کردار کو خواہ مخواہ شیک کرنے کی کوشش کی ہے۔“  
 ”غالب نام آور“ ص ۱۰۹

اس سلسلے میں تاؤم سینا پوری نے مفتی اعظم اشد شہبازی کے ہاتھ میں لکھا ہے :

”جمہوری روایات میں گھڑت واقعات اور فرضی کتابوں کے غلط حوالے

مفتی صاحب کی اعلیٰ زندگی کا شامدار کارنامہ رہا ہے۔“ (ص ۱۰۹)

پھر انہوں نے مفتی صاحب کے عذارہ فضل حق پر کتنی اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے ہیں۔ ہم عذارہ فضل حق اور انیسٹیل دہلوی کے تقابلی جائزے کے لیے ان دونوں شخصیتوں کے سیاسی کردار کو سامنے لائیں گے اور بتائیں گے کہ انگریزوں کو زیرِ سفر سے نکالنے کے لیے کس نے کیا کیا ہے، اور انگریزوں کا اقتدار اس سرزمین پر مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے کون کس طرح سرگرم کار رہا اور کس نے انگریزوں کے دشمنوں سے برسرِ پیکار ہونے کو اپنی زندگی کا طبع نظر قرار دیا اور اشد شہبازی کو کتنی بات سب سے دلیل اور حجاز نہیں کچی جائے گی۔ انیسٹیل دہلوی اور شہبازی کی تعلیمی تعلیم کے ہاتھ میں اپنی حضرات کی کتابوں اور مضامین کے حوالے دیئے جاتے ہیں جن کے یہ جملے ہیں :

تاریخ کرام تحاشین حق کے جنہے سے ان سطور کو پڑھیں ۔

تو میندار کہ انی قصبہ زخردی گوتم

گوشش نزدیک لبم آ کہ آواضے بہت

اس مقالے کے مطالعے سے تاریخ کرام پر واضح ہو گا کہ جہاں فضل حق خیر آبادی انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس پر اسرار کرتے ہیں اس کی سزا بھیجتے ہیں اور ان انیسٹیل دہلوی اور ان کے پیروں و مرشدین پر دہلوی انگریزوں کی دقتیں اٹھاتے ہیں۔ ان کی عملداری میں اعلیٰ دہلی سے زندگی گزارنے پر شکر ادا کرتے ہیں۔ ان کے ایما پر مسکوں سے جہاد کو نصب العین ٹھہراتے ہیں۔ ایسے میں جبرئیل کی آواز کی تاریخ میں جب لوگ اپنے ان مجاہدین کا ذکر کرتے ہیں تو ہنسی آتی ہے۔

مثال ایسی ہے اس قدر خرد کے ہر مضمون کی

خبر ہوا میں فتنہ اور صحرا نام ہو جاتے



”بزرگ سید محمد یحییٰ میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پہلے دہشت کا غلبہ مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم دینا بے صورت ہے کبھی کبھی آئے ہدایت کا نہیں“

”حیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی، مطبوعہ قادیان، دہلی، ص ۲۷۱

یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرے اور اپنے ان بڑے پیرو مشفق کی حیثیت کو ”فحوزہ باطلہ“ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال مشابہت بھی قرار دے۔

”آپ (سید احمد صاحب) کی ذات والا صفات، ابتداء فطرت سے جناب رسالت، گاہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات، کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی اس لیے آپ کی لہجہ فطرتِ علوم، رسم کے نقش اور تحریر و تقریر کے افشاندہ کی راہ و روش سے خالی تھی۔“

حواصی مستقیم ان السلیب، دہلی، ص ۲، مطبوعہ مطبع احمدی لاہور

اسی کتاب کے صفحہ ۲ پر صدیقیت کی آڑ میں دعویٰ نجات کیا گیا ہے۔ اس پر بھی انہیں ”علمائے کی قیادت اور زمانے کی سیاست کا دعویٰ تھا۔“

پھر سید احمد صاحب کے سب سے بڑے نام ایوان محمد جعفر رضا فیسری اپنی کتاب ”سوانح احمدی“ میں ”بیان خلفاء حضرت سید احمد صاحب“ میں رقم فرماتے ہیں،  
”آقل اوصاف افضل سارے علموں کے مولوی عبدالحی صاحب دانا حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز کے ہیں۔ دوم مولوی مولوی محمد السلیب صاحب شہید ریہ دونوں بزرگ مجدد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے آپ کے بارخوار اور جلی شان تھے۔“ (سوانح احمدی از محمد جعفر رضا فیسری، ص ۱۴۰)

علامہ فرمایا آپ نے، مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی بالکل اسی طرز اپنے ساتھیوں کو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما وغیرہ کو دانا اپنی بیوی کو ام المومنین، بابا اوسان کے مائتے والے سرکار دوسالہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیبِ برحق کے مقابلے پر



اسی طرح ایک نیا وی کھڑا کرتے ہیں جس طرح ستیا سدا کی اٹھان ہے۔ انہی لوگوں نے کہا  
 اگر حضور جیسے انہی آجائیں تو بھی حضور کی غایت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ شاہ مسعودی  
 نے لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول نہیں کی کہ کیا یہ سب کچھ نئے نئے نبی پیدا کرنے کی خواہش  
 کا اثر تو نہیں ہے۔

مسلحت نیست کہ از پیوہ بنوں افتد راز

درد در محض بنی دغالی خبر ہے نیست گرفت

میں کہتے تو یہ چاہتا ہوں کہ چونکہ تھا دوسری صاحب کے بقول میا احمد اور اسماعیل دہلوی  
 میں دفعہ ہاشم، محمد دھرم کا تعلق ہے اس لیے مجھے صاف کیا جائے۔ اگر اسماعیل صاحب کے  
 فکر میں انگریزوں پر ستیا سدا صاحب کا ذکر آجائے۔

میں نے جب یہ ستروں سے اپنے ان صفوں کا ذکر کیا انہوں نے کہ معافی ہی حتی کے قلم کاروں کی تعداد  
 زیادہ ہے ان کے ہاتھ میں قلم ہے و ذائقہ ابلارغ پران کا کنٹرول ہے ان کے اپنے بہت سے رسالے ہیں  
 وہ سب تحریر اپنی پڑیں گے ان میں حتی کہنے کی آزد و کاٹھا نہیں وہ اسکا جو شخص جو کچھ کہنا چاہتا ہے اس  
 پر کوئی حد نہیں اور دماغ کی کثرت اگر گننت بھی کہے گی تو چشم بادشاہ مولیٰ مانشا دیکھئے پڑاں  
 اسماعیل دہلوی سے اس بات کی توقع نہیں کہ وہ حقیقت کو قبول کر لیں گے یہ فیصلہ است ممال اسے جنوں  
 اس وقت میں قد بول کے فشاں، اصول ہے میں

پڑوں سے جہاں جس کے مینا تک نہیں آتی

وہ تو حقائق سے واقف ہیں یہاں جو چھکا نکلیں بند کر دیتے ہیں اور لوگوں کی نگاہوں میں حصول جبروت  
 چاہتے ہیں نگاہ الہی ہی اس امر کی طرف ضرور توجہ دی کہ میں بولنے انہی لوگوں کی تصانیف سے نقل کرنا  
 ہوں اب ان کی باتیں مہر لے پر بھی ہفت طعن تو فریغ بلایا جا تا ہے تو سر تسلیم خم ہے جو سراج بادشاہ لکھتے

اور دنیا سے جسد فی کا سد کیا مل

آئینہ میں نے دیکھا یا مٹا کہ پتھر پر ہے

# جنگِ آزادی

اور

## فضلِ حق خیر آبادی

صاحبِ علم و فضل

دیکھتے کیوں ہو شکستِ اتنی بندی کی طر  
نہ اٹھایا کرو سر کو کہ یہ دستار گرے

میں پہلے عربین کو چکا ہوں کہ دینی مسائل پر گفتگو کرنا میرے دائرہ کار سے باہر ہے۔  
میں وزیرِ نظرِ مقالے میں علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولوی اسماعیل دہلوی کی سیاسی سرگرمیوں کو زیرِ  
بحث لانا چاہتا ہوں، اس لیے علمی مسائل سے صرف نظر کرتے ہوئے یہ جانتا ہوں کہ مشہور اہل علم و  
دانش حضرات کے علاوہ علامہ فضل حق کے مخالف بھی ان کے علم و فضل کے حلقے کیلئے دیکھتے ہیں:

”انقلاب سن ستاون سے پہلے دہلی کی ادبی فضا میں عناصرِ رابعہ سے ترتیب

پا رہی تھی، دو سچی چار بستیاں تھیں، مولانا خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزاد،

مرزا غالب اور حکیم موتی۔“ (غالب نام آور ص ۸۱)

نامور سیتا گہری

سر سید احمد خان علامہ فضل حق سے دینی اور سیاسی ہر دو لحاظ سے مختلف رہے  
اور عقیدہ رکھتے ہیں، لیکن ملاحظہ فرمائیے کہ ان کے دلی دو ماخ پر علامہ کی دانش و حکمت کے  
اثرات کتنے گہرے ہیں:

”جمیع علوم و فنون میں یکساںے مددگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انہی  
کی فکرِ مانی نے جلد ڈال ہے۔ بار بار دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو کچھ  
فہم سمجھتے تھے۔ جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا، دعویٰ کمال کو فراموش کر کے  
نسبت شاگردی کو اپنا فخر سمجھتے یا اس ہمد کا اکت علم و ادب میں ایسا علم سرفرازی  
بہر کیا ہے کہ فصاحت کے واسطے ان کی شہسہ محضر خروج معاصر ہے اور

بہارِ صفت کے واسطے ان کی طبع رسا دست آویزِ بندنی معارج ہے۔ سبحان کو  
ان کی فصاحت سے سربایہ خوش بیانی اور امرا القیاس کو ان کے افکارِ بزرگ  
دستِ گلابِ عروجِ معانی، الفاظِ پاکیزہ ان کے رشکِ گوہرِ خوش آب و معانی  
رنگیں ان کے غیرتِ لعلِ ناب، شروائیں کی مسطرِ عبارت کے آگے پاہِ گل  
اور گلِ ان کی عبارتِ رعشیں کے سامنے نعلِ زرِ گیس اگر ان کے سولو سے نگاہ  
ملا دیجیے، مصحفِ گل کے پڑھنے سے عاجز نہ رہی اور موسیٰ اگر ان کی عبارتِ فصیح  
سے زبانِ کوآشنا کرتی، صفتِ گویائی سے عاری نہ ہوتی۔

(آئندہ انشاء و یادِ سرسید احمد خاں، ص ۲۸۱)

مولوی رحمان علی علامہ فضل حق کے معاصر تھے، منطق، فلسفہ، حکمت، ادبِ کلام  
اور اصول اور شاعری میں فضل حق کے تخلص اور امتیاز کے متعلق بتاتے ہوئے علامہ نے ان کی  
جنگِ آب و تاب میں ان کے کردار اور اس کے نتیجے میں ان کی قید اور شہادت کا ذکر کرتے ہیں،  
”اور علومِ منطق، حکمت و فلسفہ و ادب و کلام و اصول و شعر قافی الاقران و  
استغناء سے فوق البیان داشت، نقوشِ زائید بر چہار منزل اور اشعارِ خواہر بود...  
انگریز ان اور ایرانیانِ فساد و ہمد قید کردہ یہ جرحہ رنگوں فرست و مذہم دران جا  
چار سچ و دان و ذہم صفر سال و دانہ صد و ہفتاد و ہشت ہجری قمری وفات یافتہ“  
(ذکرہ علماءِ مجدد از مولوی رحمان علی)

(مطبوعہ نکلشورنگسٹون، ۱۹۳۲ء اور توہم پاکستانی ہٹاریکل سٹیج گراچی سنہ ۱۳۵۲ء ص ۳۸۳)

”آپ حیات“ (از محمد حسین آزاد) ص ۱۱۲، ”راوند یادگارِ غالب“ ص ۱۰۲ میں ہے،

”مولانا فضل حق اور مرزا خانی نے دیوانِ غالب سے مشکل اشعار غرض  
کردیئے اور دو ٹوٹ کے قریب جتنے نکال دیا اور ان کی رہنمائی سے غالب  
نے اس رکوش پر پلین ترک کر دیا“

اساتذہ غاں غالب پر مولانا فضل حق کے اثرات کا ذکر دوسری کئی کتابوں میں بھی تو اور تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے مثلاً،

”اگر مولوی فضل حق اور ان کے رفقاء کی صحبت کا فقط اتنا ہی اثر ہو گا تو وہ دلچسپ شاعری میں اپنی غلط روش کو چھوڑ کر ایک مستقل ماہر بن جائے، قوت بھی کچھ معمولی بات نہیں تھی، مگر اس سے بھی زیادہ قابلِ قدر کام غالب کی اخلاقی اصلاح کا ہوا۔“  
(ذکر غالب، از ملک رام، ص ۴۲)

شیخ محمد اکرام صاحب لکھتے ہیں،

”مولوی فضل حق، غالب کے سب سے بڑے محب اور محسن تھے، انہوں نے دسویں مرزا کی خصوصیتوں کے میدان میں، ہمنوائی کی جہان کا اصل دائرہ عمل تھا، بلکہ ان کی مالی مشکلات دور کرنے کی بھی کوشش کی۔“

(”غالب نامہ“ از شیخ محمد اکرام، ص ۴۴)

دیکھا کہ غالب کے کلام میں اخلاقی عناصر از گام سہیل پوری ص ۲۹-۳۰)  
”مجن و مرزا غالب کی نظر میں بڑے بڑے شعرا ملکہ نہیں پہنچتے تھے۔ مولانا خیر آبادی کی بڑی تعلیم اور عزت کرتے تھے، چنانچہ جب وہ دہلی سے سرخستہ دہلی پہنچا چھوڑ کر رہنے لگے تو مرزا نے آئینہ سخن میں اشاعت کے لیے ایک تقریر بھیجی جس کا آخری جملہ یہ ہے: ”تاکہ اگر پانچ علم و فضل و دانش و دانش مولوی فضل حق ان مایہ بکا ہند کہ از صد یک دانا قد و بازاں پانچ مایہ سرخستہ دہلی عدالت دیوانی سبند جنوین حمودہ دہلی مرتبہ و لے خواہ پرورد۔“

(”مرکزِ شہد“ غالب، از ڈاکٹر محمد الدین قلادی قندھ، ص ۵۹)

غالب نے، انہی کی نسبت یوسف مرزا کے نام ایک خط میں لکھا، مولانا کا سال بہ کچھ تم سے مجھ کو معلوم ہوا، کچھ مجھ سے تم معلوم کرو، مرزا فقیر میں حکم دہا جس بحال رہا۔

بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد و ریاستے شہر (کالکاتی) کی طرف روانہ کرو: اکتوبر ۱۸۹۱ء  
 کے ایک خط میں مفتی دادنیاں سیک کو لکھتے ہیں: اہل خانہ صاحب: آپ جو  
 نکلنے پہنچے اور سب صاحبوں سے ملے تو مولوی فضل حق کامال اچھی طرح سے  
 دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اس نے ہائی کیوں نہ پائی اور دہلی جو رہے ہیں اس کا  
 کیا حال ہے؟ (غالب نامہ ساز شیخ محمد اکرام ص ۱۴۰، ۱۴۱)  
 مرزا غالب مولانا خیر آبادی کے ارجحال پر شیخ عیسیٰ احمد جگرانی کو لکھتے ہیں:  
 ”کیا کھیتوں اور کھوں، نور آنکھوں سے جانا رہا اور دل سے سرور ہاتھیں، خوش  
 طاری ہے، مکان سماعت سے عاری ہے؟“

عناں چہ عرصہاں در آمد، بلکوش

سرائی تہی گشت و ساقی نموش

فخر ایباد و نکوین مولانا فضل حق ایسا دوست مرحلے، غالب نیم سرور، نیم جہاں  
 رہ جائے۔

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی

موت آتی ہے، پر نہیں آتی

آگے آتی تھی مال دل پہ ہنسی

اب کسی بات پر نہیں آتی

(ماہنامہ آندو سے معلق علی گڑھ، دسمبر ۱۹۰۰ء ص ۳۰)

جب تک اہل قلم کے دہن و احساس پر محمد عزیزی مقادرات نے یگانہ کی تھی اور اس  
 کے لیے انہوں نے تاریخ کو مسخ کرنے کا عمل شروع نہیں کیا تھا۔ اہل نقل کے قلم اور زبان کے  
 اس بید عالم اور بے مثل بے نظیر فاضل شخصیت کے حق میں لکھنا اور کہنا بار بار مولوی محمد النبی  
 روضۃ الادباؤں میں لکھتے ہیں،

”مولوی فضل حق بن مولوی فضل امام خیر آبادی عالم اہل اور فاضل بحبل  
 حاوی فروع و اصول و جامع معقول و منقول تھے۔۔۔۔۔ اساتذہ وقت آپ کی  
 شاگردی فرمایا کرتے تھے۔۔۔۔۔ مولانا کو علم فلسفہ اور ادب میں یدِ طولی تھا۔۔  
 دہلی میں آپ عہدہ جلیفہ اور منصب عظیم پر فائز تھے اور سرکارِ انگلشیہ کی قید  
 میں جبریۃً اٹھیرمان میں جس کو کالا پانی کہتے ہیں جا کر سسٹھ لاکھ میں فوت ہو گئے۔“

(روستہ الاولیاء، ص ۱۴۸)

پاکستان کے نامور محقق ڈاکٹر مولوی محمد شفیع اور ہندوپاک کے عظیم شاعر اور دانشور  
 ڈاکٹر سید محمد عبدالرشید کی سرکردگی اور نگرانی میں پنجاب یونیورسٹی کے عظیم منصوبے ”معدود و آثارہ“  
 معارفِ اسلامیہ میں مولانا فضل حق کے متعلق بڑی قیمتی تصانیف نے لکھا ہے۔  
 ”۱۹۵۸ء میں انگریزوں کے خلاف مسلح بغاوت ہوئی تو مولوی فضل حق نے اس بغاوت  
 میں نمایاں شہداءِ بغاوت کے الخاتم میں اللہ پر مقدمہ چلا اور عمر قید کی سزا دی۔“

(ڈاکٹر و آثارہ معارفِ اسلامیہ، جلد ۱۱، ص ۳۷۵)

سید سلیمان ندوی نے علامہ کے فضل و شرف کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے  
 علامہ فرماتے اور دیکھتے کہ ان کے سیاسی کردار کی عظمت کے نقوش کتنے گہرے ہیں۔  
 ”مرحوم (مولانا فضل امام) کے ہاشمیں، صاحبزادہ اور شاگرد مولانا فضل حق  
 صاحب خیر آبادی تھے جن کے دمِ عیسوی نے معقولات میں رواجِ سہولت کو اپنی پہچان  
 وقت مشہور ہوئے۔ دیا باطن سے غلبہ نے ان کی طرف رجوع کیا اور منطق و فلسفہ  
 کو نئے طور سے ملک میں رواج دیا۔ خدا کے جہان میں گرفتار ہو کر جزیرۂ اٹلیاں  
 بھیجے گئے اور وہیں سسٹھ لاکھ میں اٹھ پانچ مولانا فضل حق خیر آبادی کے تخلص  
 اور تخلصِ دوزخ نے اسے ملک میں پھیل کر علومِ معقول کو بڑی روشنی اور بڑے  
 باکمال مدرسہ شایع ہوئے۔“ (تحلیفِ شیل، از سید سلیمان ندوی، ص ۲۱۴)

اپنے عہد کے اس عظیم ماسیہ علم و دانش کے فضل و ہنر کے ساتھ ان کی سیاسی خدمات کے متعلق محمد اسماعیل پانی پتی لکھتے ہیں،

”وہ علم و فضل جن نے ہندوستان کے ہندوؤں میں انگریزوں کے حکام سخت خستہ کیا جس کے نتیجے میں گرفتار کر کے کالے پانی بھیج دیے گئے جہاں اس فاضل اہل عالم بے بدل نینبات کہ سپہری نے کسی اور چاری کی حالت میں ۲۰ گشت سٹاپ کیا انتقال کیا اور علم و دانش اور فضل و ہنر کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔“  
 (حاشیہ مولانا محمد رونا مولوی فضل حق، مقالات سر سید، حصہ ثانی، ج ۳ ص ۳۳)

فشی محمد اسماعیل حسین نیز شکوہ آڈوی کو بھی جنگ آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں کالے پانی کی سزا ہوئی تھی۔ مفتی انتظام احمد شہبازی ان کے ڈاکٹر میں لکھتے ہیں،

”انسان میں زیادہ وقت مولانا فضل حق کی صحبت میں گزرتا تھا، چنانچہ آپ کے متعلق ایک قصیدہ میں کہتے ہیں۔“

زنگ نہ بجا ہوئی بحرِ صفت جوشِ فن	غرقِ ہوائیل میں بوسن گل پر بریں
مخزنِ فضل و کمال عالم عالی مقام	تقدیر بازی زبانِ فیض شناس سخن
مولوی ہے نظیرِ فضل حق اکم شریفین	وہی سے ہاں کھنڈ مشہور و موتمن
قید میں ہیں اور وہ رہتے تھے ایک ہی جگہ	میں صند میں تھے غرقِ بحرِ مین

نصرت قصیدہ کب ہے ملے سنن کے رقم  
 ختم ہوا جب تھے وہ بدمع گور و کفن

(خدا کے چند علماء، ص ۷۷، ۷۸)





# انگریزوں کے خلاف فتوائے جہاد

کس نے اپنے دل کھے ہوئے لالہ و گل میں رنگ بھرا  
جن کو دعویٰ ہو گلشن پر ہم سے آنکھیں جا کریں

آج کچھ لوگوں نے تاریخی حقائق پر پردہ ڈالنے اور چلب آزادی کے مسٹر رہنماؤں کے خلاف فضا پیدا کرنے کی کوشش میں یہ کتنا شروع کر دیا ہے کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ علامہ فضل حق خیر آبادی نے نہیں دیا تھا۔ مالک رام کہتے ہیں انگریزوں کے خلاف فتویٰ پر مقدمہ کے دستخط نہیں تھے۔ محمد ایوب ظاہری بھی اپنا سارا زور تحقیق اسی پر منہ کرتے ہیں۔ ان کے اس مفروضے کی تردید میں حکیم محمد احمد برکاتی نے فضل حق اور من ستان میں مسکت لاکل لڑیں سے اس کے تادیب دیکھ کر لیں۔ ان لوگوں نے بہت جلد اگر فضل حق خیر آبادی کی قربانیوں پر اپنی مصلحتوں اور منافقتوں کے پردے ڈالیں، مگر ان کے کردار کی پہچان عزم کی سلامتی اور استقلال و ہمت کی جہتات پر نظر ڈالیں تو یقین آتا ہے۔

اُن کے گرا تھا ایک پرندہ ابو میر

تصویر اپنی چھوڑ گیا ہے چٹان پر

میں آپ کو صرف علامہ کے فتوے کی مسئلے باز گشت سناں ہوں،  
 ”علمائے جس جس طرح اہلادت کو شتم کیا اس کو مفصل بیان کرنے کے لیے  
 تو ایک عظیمہ کتاب کی ضرورت ہے مگر ان کا کچھ تذکرہ ان صفحات پر کیا جاتا  
 ہے۔ اس حقیقت سے بڑے شہسہ ہوتا ہے انکار کی جرأت نہیں کر سکے ہیں کہ  
 یہ علماء عوام میں بے حد مقبول تھے۔ ان کی تحریر و تقریر کا ڈرافٹ فرما تھا اپنا پنہ

دہلی میں جنرل بہت خان کی تحریک پر مولانا فضل حق خیر آبادی اور دوسرے علماء نے جو چاہا کا فتویٰ دیا، اس کے بارے میں مولوی ذکاء اللہ دہلوی نے یہی اپنی کتاب میں اقرار کیا ہے کہ اس سے مذہبی جوش و خروش بہت بڑھ گیا تھا۔  
(جنگ آزادیِ مشرق، از خورشید مصطفیٰ بنوری ص ۱۵۵)

غلام رسول قمر یہ بات غلط ثابت کرنے کے دعوے میں کہ مولانا فضل حق ہی کے دعوے سے جنگ آزادی کی تحریک میں جان و گئی تھی یہ سہول گئے کہ وہ فتویٰ کی تائید کر کے اپنی کتابوں میں بھی مضمون ہو چکے ہیں۔ ”تعلیم و تجوی کے یہ قرائت بہر حال کسی نہ کسی طرح اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ فتویٰ کے سلسلے میں فضل حق کی کارکردگی سب سے نمایاں ہے اور وہ تہہ ہوتے تو اس فتویٰ کا وجود ہی نہ ہوتا۔“

”مولانا فضل حق خیر آبادی اسکے دہلی پہنچتے سے پندرہ بجے دہلی کے جہاد کا بیج بٹھ کر رکھا تھا۔ مولانا پہنچے تو مسلمانوں کو جنگ آزادی پر تیار کرنے کی غرض سے باقاعدہ ایک فتویٰ مرتب ہوا جس پر علماء دہلی کے دستخط لیے گئے۔ میرا خیال ہے کہ یہ فتویٰ مولانا فضل حق ہی کے مشورے سے تیار ہوا تھا اور انہی نے علمائے مسلم تجویز کیے جن پر دستخط لیے گئے۔“

(”مشرقِ مشرق کے مجاہد“ از غلام رسول مہر، ص ۲۰۶)

پاکستان کے ہمدرد شاہراہی اور مشہور عالم نویس استغفار حسین کی امداد میں شائع ہونے والے مجلہ ”خیال“ کے سنی ستاروں غیر میں شکوہ مسیحی صاحب مفتی صدر الدین آزاد کو پھر جنرل لکھتے جوت علامہ کے فتویٰ جہاد کا ذکر کرتے ہیں،

”جب برطانوی استعمار کے خلاف، علماء کا جہاد شروع ہوا تو بعض شاعروں

اور یوں اور عالموں نے اس میں سرگرمی سے حصہ لیا اور انگریزی حکومت کا اقتدار بحال سو جانے کے بعد ان پر مصیبت کے پردہ ٹوٹ گئے۔ مولانا فضل حق کو جہاد

کا فتویٰ صادر کرنے کے برہم میں اندامیان بھیجا گیا۔ مہتابی کو پچاسی کے تختہ پر  
 لٹکایا گیا۔ حقیقتہً کو قید و بند کی سبقتیں برداشت کرنی پڑیں۔

(خیال لاہور سبستان نمبر ۱ ص ۲۶۸)

مفتی صدر الدین آفتندہ ہی کے بیان میں مفتی اشکام اللہ شہابی فتویٰ جہاد کی تیاری کی  
 ساری ذمہ داری مولانا فضل حق پر ڈالتے ہیں،

”جنگارِ عشتاد میں رونما ہوا مولانا فضل حق اور سے دلی آئے۔ جنرل بلاکٹان  
 نے نقشہ اقتدار جہاد لکھا تھا۔ استفادہ مولانا نے کیا۔ مفتی صاحب دو دیگر علماء  
 نے فتویٰ دیا۔۔۔۔۔ مولانا فضل حق کو اقرار پر مولانا جانا پڑا۔“

(غدر کے چند علماء اور اشکام اللہ شہابی، ص ۴۸)

رئیس امر جعفری تمام ہمد آزادی کی تحریکوں کی جزئیات کہتا ہے، دعاچی خیم کتاب  
 ”مہاروشاہ عفر اولیٰ کا عہد میں لکھتے ہیں،

”مولانا فضل حق فیرا دی علمی قابلیت میں اپنی نظیر میں لکھتے تھے ان کو فتویٰ  
 جہاد کی پاداش اور جرم بقاءت میں نشانہ بیکہ دیا گیا۔“

(مہاروشاہ عفر اولیٰ کا عہد از رئیس احمد جعفری، ص ۳۱۵)

جب بھی کوئی عورت تاثرات و حسدات سے قطع نظر کرے، وہ کامل لکھے گا تو  
 مجبور ہو گا کہ علماء فضل حق کے فتویٰ جہاد کا ذکر کرے۔ محمد اسماعیل پانی پتی اپنے مضمون، ص ۱۱۵  
 میں علماء کرام کا جرمہ ”میں فضل حق کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں،

”جب، ص ۱۱۵ کا جنگارِ عظیم دہلی میں رونما ہوا تو علماء فضل حق خیر آبادی،  
 قزاق دہلی جیسے اور جہاد کا فتویٰ دیا۔ جنرل بلاکٹان کا شاہین خواجہ ظفر سے  
 اور اس کی بڑی امانت اور ادا کی۔۔۔۔۔ لکھتے ہیں ان پر مقدمہ قائم ہوا نہایت  
 بے باک اور مصفا کی سائنس بغیر ذرہ جبر بیکہ پاٹ اور تہذیب کے قرار کیا کہ مان





ہوئی سن ۱۲۰۰ء وائیس انڈیا کمپنی اور باغی مللارڈز مفتی انتظام (۱۲۰۰ء) شہابی ص ۵۳،  
مکتبہ بریلان دہلی کی شائع کردہ کتاب جنگ آبادی اخبار سواتی، از غفر شہید مصطفیٰ

دستوی ہیں ہے۔

”کہا ہوتا ہے کہ ۱۲۰۰ء و قریب آنے پر آپ (فضل حق) نے اکثر والیان  
ریاست کو بجاوت پر گاموہ کرنے کی کوشش کی۔ اگست ۱۲۰۰ء میں دہلی آگئے  
اور یہاں جہاز بخت خاں کی تحریک پر جہاد کا فتویٰ شریف کر کے پیش کیا۔

جس سے مسلمانوں میں بید جوش و خروش پیدا ہو گیا۔  
لکھنؤ میں مقدمہ چل جس میں حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ مولانا بڑی  
ہوجا تیں، مگر آپ نے ہر سبب دالت کبر و کائنات میں نے جہاد کا فتویٰ دیا تھا اور  
آج بھی میری دہی رائے ہے۔“

(جنگ آبادی، ۱۲۰۰ء، ص ۵۵، ۵۶، ۵۷)

عازر فضل حق کی کتاب الثورة الہندیہ کے اردو ترجمے کے مقدمہ میں شیخ لاہوری

مسلم ریورسٹی علی گڑھ کے اور ٹیلیٹ محمد عبدالشہاب خاں شروانی لکھتے ہیں:

”اس رسالہ کو دیکھنے سے اس وقت کے خزانہ ک حالت کا نقشہ ملے گا  
ہے اور نصاریٰ کے خوفناک حوتم کا پتہ چلے گا کہ کس طرح ہندوستان کی رعایا  
کے غمے میں دائمی غلامی اور نصرا نیت کا پتہ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی تھی اور علما  
مجاہدین کا ایسے موقوفہ پر اعلان جہاد کس قدر بروقت اور ضروری تھا علما خیر آبادی  
کا جب ۱۲۰۰ء میں داخل قندول کے سامنے یا اعلان حق جیو شہاد آپ درست لکھا ہوا  
ہے گا۔ وہ فتویٰ صحیح ہے میرا کھانا سہا اور آج اس وقت بھی میری رائے

ہے۔ (مقتدرہ باغی ہندوستان از محمد عبدالشہاب خاں شروانی)

مصطفیٰ محمد مکتبہ دست اوریہ اندرون لومادی دروازا لاہور

جن لوگوں نے جو جو فضیل حق کو عظمت و امتیاز کی مسندِ علیلہ سے ہٹانے اور ان کے انکار کو لوگوں کے دماغوں سے محو کرنے کی خاطر خاص فرمان کی ہے۔۔۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ان کے خیالات میں تغابی نہیں ہے، لیکن حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ یہ دافیسر محبوب قادری جو ابھل پاکستان میں علامہ فضل حق کے فتویٰ جہاد کے سب سے بڑے دشمن ہیں، وہ بھی اپنی ایک کتاب میں ان کے فتوے کو تسلیم کرتے ہیں، بعد میں شاید کسی خاص وجہ سے انہوں نے حق کی راہ پر چلنے کی رکشش پر نظر ثانی کر لی اور اب دوبارہ حق کو قبول کرنے کی راہ میں وقت کی ضرورت بتا رہے ہیں۔

اسے کہہ کر ہی گویا کہ می آہم، یعنی آئی چسدا

پائے شوق راسگرنگ جیاد خیر پاست

”دلی میں ہمارے گھر نے خود بخود حق کا اعلان کر دیا، مولانا فضل حق خیر آبادی نیر دوسرے علماء دلی میں موجود تھے۔۔۔۔۔ جن کی بخت خاں کے شوق سے علامہ فضل حق خیر آبادی نے بعد نماز جمعہ صبح ۱۱ بجے جہاد کی امتیاز حضرت پر تفریق اور جہاد کا اعتقاد مرتبہ کے پیش کیا۔ جہاد کے شوق کی تباہی میں جن کی بخت خاں کی کوشش خاص تھی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک مجاہد مولانا فیض احمد دہلوی

(از محمد اقبال قادری ص ۱۱۶)

پاکستان کے مشہور محقق ڈاکٹر ابراہیم صدیقی نے جنگ آزادی میں صرف ایک ہفتہ کے لئے دیکھنے والوں کو یاد دلایا ہے کہ علامہ فضل حق بے خطر اس آگ میں کود پڑے تھے۔ انہوں نے اسے کیا ہے کہ سدا بھی اعلان حق سے باز نہ آئے، دئے علامہ فضل حق جو قدم اٹھا چکے تھے اور نہ کچھ چکے تھے، اس پر آخر درجہ تک قائم رہے۔

بات یہی کہتی ہیں کوئی صداقت کے بغیر

تیر کی پشت پر کردار کہاں ہو تا ہے



ڈاکٹر ایل ایل الیٹ شپٹ مضمون مولانا فضل حق خیر آبادی میں کہتے ہیں :  
 ”مسلمانوں کو عزت و اہد کی زندگی بسر کرنے کے لیے آخری مرتے جان کی بازی  
 لگادینے پر آمادہ کرنے کے لیے ایک باقاعدہ فتویٰ جہاد کا جاری کیا گیا جس پر یہ خط  
 کرنے والوں میں مفتی صدر الدین آندہ اور مولوی فضل حق بھی شریک تھے۔ مولانا  
 فضل حق نے فتوے کے بعد جگہ جگہ دورے کیے اور بالآخر وہی پہنچ گئے۔ اس  
 وطن میں ان کی سیاسی سرگرمیوں کا اعزازہ جیون لال کے مرنے کے بعد ہوتا ہے  
 جس میں اس نے مختلف تاریخوں میں مولانا کا قلعے کی مجلس مشورت میں تحریک  
 بیان کیا ہے۔ مولانا فضل حق کے مشورے صرف قلعہ محل کی پوشیدہ مجلسوں تک  
 محدود تھے۔ وہ جہل بخت خاں سے ملے مشورے جیتے اور آخر میں جہاد جموں  
 والی کی قیادت میں مولد کے سامنے نظر برکی اور فتویٰ پیش کیا۔“

(آ خیال لاہور سن ستاون خیر ص ۶-۱۶۳)  
 پاکستان میں دیوبند کھتہ فکر کے آرگن ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے ایک مضمون کے  
 چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :

”خبرام تہذیب کا اس نے اپنے مافظ سے ایسے لیس جاننا حق کو پہلور اور  
 جامع کلمات شخصیتوں کو دور کی مکتبی کی طرح نکال پھینکا جنہوں نے اپنے دور میں  
 وقت کے تیز و تند طوفانوں سے بے خوف خطر مغزی اور مٹھ نہیں دکھائی۔ مولانا  
 فضل حق جیسے تاریخ نگار کے ان جہل مراد و مدثر جہاد میں سے تھے جن کی جہاد  
 و جنت اور کوئی دیکھ باکی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا مگر تاریخ کے صفحات میں  
 ان کو شہابی شان کیا، کوئی معمولی جگہ بھی نہیں مل سکی۔۔۔۔۔“

مولانا فضل حق خیر آبادی نے افضل الجہاد کو کھتہ حتیٰ جہاد سلطان  
 خاں کا فریضہ لکھا اور اپنی عمر بھر انہی میں میں دھام کی تذکرہ دی۔۔۔۔۔



قرآن ہائیے خدا کا شیر گرج کر کہتا ہے : وہ فتویٰ دیتے ہیں جیسے میرا کھانا ہے  
اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے : ۔

بالہ از بہر ربانی نہ کنند مرغ اسیر  
خود انفس کو س نہائے کہ گرفتار نہ ہونے

(فتوح حیات از حسین احمد مدنی ص ۴۶)

حسین احمد مدنی صاحب اپنی دوسری کتاب تحریک پیشی و دہلی میں پھر اس شیر جی کی  
شانِ استقلال پر قرآن مجید ہے میں فضل حق نے صرف فتویٰ ہی نہیں دیا جب بالکل کائنات  
کی گھڑی آئی مناسبت میں پیشی ہوتے تو اس فتوے پر عمل کیا اور آزادی کے قاصدوں کے  
خلافت جنگ کو اس وقت بھی ضروری قرار دیا ۔

غریب خیال سے کہاں لوٹ سکیں گی بیڑیاں

دلچسپی کے ہر کاب جوڑی جنوں بھی پاہیے

مولانا فضل حق صاحب غیر آبادی کو جو کہ تحریک کے بہت بڑے رنگ تھے  
اور پہلی علی گڑھ اور اس کے علاوہ اصلاح کے دہائی تحریک میں گورنر تھے۔ آخر ان  
کو گھسے گرفتار کیا گیا جس خبر نے ان کو گرفتار کر لیا تھا اس نے انکا دیکھا کہ مجھے  
معلوم نہیں فتویٰ جہاد پر جس نے دستخط کیے ہیں وہ یہ فضل حق ہیں کوئی اور نہیں  
..... مولانا نے فرمایا : ملازم نے پہلے جہاد پر دستخط کیا تھا تو وہ بالکل صحیح تھی

ان فتویٰ میرے پاس اب میری شکل و صورت سے مرعوب ہو کر یہ جھوٹ بھل جائے  
سوائے جہاد کے شانِ استقلال پر خدا کا شیر گرج کر کہہ دیا ہے کہ : ہر ایک کو اپنی  
بندوبست چاہیے ! صرف مسیحیہ اور اس کے خلافت جہاد میں جس بے سود کے ہندو

نہیں جہاد کرے گا وہ جان کی بدلیہ غیر کرکست اور ہلاک ہے ۔ ۔ ۔

نہ انسانی شمع کو بھی کچھ بانی میں پکڑے خدا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سمجھتے ہیں۔ ۹۰ (مشرق کی روشنی، رومال، از مسیحین احمد مدنی، ص ۶۵، ۶۴)  
 اور اب آفریں یہ بھی دیکھئے کہ جب علامہ پر مقدمہ چلتا ہے تو کیا ثابت ہوتا ہے۔  
 فیصلے کا ایک مضبوط قاعدہ نہیں ہے۔ علاوہ فیصل جی کے فتوے ہی کی بنیاد پر مقدمہ رمان کے معاملات  
 فیصل مبرا اور انہیں کالے پانی کی مزا ہوئی، اس فیصلے کے بعد اب بھی یہ کہہ کر انہوں نے فتویٰ جاری  
 پر دستخط نہیں کیے تھے، کیا کہنا ہے گا؟

تم بھائی بستاناؤ کہ ہم بستاناؤں گے

عدالت دو چیزوں پر مشتمل تھی، جارج کیسبل جو فیصل کشتہ دار اور صحیح باران  
 قائم مقام کشتہ خیز کا دو ذرخین، اس مشترکہ عدالت نے ہمارے جوش و خروش کو اپنے  
 فیصلے میں لکھا۔۔۔۔۔ بہر حال عدالت کی نظر میں ثابت ہے کہ اس موقع پر علامہ نے  
 بلا ضرورت مستعدی دکھاتے ہوئے صراحت سے ایسا فتویٰ دیا جو اگر مقصد  
 قتل کی ترغیب دینا تھا۔ اس نے قرآن کی آیات پڑھیں اور ان کے سن مانے  
 معنی کیے اور اسرار کیا کیا ٹکڑیوں کے ملازم کافر و مرتد ہی اور اس لیے فریخت  
 کے نزدیک ان کی مزا قتل ہے۔ بلکہ اس نے باغی سرور سے یہ بھی تک کہا کہ  
 تم انہیں قتل نہیں کرتے تو تم خدا کی نظر میں مجرم ہو۔

(ماہنامہ تحریک و تبلی، ج ۱، صفحہ ۱۹۹)

(بحوالہ غالبہ نام آدم از کاؤم سیٹا پوری ص ۱۱۰، ۱۱۱)



# جنگِ آزادی

میں

فُضیلِ حق کا عمومی کردار

فِر عَجبت آنچه می گوئیم، اذل می کنیم  
چارهٔ بیش است از گرفتار ما، کردار ما

علامہ فضل حق رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ جیلو کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں، مالک نام اور محمد تقیوب قادی کے اس خروٹے کی مناسبت جو سچی ہے کہ علامہ نے انگریزوں سے جیلو کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔ اب آئیے غلام رسول تبرکی طرف۔ ان کا موقف یہ ہے کہ علامہ فضل حق نے فتویٰ دیا تھا، لیکن صرف فتویٰ ہی دیا تھا، جنگ اراوی کے کسی مرحلے پر اور کوئی خدمت انجام نہیں دی۔

”قالباً یہی فتویٰ تھا جو انہماک کاروبار، فضل حق، کے خلاف مقدمے کا باعث بنا۔ دہلا نہیں نے دیکھی جنگ میں جتنا لیا خان کے پاس کوئی عہدہ تھا، دیکھی کے قتل میں شرکت کی اور خان کے خلاف کوئی اور سنگین الزام تھا۔“  
(۱۹۷۷ء کے مجلہ ۱۲ از غلام رسول تبرکی، ص ۶۰۹)

علامہ فضل حق کے مقابلے میں میاں نذیر حسین بھٹی (امجدیٹ) نے انگریزی حکومت سے عدالت خدائے شہن کا کردار کے قصے اور تعارضات حاصل کیے تھے مگر غلام رسول تبرکی کی خدمت جیلو کی تعریف میں خردبان بہتے ہیں۔ اگر حقائق صاف قرطاس پر رقم ہوں کہ ان لوگوں نے شہن بھٹی کی زمین میں کیا کیا ٹکڑے کھائے ہیں، تو لوگ حیرت سے انگشت بدندان رہ جائیں گے۔

عجب کہ جو صمد روزگار ہوتا ہے

اگر ہوں فکرم آئندہ دل من مست

رئیس احمد جعفری اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ منافع اور معاوضہ افکار میں  
شمار سچ " لکھنے والوں نے غلام کے کارناموں کا اخفا ضروری سمجھا ہے ۔

" مذکورہ مضمون میں ہم نے غلام کے جن سیر قیوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے  
صرف بہت خاں اور مولانا فضل حق خیر آبادی دو ایسی شخصیتیں ہیں جنہوں نے  
دہلی کے محاربہ بہت غلاموں میں مرکز نشیں ہو کر حق لیا ہے ۔۔۔۔ بہت خاں اور مولانا  
فضل حق کے احوال و سوانح ، واقعات و حالات افکار انہوں اور دیگر مضمون کی کتاب میں  
معلوم کرنا آسان نہ تھا ۔۔۔۔ غلام کے بعد غلام کا ذکر بھی کتنا درج فرمایا اور ان  
شخصیتوں کا تذکرہ جنہوں نے اس انقلابی تحریک میں مردانہ و اجتماعی تھا اپنی جان  
سے اٹھو دیا تھا ۔۔۔۔ ان کا بڑا اولیٰ تو مرتبہ اور مضبوط صحت میں کہیں فکر  
نہیں ملتا اور اگر کسی ملتا بھی ہے تو منافع اور معاوضہ افکار میں ۔ ان مشکلات  
کے باوجود زیادہ سے زیادہ معتبر اور مستند مواد حاصل کرنے کی اپنے مقصد و سیر  
ہم نے کوشش کی ہے ۔ ( شہادت و نظریات ان کا عہدہ ۔ ص ۱۸۳ ) ۔

خون دل کو نہ بن گلشن کو گمراہ سوچ کر  
قبر سے سر الزام تحریک خزاں بھی آنے کا

جناب حسین احمد مدنی مولانا فضل حق رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے غلام اور ساتھیوں کے جہلو  
حریت میں بڑے ہیاد پر حق لینے کی گواہی دیتے ہیں ، یہ حقیقت ہے کہ غلام نے جنگ آزادی  
میں سب طرح حق لیا ، کیونکہ وہ غلام کے ساتھ پیشین رکھتے تھے کہ اگر غلاموں کی فلاحی ہماری  
ملی زندگی کے لیے نہ رہنمائی کا دہرہ رکھتی ہے اس کے لیے انہوں نے مقصد جو منظور پایا تھا  
کیا اور اگر غلاموں کو زندہ رہنے پانے کے لیے مختلف عمل اقدام کیے ۔

موجیم کہ آسودگی ما عدم ماست  
مانندہ اننا نیم کہ امام نہ گیمیم

”بہر حال مسلمان علماء میں سے مولانا احمد رضا شاہ صاحب دلائل مجتہدین اور مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی اور مولوی امام بخش صہبائی..... اور ان حضرات کے تلامذہ غیر نے جہادِ حریتِ خشک میں جسے پیمانہٴ جدوجہد لیا تھا۔“  
 (”نقشِ حیات“ ص ۱۲۸، از حسین احمد مدنی)

تخریبِ آزادی کی شہرہٴ مروج نگار سید انیس خاں بریلوی علامہ فضل حق خیر آبادی کو طبقہٴ علماء کا سرگروہ قرار دیتی ہیں،

”خواس میں جنرل بخت خاں، فیروز شاہ، آغا راوی، نواب تاج محل حسین خان، جنرل محمود خان اور علیم اللہ خاں تھے اور علامہ کے سرگروہ مولوی احمد رضا، مولوی لیاقت علی اور مولوی فضل حق خیر آبادی قرار پائے۔“

(”۱۸۵۷ء کے ہیرو“ ص ۷۰)

پرو فیسر محمد انیس خاں بریلوی اگرچہ نرسے کی نوید کے خیال سے ان کے آخری مرحلے پر پہلی پہنچنے کے قابل ہیں مگر انکسٹن میں علامہ کی سرگرمیوں کی زیرِ لب تصدیق کر رہے ہیں،  
 ”جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق نے حصہ لیا۔ وہ ملی میں جنگِ آزادی کے آخری مرحلے میں پہنچے، انکسٹن میں، عظیم مصیبتِ حمل کی کورٹ کے ممبر تھے، آج کل میں گرفتار ہوئے، مقدمہ چلا اور جس دوامِ بہرہ و عدل نے خود کی سزا ہوئی۔“

(”جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء اور واقعات و شخصیات“ انڈین پریس میگزین، گوردی، ص ۱۸۳)  
 انہیں دہلوی ہی کے ایک متبع اعلیٰ قلم نے اسی حلقے کے ایک جلسہ میں انگریزوں کے ہاسوسوں کی رپورٹوں اور روزناموں وغیرہ کے حوالے سے ملی کی جنگِ آزادی میں علامہ کے فعال کردار پر روشنی ڈالنے کے بعد منشی ذکیر اللہ دہلوی کی کتاب کا ذکر بھی کیا ہے،

”ہر تو محبت و ملی جذبات کے خبیروں ہاسوسوں اور دشمنوں کی رپورٹوں اور روزناموں میں اپنے انداز میں مولانا فضل حق نے غلطی کی وہ ملی کی جنگِ آزادی



میں جو حضرت لیا تھا، اس کے پاس سے ملنے ہے۔۔۔ حضرت زہراؓ فرمادیں  
 اپنی سوسو بھینٹنا، بچا عروچ سلطان، انکھیں بند میں مولانا فضل جی خیر آبادی  
 کی خدمات کا ذکر کیا ہے، جو انہوں نے، عداوت کی جنگ آزادی میں انجام دی تھی  
 دوران کی پابش میں ان کو جلا وطن ہونا پڑا۔

۱۱۔ سابعہ دہلی، فروری ۱۹۶۲ء، مضمون امداد و سامری، ص ۲۶۰۔

اسی شخصے پر ہی لکھتے ہیں :

یہ بات تو سفسر ہے کہ مولانا فضل جی خیر آبادی نے، عداوت کی  
 جنگ آزادی میں حصہ لیا۔

جنرل یخت خان صاحب ہیں جنگ آزادی کے سربراہ تھے، لکھتے ہیں، عظیم حضرت محل نے  
 حریت کا پرچم اٹھایا تھا، علامہ فضل جی دونوں بیگموں پران دونوں کے متحد تھے اور ان کی  
 کاروائیوں میں شریک رہے، کیا اس حیرت کے منظر عام پر آنے کے بعد بھی اس راستے کی  
 گناہش باقی رہتی ہے کہ علامہ نے فتویٰ دینے کے علاوہ کسی کام میں حصہ نہیں لیا، مگر باتیں  
 لوگوں کے سامنے لانا جرم ہے تو میں بھی بہر حال مجرم ہوں۔

وہ منفعل ہو کہ مشتعل بلا سے مگر

کبھی تو حال دل زار نہ رہا کیے

”جنگ آزادی، عداوت میں مولانا فضل جی نے سروراء وار حصہ لیا۔

دہلی میں جنرل یخت خان کے شریک ہے۔ لکھتے ہیں حضرت محل کی کورٹ  
 کے صبر ہے۔ جب انگریزوں کو فتح ہوئی تو گرفتار ہوئے۔“

”علم و عمل۔“ وقایع عبدالقادر خان، اہل اول مرتبہ مولوی معین الدین، فضل علی گڑھی ۱۹۵۲ء

”جنگ آزادی، عداوت میں مولانا فضل جی نے سروراء وار حصہ لیا۔ دہلی میں  
 جنرل یخت خان کے شریک ہے۔ لکھتے ہیں حضرت محل کی کورٹ کے صبر ہے۔“

آخر میں گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا۔ یہودیہ دے شہر کی سزا ہوئی۔<sup>۹۰</sup>

”تذکرہ علما نے پندرہ از مولوی رحمان علی، ص ۳۸۳“

مختار ایوب قادری صاحب اپنی کتاب میں مولانا فضل حق کے حضرت محل کی کوفٹ کے  
ممبر جوئے کا اعتراف کر چکے ہیں، اپنے ایک مضمون میں انہوں نے جنرل بخت خاں کی مشاورت میں  
بھی ان کے شریک ہونے کا اعتراف کر لیا ہے۔ پھر وہ علامہ کے قصائد اور ان کی کتاب کو جنگ و  
کف نہایت قابل قدر مافذ قرار دیتے ہیں۔ اگر علامہ ان حالات کے یقینی شاہد نہ ہوتے تو وہ جنگ  
میں قتال کر دیا ہوتا کہ جسے ہوتے تو ان کی باتیں قابل قدر مافذ کیسے قرار دے سکتی تھیں۔

”جنگ آزادی ۱۹۱۵ء میں مولانا فضل حق نے حصہ لیا۔ بل میں جنرل  
بخت خاں کے شریک رہے۔ لکھنؤ میں سلیم حضرت محل کی کوفٹ کے ممبر رہے۔  
میں گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا۔ یہودیہ دے شہر کی سزا ہوئی۔۔۔۔۔  
انڈیائی دھڑا بار کے نائب قیام میں علامہ خیر آبادی سے دو چیزیں دی گئیں۔  
انٹرنیشنل البندید اور قصائد البندید۔ یہ دونوں چیزیں تاریخی سونے کے علاوہ  
ادب کا بھی شاہکار ہیں۔۔۔۔۔۔ سال اور قصیدہ جنگ آزادی ۱۹۱۵ء کے  
حالات کے نہایت قابل قدر مافذ ہیں۔“

(مقتلہ جزائر انڈیائی دھڑا بار میں مسلمانوں کی علمی خدمات)

از مختار ایوب سب قادری، ص ۱۵۵، ایڈوکیٹری جرنل، ص ۶۶

خلیل احمد زئی نے ۱۹۵۷ء کا تاریخی روزنامہ ”مظہر“ میں انٹرنیشنل البندید کے مصنفین و مافی کے مصنفین

۱۹۷۱ء اور ۱۹۷۲ء پر لکھا ہے :

”جب زمانہ میں شہرہ سپینا تو مولوی فضل حق خیر آبادی نے دلی کا گم

کا اور پوٹا شانی، بنگالہ میں باجالی کے تہ و منہ کے اور تہ اور تہار کی تہ بہت مل رہی تھی

دو تہا جے میں ان کی سہاوت علمی کا ذکر ان الفاظ میں ہے :

”مولوی فضل حق نے مختلف علوم میں خاص مرتبہ حاصل کیا تھا، یقیناً  
 فوج متعلق میں ان کا علمی سروایہ اجتہاد کے درجہ تک پہنچا ہوا تھا۔“  
 مولانا فضل حق کی دربار شاہ میں مصروفیت کے باعث میں منشی مہیوں ال اپنے دربارچے میں کتابچہ  
 ”اگست ۱۸۷۵ء“ مولوی فضل حق شریک و بار ہوتے، انہوں نے اشرفی  
 تہذیب کی اور صورت حال کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی۔  
 ”اگست ۱۸۷۵ء“ مولوی فضل حق نے اطلاع دی کہ انگریزی اخبارات لکھ رہے  
 ہیں کہ شہر پر قبضہ ہو جانے کے بعد باشندوں کا قتل عام کیا جائے گا۔  
 ”۲۷ ستمبر ۱۸۷۵ء“ مولوی فضل حق نے اطلاع دی کہ سبھکی فوج آگے چلی گئی  
 ہے اور انگریزوں کو شکست دینے کے بعد شہر پر حملہ کر رہی ہے۔“  
 ”اگست ۱۸۷۵ء“ مولوی فضل حق نے اطلاع دی کہ انگریزوں نے شہر پر  
 قبضہ کر لیا ہے۔“ (جلد چہارم ۱۸۷۵ء اور جانا زبان حریت،  
 از محنت میاں - ص ۴۹۴)

مشہور محدث رحیم احمد حیدری علامہ کی دوسری مصروفیات کے علاوہ دلیاں باہر راست  
 اور لکھنؤ کے بعد کو رنگ آبادی میں شامل کرنے کی کوششوں کا ذکر یوں کرتے ہیں، ”دکن تاریخ کلم  
 اس سے پہلے غور خیز مصطفیٰ رضوی کی کتاب کا اقتباس ملاحظہ کر چکے ہیں،  
 ”وہ (فضل حق فیما بادی) انگریزوں سے نفرت کرتے تھے اور انگریزوں کو  
 تھکانے کے لیے ہر منظم اور باقاعدہ تحریک میں حصہ لینے پہول، جان سے گھبراہٹ  
 تھے، چنانچہ صدر جب شروع ہوا تو مولانا نے اسے قتل شریک ہوتے۔ دربار شاہ  
 کے صحنہ مقرب اور مشیر تھے ان کے دربار میں شریک ہا کرتے تھے انہیں ہم  
 مصالحت مساکل پر مشورے دیتے تھے اور اس بات کے ساری تھے کہ آزادی کی تحریک  
 کامیاب ہو اور انگریز اس دیس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائیں، مولانا نے  
 صدر میں دلیری اور جرأت کے ساتھ علاوہ نہ جتے۔ انہوں نے متعدد دلیاں پر راست

اور امرائے ہند کو اس تحریک میں شامل کرنے کی کوشش کی جس میں والی، ریاست سے ان کے ذاتی تعلقات و مراسم تھے۔ (تمہار شاہ ظفر اور ان کا عہد ۱۸۹۳ء) علامہ فضل حق بہادر شاہ ظفر سے منسوب کرتے ہیں۔ فوجی تنظیم کامیاب نہ ہونے لگے۔ انگریزوں کے لیے کام کرنے والوں کے متعلق رابطہ رکھتے ہیں اور پھر اس پروگرام میں ہزار کے مشیر ہیں۔ کیا یہ سب کچھ نہ کہنے کے ضمن میں آتا ہے؟

”دہلی پہنچتے ہی سید سے قلعے میں گئے اور بہادر شاہ ظفر سے ملاقات کی۔ جنگ کی صورت حال کے متعلق گفتگو کی، فوجوں کا ہاتھ لیا، انداز کی حاصل کرنے کے لیے جو لوگ کرکس چکے تھے ان سے شہادہت چھوڑ دیوں گے۔ دار جنہل تخت خان کے پاس گئے۔۔۔۔۔ برصغیر میں مولانا فضل حق خیر آبادی کو مفید حکومت کی ونداری اور انگریزوں کے خلاف اہتمام میں شریک ہونے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔“ (آزادی کے مہاباز احمد الرحمن، ص ۳۵)

پروفیسر محمد ایوب قادری کا ایک مضمون مولانا فضل حق خیر آبادی کو انگریزی لباس و طرز سے نفرت تھی ”مولانا سرگودھا کراچی میں چھپا ہے جس میں انہوں نے علامہ فضل حق کے دہلی سے بعد از فرار ہی بسا اور وہ پہنچنے کا ذکر کیا ہے۔ ایک شخص تحریک کی کامیابی کے لیے ایک آدمی کے پاس جاتا ہے۔ رہنمائی کا مشہور نام ہے۔ امرائے ریاست کو تحریک میں شامل کرنے کی سہ کرتا ہے۔ مصائب جھیل ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جہاد کا وی میں حصہ لینے کے لیے پہنچ جاتا ہے سب کچھ جاننے کے باوجود اگر کوئی شخص اس کی خدمات سے سبب نظر کرتا ہے اور اس شخص میں ایک واقعہ فتویٰ جہاد کو جھٹکتا ہے تو میں یہی کہا جا سکتا ہے۔

اُن کو الزام اگر دیں بھی تو ہم کیوں کریں  
اتنے معصوم ہیں۔ انجمن نظر آتے ہیں

مولانا کے منہ میں مولانا فضل حق اور سے دہلی پہنچے اور دہلی سے

بعد از خرائی بسیار او دھ پچھے حضرت محل کی کوٹ کے ممبر ہوئے۔ بعد ازاں مولانا فضل حق گرفتار ہوئے۔ بغاوت کے جرم میں اس کا مذکورہ شخصیت پر مقدمہ چلا : (روزنامہ حریت کراچی ۱۰ جولائی ۱۹۴۷ء)

جرم بغاوت کے اس مجرم کو صرف اسماعیل دہلوی کے عقائد پر گرفت اور ان کی تقلید پر اتنی کڑی سزا نہیں دینی چاہیے کہ ان کا ذکر جنگ آزادی کے تذکرے میں سرے سے کیا ہی نہ جائے۔ اگر ذکر نگریں جن کو بھی کہا جائے کہ انہوں نے فتویٰ نہیں دیا کبھی قرار دیا جائے کہ فتویٰ تو خیر انہوں نے دیا تھا اور کچھ نہیں کیا۔

عائد حسن قادری ان کے مجرم بغاوت کے متعلق اشارہ کرتے ہیں :  
 ۱۹۴۵ء میں جب خد کے بعد انگریزوں کا تسلط ہو گیا تو انگریزوں کے ساتھ مولانا فضل حق پر بھی جرم بغاوت عائد کیا گیا اور مسٹر ویم پیو ورنے شو کا حکم ہوا :  
 (ذرائع تاریخی اردو از عائد حسن قادری، ص ۱۳۶)  
 مولوی ذکیر احمد دہلوی بھی عائد فضل حق کو عدائے حق کا سرخیل گردانتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان کے "مفسدہ حسد اقل" اور مشتاق احمد قلمی (ص ۱۴۴)  
 عقائد پر قائم کردہ مقدمے کی رپورٹ میں لکھا ہے :  
 "یہ بات ان ایام میں عام طور پر مشہور تھی کہ جنہا آدمی پر علم و حضرت محل کے مشیران میں جیسے باقی فرق میں ان کی ترویج شوریٰ کے نام سے شہرت تھی، بلکہ کبھی کبھی انہیں، چاکبری پارلیمنٹ کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ اس شہرتی میں مولانا فضل حق بہت ممتاز تھا۔"

فیصلے میں یہ بھی لکھا ہے :

وہ خود باب ترین آدمی ہے جو کسی وقت بھی سے عدالتوں پہ چاڑھا گیا۔  
 اس لیے اسلاف اور امن عامہ کا نقصان ہے کہ اس ملک، روگردیا جاتے ہیں :

قیادت شروع ہونے کے وقت دوا اور میں ملازم تھا۔ یہاں سے ویدہ  
والستہ دہلی آیا اور اس کے بعد وہ باغیوں اور بنگالوں کے قدم بہ قدم پیش آیا  
ایکے شخص کو سخت ترین مہزداں پایا جیسے اور اسے خاص طور سے ہندوستان  
سے خارج کر دینا چاہیے۔ (ماہنامہ تحریک، دہلی، جون ۱۹۷۷ء)

(کمال حریف آغا خان اعلیٰ ہندوستان از محمد عبدالکافی قادری)  
 (مطبوعہ: مکتبہ قادریہ، احمدیوں نوہادی، دروازہ لاہور)

سید مصطفیٰ علی بریلوی جناب آغاوی کے عظیم رجنہاد کی قبرست میں مزلانا فضل حق کا  
فکر یوں کرتے ہیں:

جہادی پہل جنگ آزادی کے سپرد بلاشبہ، عجزی، فوجی اور سنی انصران کے کسی طرح قابلیت اور حب الوطنی میں کم نہیں تھے۔ جہول بخت خان، جہول محرومان، میر محمد حسرت محل، مولانا احمد انشا، مسند یاقوت علی، مولانا فضل حق، خان بہادر علی قاسم، قاسم داد، کاشف الہی، اختر نور، میرزا، مجاہد کی دانی علی علیہم صرف سچی گریں و صبر و مجاہدین کے نقشے اور اپنی اپنی جگہ بڑی بڑی غریبوں کے لوگ تھے۔

ایماندار و متدین، اهل اخلاص و تقوی، بجا آوازی و نغمه‌های دل‌نوازی

نہایت پسندیدہ، ماحول کا ایک آسان اور سہل طریقہ ہے۔

این کتاب در ۱۰ جلد به چاپ رسیده است.

[illegible]

اس قسم کے متعدد چھپے ان علماء نے مسجدوں خصوصاً جامع مسجد میں کیے اور ان میں مولانا فضل حق خیر آبادی اپنی پرورش فخریوں سے مسلمانوں میں ہوش جہاد پیدا کرتے تھے چنانچہ یہی چٹنی لال لکھتا ہے :

”مولوی فضل حق اپنے موانظہ سے مرام کو مسلسل مجاہد کا رہے ہیں۔“  
 داغدار دہلی۔ از چٹنی لال، ص ۲۷۳۔ فتاویٰ ۱۳۷۷  
 (مولانا فضل حق خیر آبادی اور سیستانوں“ از حکیم محمد احمد ہکاتی۔ ص ۱۸۸)  
 اور جس کے حقیقت کشد کا سیکڑی گورنمنٹ آف انڈیا کے سیکرٹری کے نام ۱۱ دسمبر ۱۹۵۸ء کو ایک سرکاری مراسلے میں لکھا ہے :

”مفت جعفر زین لوگوں کے پہلے جانے کے بعد حکومت کو قیام امن میں کافی سہولت ہو رہی ہے۔ فیروز شاہ، انگریز شاہ مولوی فضل حق جہادی حکومت کا دشمن جاں ہے، حالانکہ حکومت نے اسے اور اس کے اتباع کو اعلیٰ مناسب عطا کیے تھے۔“

(مولانا فضل حق خیر آبادی اور سیستانوں۔ ص ۱۸۸-۱۸۹)  
 بہادر شاہ ظفر سے مفت مولانا فضل حق کی ملاقاتوں کا مقصد جنگ آزادی کو مزید بڑھا کر انہوں نے بادشاہ کو فعال کرنے کی کوشش کی مجاہدین کی سرپرستی کی اہمیت بتائی اور درجہ مناسب مشورے دیئے :

”... ان حالات میں تحریک کی کامیابی کے امکانات کا احاطہ جانا لازمی ہے۔ مولانا نے اس باجم مسئلے پر پہلے دن سے توجہ دی اور بہادر شاہ سے اپنی پہلی ملاقات میں اس پر زور دیا کہ مجاہدین کی مدد پر اور سلامتی رسد سے ملنا نہایت ضروری ہے۔ حکیم احسن اللہ خاں نے لکھا ہے کہ مولوی صاحب جب بھی بادشاہ سے ملنے، بادشاہ کو مشورہ دیتے کہ جنگ کے مسئلے میں، عایا کی تحت افراتی

کریں اور ان کے ساتھ باہر (محاویر) نکلیں اور دستوں کو جس حد تک ممکن ہو  
بہتر معائنہ دیں۔" (میموئرز - ص ۲۳۰-۲۳۱)

(بحوالہ فضل حق غیر آبادی اور سن ستاون، ص ۹۰)

علامہ فضل حق نے صرف مہاراجا اور بہت خاں سے ملنے اور انہیں مشورہ دینے ہی پرکتھا  
نہیں کیا بلکہ شاہ نے جرنلنگ کو نسل تشکیل دی تھی۔ علامہ اس کے بھی بڑے اہم آدمی تھے۔  
تسید مہاراجا شاہ و محمد خان ضد وطنی کا کوڑا لیا تھا، کا بیان ہے کہ شاہ نے  
جنرل بہت خاں مولوی سرفراز علی اور مولوی فضل حق پر مشتمل ایک کنگ کو نسل  
تشکیل دی تھی مہاراجا شاہ ہی نے ایک بلکہ اس کو بری کو نسل بھی لکھا ہے؟

### THE GREAT REFORMATION OF 1957

(اداکٹر سید مصیبت الحق - ص ۱۲۰-۱۲۱)

سوویت یونین کی سائنس اکیڈمی کے ادارہ علوم خرقہ کی ایک ممتاز ذہنی مایہ پرور سکول  
ایک مضمون میں لکھتی ہیں،

"مولانا فضل حق، المر تشریف لائے جہاں انہوں نے انگریزوں کے  
خلافت ایک مسلح بغاوت کا پرچار کیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ زمیندار جو برطانوی  
حکومت سے مطمئن نہیں ہیں، اس کی بنیاد پر طاقت ہوں گے، وہ انہوں نے  
کے معاصرین اور ان کے مورخ نگاروں نے اس کے بہت سے خطوط کا ذکر کیا  
ہے جو انہوں نے مختلف ریاستوں کے حکمرانوں کو لکھے تھے۔ انہوں نے بڑا نیہ  
کے خلافت ایک مسلح بغاوت کا پیغام دیا تھا۔ بغاوت کے نمائندے میں مولانا  
انگریزوں کے مخالفوں کی صف میں تھے۔ . . . . . مولانا فضل حق غیر آبادی  
کے سماجی اور سیاسی نظریات سامراجی حکومتی کے برعکس سے ملک کو متحد کرنے  
کی اس فراہم کے آئینہ دار تھے جو پوری قوم کے سینے میں پروان چڑھ رہی تھی۔"



اس حیثیت سے ان کی جملہ سرگرمیاں ہندوستان کے قومی معشا و کو چورا  
کرتی تھیں۔" (پندرہ روزہ مسوویت دس دہلی، ۱۰ مارچ ۱۹۴۷ء)

(بکوالہ غالب نام آؤم - ص ۱۱۶)

بکوالہ غزیرہ و محکم چو کو بسا دان زی

چو حسن مزی کو سہا تندرہ غلہ بیا کانت

ڈاکٹر مہدی حسین لکھتے ہیں،

"اگر جیون لال کے بیان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، تو مولوی فضل حق نے  
شاہی فوج کی کمان بھی کی ہے۔"

(سہیل و شفاء ندیم - ص ۳۹۱)

(بکوالہ فضل حق خیر آبادی اور سن ۱۹۵۲ء - ص ۵۱)

آغشتہ ایم ہر سر خار سے، خون دل

قانون باغبانی سحر آغشتہ ایم



جنگِ آزادی

کے

محافل کون؟

کہیں گرتی ہوئی دیواریں کہیں جھکتی پھٹیں

آپ کہتے ہیں تو یہ قصروں ہی ہوگا

جن لوگوں نے دوسروں کا کیا دھرا اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش میں قم سے  
 لگاں کھدائی شروع کر رکھی ہے۔ بتا رہے ہیں کہ ہائیے موقع پر جب دین من سکے  
 کوئی فیصلہ کن مرحلہ ملے گا۔ ان کا کردار کیا رہا ہے؟ تو حیرت انگیز انکشافات سامنے آتے ہیں۔  
 یہ درست ہے کہ ان جڑوں کے چھوٹے اب خرد تا دیر ساز ہیں، اور اس معاملے میں خود کشیل  
 ہوتے جا رہے ہیں یا نہیں اب اپنے قول سے باہر جھانکنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، مگر اس  
 طرح اڑھکیں بن کر لینے سے خطرات مل تو نہیں پایا کرتے۔ اپنی ذات میں کم ہونے کی اس غلط فہمی  
 سے حقائق کا شیر قانداغ نہیں ہو جاتا۔ واقعات کو گریہ کی تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انھیں  
 دہلوی اور سید احمد صاحبان انگریز کے دیوار پر سکھوں اور مسلمانوں سے جہاد کرتے ہیں اور  
 ان کے ساتھیوں نے زیادہ تر جنگ آزادی میں انگریزوں کا ساتھ دیا اور انگریز کے  
 خلاف جہاد حریت میں حصہ لینے والے وہی علمبردار تھے جو اسماعیل دہلوی کے مخالف  
 تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت تھی کے حقیقتے اور ایمان کی منہ  
 بستی۔ ہم ان حقائق کے رخ سے نقاب ہی نہ اٹھا سکیں تو ہماری کم ہمتی سے وہ نہ سچا بنایا  
 پھینکے کے لیے نہیں ہوتے۔

عشق ہی کے باغوں میں کچھ سکت نہیں ہی

وہ پیر ہی کیا ہے گوشہ نقاب ان کا

”جنگ کا شہسوار“ میں چوتھے جوش کے ساتھ اعترافوں کے خلاف جنگ میں ہندوئیوں کے سب کے سب علماء کرام شامل تھے جو عقیدہ حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسماعیل کے شدید ترین دشمن تھے اور جنہوں نے حضرت شاہ اسماعیل کے دین پرستی کی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی ہے۔ (حاشیہ مقالات سرسید، صفحہ شانویہم)  
(از محسن اسماعیل دانی پتی، ص ۲۵۲)

اس حقیقت کا اعتراف خود اہل حدیث حضرات کے ایک عظیم رہنما نواب علی حسن خاں نے اپنی تصنیف ”ترجمانِ دہلیہ“ میں یوں کیا ہے :

”نامہ صدر میں سواروں اور لشکروں نے بعض مولویوں کے نزدیک جہاد کے مسئلہ پر مہر کرائی۔ فتویٰ لکھتے جس نے انکار کر دیا اس کو مار ڈالا اور اس کا گھر لوٹ لیا۔ سو وہ مہر کرنے والے اور فتوے لکھنے والے بھی غالباً وہی لوگ تھے جو اہل سنت و اہل حدیث کو زبردستی دہلی نام رکھتے ہیں۔“

”ترجمانِ دہلیہ“ از نواب سیدی حسن خاں، ص ۵۵

اہل حدیث حضرات کے ایک بہت بڑے عالم دین مولوی محمد حسین شاہوی اپنی کتاب ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ میں لکھتے ہیں کہ تین مسلمانوں نے جب آزادی میں مصروف تھے، اور قرآن و حدیث کی رو سے مفسد، باغی اور جکڑ تھے۔ ان میں سے جو مل کر بکھلتے تھے وہ بھی قرآن و حدیث سے بے بہرہ، نا فہم اور بے سجد تھے۔

ان دہلیوں کے نزدیک قرآن و حدیث کی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ اعترافوں کی کاسہ لمسی کرو، ان کے انکیت کرنے پر ان کے مخالفوں سے جنگ کرو، ان سے صرف جہاد لوگوں کے خلاف فتوے دو۔ اعترافوں کے ہم زبان ہو کر مجاہدین کو مفسد، باغی اور جکڑ وار قرار دو اور حکومتِ اٹلشہ کے ساتھیوں کو مجاہدین قرار دو :

”مفسدہٴ مشرق میں ہر مسلمان شریک ہوتے تھے، وہ سخت گنہگار اور کجکلم قرآن و حدیث، وہ مفسد باطنی اور بدکردار تھے، اکثر ان میں عوام کا انعام تھے، بعض جو خواص میں داخل کہلاتے تھے وہ بھی اصل میں (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا انہم وہ بے سمجھ یا خبر اور گنہگار علماء اس میں بزرگوار شریک نہیں ہوتے۔“ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد، ص ۴۹)

محمد میاں صاحب ناظم جمعیت علماء ہند کا احترام ماننا یہ کہنے کے وہابی تحریک، جس کا مرکز صادق پور تھا، تحریک آزادی کی مخالفت تھی۔

”دوسری تنظیم جو اس تحریک کے زمانے میں موجود تھی وہ تنظیم ہے جس کو وہابی تحریک کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے جس کا مرکز صادق پور تھا، یہ تنظیم ہمیشہ تنظیم تحریک سے الگ رہی، بلکہ اگر مولانا عبدالرحیم صاحب مصنف الذرائع الشریعہ کا قول میں تسلیم کر لیا جائے تو یہ تنظیم ۱۸۵۷ء کی تحریک کی مخالفت رہی۔“

(علماء ہند کا شاندار ماضی، جلد چہارم ص ۱۱۳)

دیوبندی حضرات، اسماعیل، عبوی کے مخالفوں کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں اور اپنی رحم و لگنورمنٹ کی خوشامد میں کیا زبان استعمال کرتے ہیں، وہ خط فرمائیے، بعض کے سروں پر بوت کیسل رہی تھی، انہوں نے کیسل، انگریزی حکومت، کے امن و عافیت کا نام، قدر کی ننگاؤں سے نہ دیکھا اور اپنی رحم و لگنورمنٹ کے سامنے علم و شوق کا علم قیام کیا؟

(تذکرۃ الارشید، حصہ اول، از عاشق الہی مدنی ص ۷۳)

مشابہہ کوڑو کانٹوں کی جھبک بھی نہیں  
منا ہے صحن گلستان میں پھولی کھلتے ہیں



# انگریزوں

کا

## ایک حاشیہ بردار

واقف نہیں تو اس کے لبوں کو کنٹرول نہ کیجھ  
الفاظ کو خضاب لگا کر غزل نہ کیجھ

اسماعیل دہلوی نے جس قسم کی محبت و محبت کا اظہار کیا تھا۔ اس کے بارے میں کچراش بات کر چکا ہوں۔ بفضلِ ذکر آگے آئے گا۔ اس محبت کی تکمیل کرنے والے ان کے جانشین سید فخر حسین دہلوی تھے۔

”مولانا شبیر داسماعیل دہلوی نے محبت و محبت کی دنیا و دنیا کی جتنی تکوین و تفسیر اس کے کہ آپ کی عمر صرف تیرہ برس کی ہوئی اور ایک مسندِ نواز آپ کا جہاد میں صرف ہوا۔ علمِ اعلیٰ میں اس کی فہم و فہم تھی کہ اس تجدد کو مہمل کرنے کے لیے ایک خاتم بھی آگے سے موجود ہے۔۔۔۔۔ اس جانشین سے ملا دہلوی مولانا سید فخر حسین“  
(”احیاء بعد الممات“ سوانح عمری بیان سید فخر حسین ص ۱۳۷)

”مجھے بھی انگریزوں کی وفاداری پر منتھو تھے۔ محبت و محبت کی تکمیل کرنے والے ان جانشین کے متعلق ان کے اپنے محمد صفر رضا دہلوی کے الفاظ دیکھیں۔“

”مولوی فخر حسین صاحبِ فہم دہلوی جو ایک نامی خیر خواہ و دولت مند شخصیت کے ہیں۔“ (کالانی: ص ۱۰۶)

انگریزوں کے ان نامی خیر خواہ کو جنگِ آزادی میں حصہ دلانے کی کوششوں کا ایک بیرونی ملاحظہ فرمائیے۔

”مولوی میاں تذیر حسین بن جواد علی ۱۰۰۰ نے ایک طرف تو جہاد کے فتوے پر دستخط کیے اور دوسری طرف انہوں نے ایک انگریز عورت کو جس کو ہندو دیوتا (جنگب آزادی، ۵۵ء، ۱۹۵۷ء) انصاف یوب قادری (ص ۹۴) اصل میں ہمارے ان دوستوں کی سمجھ میں سب سے زیادہ آتی تھی نہیں کہ کئی شخص مقامہ فضل حق غیر آبادی کی استقامت کا مظاہرہ بھی کر سکتا ہے، پرنگہ اس جنگ میں دلہا ہوں؟ کا کردار اچھا ہی قومی اور ملی مفاد کے خلاف تھا اس لیے وہ جنگ آبادی کے پیروں کے خلاف تو زبان کھرنے کے کئی دھنگ نکالتے ہیں اور اپنیوں کی حکمت کے انہماک کے لیے کسی جھڑپ نہیں قہیب ہے کہ میاں تذیر حسین تو جہاد کے فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کرتے ہیں (الحیاء بعدا نکالت، ص ۱۲۵)

اور پروفیسر محمد ارباب قادری صاحب فتوے پر ان کے دستخط ثابت کرتے ہیں، جس کے برعکس مقامہ فضل حق فتویٰ دیتے ہیں۔ حالات میں فتویٰ پر اسرار کرتے ہیں اور پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے فتویٰ دیا ہی نہیں۔ انہوں نے انگریز عورت کو پتا دینے کی بات بھی اس انداز سے کہی ہے جیسے انسانی مہدوی کے نزدیک سے ایسا کیا گیا ہو، حالانکہ تذیر حسین صاحب نے انگریزوں کی غرضداری کے لیے ایسا کیا تھا جس کے نتیجے میں انہیں مذہبی اور تقدیرات ملے۔ لیکن پروفیسر ارباب قادری صاحب ہی کی بات کیلئے مجھے غلام دول قمر بھوان سے بھی کئی قدم لگنے کیلئے گئے ہیں اور غلط بیانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میاں صاحب دستہ تذیر حسین دہلوی ہٹے اس کا صلہ کچھ نہیں دیا تھا، محض اسلامی فرض سمجھ کر انگریز خاتون کو پتا دیا تھی۔

”یہ صحیح ہے کہ میاں تذیر حسین مرحوم نے ایک انگریز عورت کو جو بچہ بس بڑی تھی اٹھا کر اپنے ہاں علاج کیا تھا، وہ تندرست ہو گئی اور اسے اس کی خوشی کے مطابق دہلی کا ماسرو کرنے والی انگریزی فریق کے کیپ میں بھی بچھا دیا گیا۔ مگر اس کا صلہ کچھ نہیں لیا تھا اور کیا تھا کہ یہ میرا اسلامی فرض تھا۔“



اب فداحق کی طرف بھی جہانک بھجئے اور یہ تو میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ وہ  
 کچھ کہوں گا، ان لوگوں کی اپنی کتابوں سے کہوں گے۔  
 سید نذیر حسین دہلوی کی سوانح عمری "الحیاء بعد الممات" مطبوعہ مکتبہ شیبہ مدینہ منورہ  
 کراچی میں ہے۔

"تین مہینوں کے بعد جب چوری طرح امن قائم ہو چکا، تب اس فوجی جہانم  
 کو جہاں بالکل تندرست اور توانا تھی ۱۰ انگریزی کیسپ میں پہنچا دیا، جس کے  
 صے میں صلیب ایک ہزار تین سو روپے اور مندرجہ ذیل سامان نکلیں گے۔  
 "الحیاء بعد الممات" از فضل حسین بہاری، ص ۱۲۷ :

فضل حسین بہاری کے علاوہ خود پرہیزگار محترمہ انبیا قادری نے بھی حیات سید محمد شہید  
 میں تسلیم کیا ہے کہ محدث اسماعیل کے اس تکمیل کنندہ، سلف و مفسر ہیں انگریزوں کی سندس  
 کو حیرت جاں بنائے رکھا۔

"میں نذیر حسین و فادار گورنمنٹ ٹھہرے اور کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا،  
 جب یہاں صاحب حج کو تشریف لے گئے تو کشمیر و بل کا خطہ ساتھ لے گئے۔  
 گورنمنٹ انٹیلیجنس کی طرف سے ۱۹۹۷ء کو شمس الملک کا خطاب ملا  
 "الحیات بعد الممات" ص ۱۸۱، ۱۸۰ :

(تذکرہ مجال از محمد انبیا قادری رحمۃ خیات سید محمد شہید مطبوعہ انیس ایشیائی کراچی ۱۹۹۷ء)  
 مولوی نذیر حسین صاحب کو فاداری کے جزو شیعہ کی علت عنایت ہوئے ان میں سے  
 ایک کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

"مولوی نذیر حسین دہلوی کے ایک بہت بڑے منقذ عالم ہیں جنہوں نے  
 فائیک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔  
 جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کے وہ دہلوی ہیں گئے وہ ال کو وہ دہلوی۔

کیونکہ وہ کامل طور سے اس حد کے مستثنیٰ ہیں،

و مستوطہ ہے ٹی ٹریٹنگ جنگل سرکس

(کنٹرولنگ و سپرٹنڈنٹ - ۱۰ اگست ۱۹۵۷ء)

(انجیو بعد الحماۃ سس ۱۴۰)

سنبھل کر پاؤں رکنا ایک دم میں شیخ جی صاحب

یہاں پہنچائی اچھلتی ہے، اسے مینا کہتے ہیں

جب علامہ فضل حق اور دوسرے علما، جن انگریزوں کے خلاف لڑتے تھے، وہاں پہنچے  
انگریز سرکار کی مدد سے ان کے خلاف لڑتے تھے۔ انجیو بعد الحماۃ میں انجیو وادی کے  
ساتھ مل کر وہاں انگریزوں کی کامیابی کا ذکر کیا گیا ہے۔

میر جانا بھی ضروری ہے کہ میں صاحب بھی (نور الحق میاں) کو فرسٹ

انجیو کے کیسے وفادار تھے۔ زمانہ ۱۹۵۷ء میں یہ لکھنے کے بعض مقتدر اور مشیر

معمول و مریوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دیا تو میں صاحب نے اس پر خط

نہیں دیا۔ وہ خود فرما تھے کہ یہاں جہاد نہیں ہو سکتا، وہ جہاد

نہیں ہو سکتا۔ حشرات الارض خاندانہ لڑائیوں نے تمام دلی کو غلبہ دیا ہے

نہیں ہو سکتا۔ جہاد کا یہاں جہاد بالکل مستحکم ہے، ہم نے تو اس فتویٰ پر

مختلفہ کیا ہے کہ اگر (انجیو بعد الحماۃ) مطبوعہ شعیب کراچی میں ۱۹۵۷ء

بات تو یہ ہے کہ آپ باتوں اور تحریروں سے جیسے کل بولے جا رہے ہیں،

کہ اگر وہ سب باتیں نقش بر آب اور صد بصورت ثابت ہوں گی۔

میرت نہ ہو تو عارض و رخسار سب غلط

خوشنویسی تو پھر لفظ رنگ رہ گیا

اسماعیل دہلوی کا سیاسی کردار

انگریزوں

کے ساتھ تعلقات

مجھے انکار و صل غیر رکپوں کرنے شک گزے  
زباں کچھ اور بولتے پیرہن کچھ اور کہتی ہے

آج کل کچھ لوگوں نے بالائے التزام یہ کہنا اور لکھنا شروع کر دیا ہے کہ نیا احمد دہلوی اہل  
اسماعیل دہلوی کی تحریک مجاہدین کا اصل مقصد انگریزوں کی مخالفت تھا اور وہ ہماری  
جنگ آزادی کے ممتاز سپرد ہیں ۔

کیونکہ حقیقتوں کا پتہ چل سکے کہ لوگ

ملنے میں اپنے آپ سے بھی اڑھ کر نکلے

اس باب میں اس دعویٰ کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کی گئی ہے :

”اس زمانہ میں بعض حضرات یہ کہنے لگے ہیں کہ دراصل نیا احمد شہید کا

مقصد انگریزوں سے تیار کرنا تھا، مسکھ تو ویسے ہی وہ میدان میں آگئے ۔“

پھر اگر مسکھ آزادی وطن کے جہاد میں حضرت سید احمد شہید کا ساتھ دینے کے

لیے تیار ہو جائے تو خود ان سے نرم و پیاکار کی کوئی وجہ نہ ملتی یا مسکھوں کا شیخ

ہونے کے بعد حضرت شہید کا بچت اور انگریزوں سے تیار کا ساتھ ملنا مقصد

ہے کہ ان عینوں بیانات کا کوئی حقیقی ثبوت موجود نہیں اور ان کی بدستوری

ہے کہ ہرگز ہرگز حضرت کا ان اور انگریزوں سے جہاد کا نہ تھا، مگر ایسا نہ ہوتا تو سرحد

(جو حضرت شہید کے سب سے قریب آباد تھا) آپ صوبوں کا ذکر کرتے ۔“

(معاذہ تعالیٰ) سرحدی حضرت شہید کا ہم انگریزوں کا برا بھلا نہیں کہتا، جس میں (۲)

سر سید احمد خاں کا مضمون ڈاکٹر سٹریکی غلط فہمیوں کا ازالہ مقالات سر سید احمد خاں کے صفحہ ۲۰۴ تا ۲۰۵ پر پھیلا ہوا ہے جس میں انہوں نے دلائل و براہین کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کی تحریک کا انگریزی حکومت کی مخالفت سے دو گنا بھی واسطہ نہ تھا، بلکہ یہ لوگ انگریزوں کے ایما پر مسکھوں سے لڑنے کے لیے نکلے تھے مضمون کے آخر میں مقالات سر سید کے مرتب نے سادہ سادگی میں لکھا ہے :

”سر سید نے اس مضمون میں یہ بات بار بار لکھی ہے کہ حضرت سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید انگریزی حکومت کے ہرگز ہرگز مخالف نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا، سر سید کے اس بیان کی تائید متعدد مورخین نے بھی کی ہے، چنانچہ ذاب صدیقی حسن خاں نے ترجمان و ماہیہ خبر اور تیسرے صفحہ ۲۱ اور ۲۲ پر نیز سوانح احمدی، مولفہ مولوی محمد یوسف صاحب سرفراہی میں مقامات پر اسی طرح حضرت شاہ اسماعیل شہید کی سوانح مرسوم بہ جہاد چلیبیہ کے صفحات ۱۵۹، ۲۹۲، ۲۹۳ پر بھی اسی خیال کو پیش کیا گیا ہے۔“

(مقالات سر سید، حصہ ختم، ص ۲۰۴)

خود ان لوگوں کے رسائل الفرقان، نثار، امیل صاحب پراک خاص خبر شائع کیا تو اس میں بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہی ہیں :

”مشہور یہ ہے کہ آپ نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں کیا بلکہ کلکتہ پائین میں ان کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض بعض موقعوں پر آپ کی امداد بھی کی۔“

(الفرقان، شبہ نمبر ۱۳۵، ص ۷۶)

۷۔ ترشاد می نہائی بہرکہ ہودی اشب

کہ منہد چشم مست اثر غبار واد

سرسید احمد خاں اس تحریک اور آزادی کی تحریک کے نڈے کے آدمی تھے، وہ کہتے ہیں کہ سامعین و عمومی صاحب نے اثنائے وعظ میں انگریزوں کے خلاف کے ایک متفق کے جواب میں فرمایا کہ ان کے مذہب کی دوسری بات ان پر فرض ہے کہ وہ انگریزوں کے خلاف کبھی جہاد میں شریک نہ ہوں۔ یہ کوئی خاص مذہب معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ برحق نے تو اس قسم کی کوئی تصریح نہیں لگائی،

اثنائے وعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے۔ وہ بھی تو کافر ہیں اس کے جواب میں مولوی محمد امین صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ افیت نہیں ہوتی اور جو کچھ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لیے ہم پر اپنے مذہب کی دوسری بات فرض ہے کہ انگریزوں کی جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہیں ہوں پس اس زمانہ میں ہمارے مسلح مسلمان اور بے شمار سامعین جنگ کا ذخیرہ سمجھتے ہیں جہاد کرنے کے واسطے ہندوستان میں جمع ہو گیا۔

(ملاحظات سرسید، حصہ نہم از سرسید احمد خاں ص ۱۴۲)

اس کے بعد سرسید نے کشن اور بمبھڑٹ کی اطلاع پر گورنمنٹ کا فیصلہ بتایا ہے کہ ان سے تعزیریں دیکھا جائے، کیونکہ ان کا ارادہ کچھ گورنمنٹ انگریزی کے متصادف کے خلاف نہیں ہے۔ آپرل کے تاریخ ساز سرسید پر تعزیریں ہوتے ہیں کہ وہ انگریز سے مسلمانوں کے تعلقات بحال کرنے کے اندمہ تھے اس لیے اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اور تحریک جہادین حقیقی اور غلطی کے ہی خلاف، لیکن آپ نے یہ کہہ سکتے ہیں کہ سید احمد اور سامعین صاحبان کے مذہب سے پہلے تاریخ اور مانتی جعفر قضا عیسوی صاحب بھی اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں۔

طاقت بر غرہ - تن از گورنمنٹ کم زمانہ  
خلق پندار و نہ میزادست صحت افتاد است

نہ بھی صحیح روایت ہے کہ اٹھائے قیام گھنٹہ میں جب ایک نورانا علمائے اہل  
شہید و مظلوم ہے جسے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکارِ انگریزی پر  
جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ اسی بے حد  
رایا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔

(سوانح احمدی، مطبوعہ صفاروقی، دہلی، ص ۷۲)

انہی محمد بن محمد تھانیسری صاحب کے حوالے سے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں،

مولوی محمد بن محمد تھانیسری جنہیں دہلیوں کے متعدد سازشیں میں جس دوام  
بہودہ دینے شہر کی سزا ہوئی تھی اپنی کتاب سوانح احمدی میں لکھتے ہیں جب  
آپ سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جاتے تھے کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا  
کہ اچھی دود سکھوں پر جہاد کرنے کو کیوں جانتے ہو، انگریز جو اس ملک پر مالک ہیں،  
وہ دین اسلام کے کیا منکر نہیں ہیں؟ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کے ملک  
ہندوستان نے لایا یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار مہلتے گا۔۔۔۔  
سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم باوجود شہادت نہیں کرنا چاہتے۔۔۔  
انگریزوں کا نہ سکھوں کا ملک لینا ہمارا مقصد ہے۔۔۔۔ سرکارِ انگریزی کو منکر  
اسلام ہے، مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعذیب نہیں کرتی اور ان کو قرآن مذہبی اور  
عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ (سراج کوثر، ص ۲۰)

چونکہ تھانیسری صاحب کی کتاب میں یہ بیسیوں مقالات پر اس قسم کی کئی کئی باتیں ان کے  
قلم سے نکل گئی ہیں اور اس وقت وہ انگریز کی وقار داری کو نفوذِ مہابت سمجھتے تھے اس لیے آپ کے  
معتقدین ان پر بھی دوح گئی کہ انہیں لگانے سے نہیں بچ سکتے اس قسم کے پروپیگنڈے کے خلاف قانون  
میں سے کئی حضرات شایعہ جعفر صاحب کو کوئی نام معصوم سمجھتے ہوں ان کی اس قطعاً غلطی کو رفع کرنے  
کی خاطر محرم کرب مجاہدین کے نام لیاؤں گی تحریر میں ہیں سے جعفر صاحب اور ان کی کتاب

”سوانح احمدی“ کی حیثیت کے بارے میں چند آثار ملاحظہ ہوں،  
 ”سوانح احمدی“ مطبوعہ صوفی کمپنی کے متعلق جناب مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں،  
 ”اس میں حضرت سید صاحب کے حالات زندگی بہاؤ دار تعلیمات کا خلاصہ  
 وضع ہے۔ یہ اردو زبان میں سید شہید کی سب سے پہلی مرتبہ میرت ہے۔  
 تیار کئے نام تواریخ عجیب ہے۔“

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک - ص ۷۲)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۱ پر لکھا ہے کہ ”معنف سید صاحب کی مجاہدت سے خاص  
 تعلق رکھتے ہیں۔“

”سوانح احمدی“ کے بارے میں غلام رسول قہر خویہ لکھتے پرمحمد ہیں،  
 ”اردو زبان میں سید صاحب کے متعلق یہ پہلی کتاب ہے۔“  
 (سید احمد شہید از غلام رسول قہر خویہ ص ۱۲)

چند اور آثار ملاحظہ ہوں،

”سوانح احمدی“ اور تواریخ عجیب اردو کی پہلی کتاب سید صاحب کے حالات  
 میں مقبول و مشہور ہے جس سے سید صاحب کے حالات کی بہت اشاعت ہوئی؟

(”میرت سید احمد شہید از ابوالحسن علی ندوی“ ص ۸)

مولوی محمد صفر خانیسری حضرت سید صاحب کے شہسوار سوانح نگار ہیں،

(”نقش حیات“ از حسین احمد مدنی، ص ۲۱۸)

مولوی محمد صفر خانیسری سید احمد شہید کی تحریک بہادری کے خاص رنگین اور

بڑے رازدار تھے۔

(مضمون ”جواہر نظامان و تنویر“ میں مسلمانوں کی علمی خدمات)

(از پروفیسر محمد انیسب قادری، رسالہ ”اردو کراچی“ ص ۷۸)



مولوی محمد جعفر تھانیسری تحریر کیا جبکہ واسطیہ کے ایک نمبر شخص تھے۔

(مضمون پر پروفیسر محمد اتاب قادری اور اہل حدیث ازمینہ میں اسرار)

(ہفت روزہ "اسلام" لاہور ۱۵ اگست ۱۹۷۷ء)

تھانیسری صاحب کے وہابی ہونے کے لحاظ سے ان کے ساتھ ہرگز ان کو سمجھنا صحیح نہیں سمجھا جاتا ہے، لیکن انگریزوں کی کامیابی کے متعلق متحرک کیا ہوا دین کے بڑوں کے اختلافات تھانیسری صاحب کے قلم سے کچھ نہ تو تسلیم جھکا نے میں تعجب نہیں ہے۔

"مولوی جعفر تھانیسری سید صاحب کے خاص مقتدرین سے وابستہ تھے

اس وابستگی کے باعث انہوں نے غوثانہ انگلیش اخبار "گھبار دلیا اور کرم دیش

اشعار سال کا سہ ہائیوں میں ہر ایک کے الگ کی قرائنوں کے سامنے ہر شخص کی گئی

اسرائیل جیکس جانی چاہیے" (سید احمد شہید از نظام رحول قہر، ص ۲۵۸)

"یہ کتاب حیات سید احمد شہید" حضرت سید احمد شہید کے خاص متبع جعفر

تھانیسری کی تصنیف ہے۔۔۔۔۔ یہ کتاب غیر ضروری ہے کہ اس کتاب کی اہمیت

کیا ہے، ہر لحاظ سے مہاجر کے دل کی وہ طرح سنائی دیتی ہے۔

(پیش لفظ حیات سید احمد شہید از محمد اقبال سلیم گامندی)

(مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۲)

"سوانح احمدی سید صاحب کے حالات میں سب سے پہلی کتاب ہے

جو مزید طبع سے آراستہ ہوئی اور اس موضوع پر دوسری کتابوں کے لیے بنیادی مواد

ثابت ہوئی۔۔۔۔۔ اس میں ان کی سپاہیانہ زندگی اور مہاجرۃ سرگرمیوں کا بیان ہے

اور تمام معرکوں کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے ہر شخص کو غیر سے پیش آئے تھے

(منہ حیات سید احمد شہید از محمد اقرب قادری ص ۲۴)

یہاں وغیرہ سے پروفیسر صاحب کی ملازمہ کے اہل اسلام میں ایسی لفظ کے ارقام

میں اسہام کا التزام ہوں، ردِ کار کیا ہے کہ لوگ اس سے انگریز بھی ملو، چنانچہ میں خود کوئی صبح نہ ہو،  
ہاں کہ جعفر صاحب اپنی کتاب کے مندرجات کے دست ہونے کے متعلق خود کیا  
کہتے ہیں، یہ بھی دیکھنا چاہیے۔

”میں نے اس کتاب (سوانح احمدی، تواریخ علیہ) کو بڑے دست باز  
لوگوں کے مستند و محرموں سے نقل کیا ہے، انہوں نے ان واقعات کو غور و کجا  
میرے نزدیک اس کتاب کی روایت میں درج کرتے، مبالغہ کو کچھ غل نہیں؟  
(سوانح احمدی، مولف محمد جعفر خانی مسری، ص ۳۲)

(مطبوعہ صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی، منڈی بہاؤ الدین،)  
”جعفر خانی مسری نے اپنی کتاب سوانح احمدی کے فائدہ میں لکھا ہے  
”سید صاحب کے حالات میں میں سے زیادہ بڑے نقلی شری اعلانات ہیں کہ سید  
کی مخالفت کرتے ذکر ہے۔ اور ہر صاحب نے اپنی کتاب سید احمد شہید کے  
۲۴ ویں باب میں جامع الشرائع امام کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جہاں میں  
کفار و فاسق سے بھی مدد مل سکتی ہے، غیر مسلم دشمن کے مقابلے میں غیر مسلم  
معاہدہ کو فریق بنایا۔ (سید احمد شہید کی صحیح تصویر انڈیا احمد مسعود، ص ۱۱۷)  
جعفر صاحب نے دلائل کے جوش میں سید صاحب اور اسماعیل صاحب کو بہت برا  
ثبات کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، حتیٰ کہ مشہور مؤرخ رئیس احمد مسری کو ان کی  
”باب داری پر کمان پڑا۔

”کتاب (تاریخ حبیب، کالانی، بڑی دلچسپ ہے اور بڑے عمدہ فیض  
احوال و حوادث پر مشتمل ہے، لیکن اس میں ایک بڑی کمی بھی ہے مولانا نے  
سید کو لکھا ہے، لیکن واقعات سے نڈال کے ذکر سے بالکل گریز کیا ہے۔۔۔۔۔  
حق بات یہ ہے کہ مولانا پرانا اور نخریکہ دلائل کا جوش اس قدر ناپاں غالب

خفا کہ وہ لٹھے اور اپنی خمریک کے سوا کسی اور چیز کا ذکر نہیں کرتے تھے  
 اگر انہوں نے کانے پانی کے دوسرے بلند مرتبہ اور اعلیٰ مقام ہسین کا ذکر کیا  
 ہوتا تو اس کتاب کی افادیت اور ابیت بہت زیادہ ہوتی۔

(نہاد و شاہ ظفر اور ان کا عہد: صفحہ آخر)

و ابیت کے اس عرش میں انہوں نے جس قدر خفا کیا ہے، جتنا اپنے منہ میں کوڑھ چڑھا  
 بیان کیا ہے، اس سے قلع نظر سراج احمدی اور کتبہات سید احمد شہید میں جس قدر چچی آئیں گی انہی  
 قلم سے نکلے گی، یہ انہیں بھی ان کے غلات برداشت نہیں کر سکتے اور اب جفر صاحب کی یہ حالت ہے کہ :

دخا ہی ملاذ وصال صنم

دراہر کے ہے ذرا دھر کے رہے

پہلے ہونے میں گنہ گری سے کام لے کر وہ تاریخ کے گناہگار بنے اور ایک آدھ چھانقرو بائیر لکھ کر اپنے  
 پیر قدوں کی کشتی نام طرزی کا دعوت دینے۔ قَاغَتْ جُنْدَا يَا اَوَّلِي الْاَبْصَارِ۔

اب وہ حلقہ فرط بچے کا اظہار یوں کے غلات جہاد کرنے کے شاہ اسماعیل کے فتوے  
 کے اندراج پر سر سید احمد خاں اور جفر خاں میسرے تو اپنی قوم کے معتق ہوئے تھے، لیکن اس کی  
 کیا بات کہ اسماعیل دہلوی کو نہایت شہید اور علامہ فضل حق کو نوبی منطقی، لکھنے والا مرزا حیرت  
 دہلوی بھی اس واقعے کی تصدیق کرتا ہے اور زیادہ واضح الفاظ میں کہ انگریز کے دشمن کو بہادر شہید  
 نے اپنا دشمن قرار دیا تھا، یہ اداوات ہے کہ آج کے دانشور اس حرکت پر مرزا حیرت دہلوی کو  
 ”جسوقوں کا بادشاہ قرار دیتے ہیں۔“

یاد تیرے راز دہاں تھے، بڑے معتبر تھے

کچھ نیم آستانے، کچھ بے خبر تھے

”لکھتے ہیں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا دھواں فرمایا شروع کیا  
 اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ

انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے، آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں، ایک قرآن کی حریت میں، دوسرے ہمارے مذہبی امان کے ادا کرنے میں، دوسرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ جس ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے، بلکہ ان پر کوئی حملہ اور جہاد مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں۔ اپنی گورنمنٹ پر کئی دہائیوں میں، درحقیقت غارتگری اور تباہی میں ۱۸۵۷ء کے فوجی بغاوت کے بعد یہ وہ کتاب ہے جس کو پہلے ان لوگوں نے مستند اور مفید کتاب قرار دیا تھا۔

”دوسری کتاب مرزا حیرت مرحوم کی حیات غنیہ ہے جو شاہ اسماعیل کی نہایت مبسوط سوانح عمری ہے، (المفوق، شہید نمبر ۵۵، ص ۵۱) جعفر تھامسری اور مرزا حیرت دہلوی نے اپنے ممدوحین کو جتنا سفارش میں اپنی عاقبت خراب کر لی، بہت کچھ کیا ہے

کیا کچھ کیا نہ خود کو چھپانے کے واسطے

عربانیوں کا دڑھ لیا سٹال کی طرح

لیکن انگریزوں سے سید اسماعیل کی وفاداری کہیں نہ کہیں ان دونوں کے قلم سے جھلک ہی پڑی تھی۔ یہ مجھ میں صاحب ناظم جمعیت علماء ہند کہتے ہیں کہ انگریز کے فلکبند انتظام سے بچنے کے لیے ہم پہلے یہ کہتے رہے ہیں کہ یہ مجاہد انگریز کے مخالف نہیں تھے (استقامت، استقلال، حجت، جرات اور حق گوئی کی داد دیکھتے)

”دوسری طرف سید صاحب کے دو مانتے ملے جن کو وہابی کہا جاتا تھا جب تقریباً نصف صدی تک انگریزی اقتدار سے ٹکراتے رہنے کے بعد چکنا چور ہو گئے اور مجبوراً ان کو اپنی شکست تسلیم کرنا پڑی تو عوام کے ہنگامہ کاروں نے انہوں نے مجاہدین متاخرہ کی جگہ مسافرانی اور سالوں اور مفسدوں کی شاعت سے بچنے دیا، مگر انگریز کے فلکبند انتظام سے بچنے کے لیے لامحالہ ان کو یہ ثابت کرنا پڑا

کرئید صاحب اور آپ کے ساتھی انگریزی حکومت کے دفاع کرتے اور ان کی بجائے  
مرگرمیاں صرف ہندو حکومت کے خلاف تھیں۔۔۔ چنانچہ اس موسم ہند کا یہ فتنہ  
سوانح احمدی ص ۱۵ میں ملتی قلم سے لکھا گیا ہے: ”ذبا سمر کا یہ انگریزی قیامت دایم و  
نہ بیج راہ تہ زحمت کر اندر علیا او استیم و کما یقش از مظالم ہرا“۔

(معارف ہند کاشا ذرا ضعیف، جلد دوم، ص ۲۸۲)

بھتی بی تو جہو کرئید احمد اور اسماعیل دہلوی نے انگریزی اقتدار کے خلاف وہ کون سا  
غیر ملاتھا جس کو کم انگریز کے لئے آج تک چھپاتے رہے ہوا وہ اب اس بار کو پشت از کام کہتے  
ہو۔ پھر یہ نصف صدی تک انگریزی اقتدار سے نکلنے سمیت کی جہاد مل قیامت ہے لیکن مقتدی  
کے قیامت پر موزوں کب ہے ہم پچاس برس تک کی بات کرتے ہو میں کہتا ہوں کسی ایک لمحے کی  
بات کرو، جب انہوں نے انگریزی اقتدار سے نکلنے کی خواہش ظاہر کیا ہو وہ ہلے تو اسے  
کہتے ہیں کہ کم کو زیادہ بتایا جاسکتا، لیکن حقائق کی بات کہنے کو کیا کہتے ہیں۔

۱۔ کوئی مسئلہ ذکر ہم بہت لائیں کیا

مقتدر دہلوی میڈر سید ذریعہ دہلوی کی سوانح عمری میں اس تحریک مہاجرین کی اصلیت  
کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

”آپ داسما میل دہلوی، اپنے شیخ طاہریت سید احمد صاحب کو کام تسلیم  
کر کے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کے لیے پنجاب پہنچے مگر غرضت نوشی  
نے بھی آپ کے اس ارادے میں کسی طرح کی مزاحمت یا پیچیدگی پیدا نہیں کی۔“

(الحیات بعد الممات ص ۲۰۲)

ہاں یکھئے کہ نواب صدیق حسن خاں اس تحریک کو کہا گروائے ہیں اور ان کی انگریز دوستی کے  
متعلق کیا کہتے ہیں، مگر پہلے نواب صاحب کے متعلق غلام رسول تبرکی رائے ملاحظہ فرمائیں،  
”نواب صاحب مریم نے سید صاحب کا ذکر مختلف کتابوں میں کیا ہے۔۔۔“

پھر غلاب کا تعلق فرزندِ ایمان ٹوک اور اسے اسید صاحب سے بھی برا بھلا کہہ کر  
اس سے انہیں سید صاحب کے خاصے حالات معلوم ہوں گے (پیشہ شہید: ص ۱۳)  
غلاب صوبی حسن خاں اس بات کی پُر زور اور جہاں کی تردید کرتے ہیں کہ مختصر کیا یہ عجیب ہیں  
دلے، انگریزوں کے خلاف تھے،

”خدا انہوں نے سرکارِ انگریز سے کبھی جہاد کیا اور نہ ہندوستان میں جہاد کا کوئی  
جہاد کا کلیسا... اسی طرح جو قسطنطین سید احمد شاہ صاحب بریلوی اور ان کے  
مریدوں کا ہے۔ اس میں کہیں بھی ذکرِ دُعاؤں کے نہیں ہے اور نہ مسئلہ دُعا: یا علیا  
ہے...“ تقریباً ایمان خزانہ مولوی اسماعیل دہلوی ہے اس میں ذکرِ دُعا سب و  
بہجت کا ہے۔ کہیں دُعاؤں کا ذکر نہ ملتا ہے جتنا بھی نہیں... اگر ختم نہ  
ساری کتابوں کو جمع فرما کر ملا کر دیکھ کر لے گی، تو کسی کتاب میں ان کتب سے مسئلہ دُعا  
کا یا بغاوت کا سرکارِ بخششیت یا فساد سکھانے کی کوئی بات نہ پڑے گی۔“  
(”زیرِ جہان دہلیہ“ ص ۵۲، ۵۱)

۷۔ کرشمہ گرم سوال است۔ لب مکن رنجہ  
کہ احتیاط ہے پر سیدانِ تریانی نیست  
ایک اور مشہور دہلی کا اعتراض ملاحظہ فرمائیے اور سوچئے کہ یہ کیسے کہیں کہ دشنام طرازی کا  
دفع بناتے رہیں گے۔ ان کی ترسانہ کتابوں میں یہ حقیقت کسی عجیب طرح اُبھرائی ہے،  
”سید صاحب، مولوی اسماعیل صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرتے  
کا اولاد نہیں کیا اور مولوی اسماعیل صاحب نے محکمہ میں اپنی مجلس و محفل میں یہ  
کہہ دیا کہ ہم کو انگریزوں سے جہاد کرنا یا تو نہیں؟“

(اشاعت السنۃ، از مولوی محمد حسین بٹالوی،

پہلے تو سب لوگ یہ حقیقت غماز کرتے تھے کہ سید احمد اور شاہ اسماعیل انگریزوں کے وفادار اور ایکٹ تھے، مگر اب بنی مہار پر فضل حق اور ان کے شاگردوں سے شکست کھانے کے بعد سیاسی طور پر مذکورہ بالا دونوں مجاہدوں کو لیڈر بنانے کی خواہش کی جا رہی ہے اس واقعے کا اعتراف ملاحظہ کیجئے :

”حضرت کی شہادت کے بعد جو حالات پیدا ہوئے .... اس وقت کے میں جو  
 کہ میں حضرت شہید اور ان کے مقاصد پر کبھی نہیں ان میں اس کو بار بار ثابت کیا  
 گیا کہ انگریزوں کے خلاف حضرت سید احمد شہید نے کوئی حرکت نہیں کی۔“  
 ”مختصر یہ کہ یہ لوگ قیمتی سرمایہ زچہ ہیں لفظ مکتوبات سید احمد شہید  
 (از محمد اقبال سلیم گامہندی - ص ۴)

سر سید نے ایک اور میلے سے انگریزوں سے ان حضرات کی ترغیب دہانی کی وضاحت کی ہے :

”وہ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کو گورنمنٹ انگریزی کی حفاظت میں  
 چھوڑ گئے تھے اور ان کے مذہب میں اپنے بال بچوں کے مخالفوں پر حملہ کرنا  
 نہایت ممنوع ہے۔“ (مقتالات سر سید صفحہ ۴۸ ص ۱۴۸)

مسعود عالم ندوی صاحب اس تحریر مجاہدین کو ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک  
 سمجھتے ہیں لیکن اس بات کو ماننے پر مجبور ہیں کہ انگریزی حکومت کی پالیسی کے مطابق ان  
 مجاہدوں نے ہسکتوں سے جنگ لڑی، ملاحظہ کیجئے :

”اُس وقت کشمیر کے راجہ لالہ گلاب سنگھ اور مجاہدین کے درمیان جنگ بھری  
 تھی، راجہ کو شکست ہوئی اور اس نے انگریزوں کے ہاتھ میں جا کر چاہ لی پولس  
 وقت تک پنجاب پرتہ امن جو چکے تھے حکومت مولانا دلائی علی کو اطلاع دی  
 کہ اب گلاب سنگھ پر حملہ خود انگریزی حکومت سے لڑائی مول لینا ہوگا۔“

حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ مجاہدین کے ذریعے سکھوں کو طاقت دی جاتے ہیں  
لیے شروع شروع میں مجاہدین سے روک ٹوک نہیں کی گئی، لیکن پنجاب کا اکثریت  
انگریزوں کے قبضے میں آگیا، تو مجاہدین حکومت کی تلاء میں کھٹنے لگے، مجاہدین  
بھی خواہ مخواہ حکومت سے خبردار نہ ہر ناخلاف مصلحت سمجھتے تھے۔

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، از مسعود عالم ندوی، ص ۵۵، ۵۶)  
اندر اہل کرم اس اقتباس کو بار بار پڑھیے، کتنی مسائل اس میں حل ہو گئے ہیں، جب پنجاب  
پر انگریز قابض ہو جاتے ہیں، تو رام گلاب سنگھ پر حملے سے مجاہدین کو روک دیتے ہیں۔  
شروع شروع میں مجاہدین سے روک ٹوک نہیں کی گئی۔ انگریز مجاہدین کے ہاتھوں سکھوں  
کی طاقت توڑنا چاہتے تھے اور مجاہدین ان کی یہ ٹوٹی انجام دے رہے تھے اور مجاہدین کھڑکیک  
حکومت انگلیش سے خبردار نہ ہوا، خواہ مخواہ ہمیں تلاء اور خلاف مصلحت بھی، اللہ اکبر!  
اب ان لوگوں کے ہاتھوں حبید اللہ سندھی صاحب کا جو حال ہو گیا، اور تو بہر حال یہی  
ہو گا، مگر انہوں نے جماعت مجاہدین کا گورا، انگریزی حکومت کے تان و نقشے پر قرا دیا ہے  
دیجئے لیجئے!

ایک دفعہ میں سرحد پاریز کے مقام پر گیا۔۔۔۔۔ میں اس امید  
میں کہ شاید سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی جماعت مجاہدین میں  
زندگی کی کوئی کرن دکھائی دے، اور صرچل ویا۔ وہاں پہنچ کر جو کچھ میں نے دیکھا  
وہ حدود جہانسونگ اور قابل رحم تھا، وہاں کچھ کرکے معلوم ہوا کہ وہ جماعت  
جو مجاہدین کے نام نامی سے یاد کی جاتی ہے، مکس ٹری حالت میں ہے اور  
اس کی گورن اور اس کی زندگی کس طرح مایوسانہ و عبا القیوم نماں کی طاقت  
سے انگریزی حکومت کی رہیں منت ہے۔



حضرات گرامی قدر! آپ نے کسی یہ دیکھ کر حالات و واقعات سامنے ہوں،  
 متعلقہ لوگوں کی اپنی تحریریں، تاریخ کی کتابیں، متعلقہ لوگوں کے مضمونوں کی مشہور ترین  
 سامنے ہوں، آپ انہیں مسلمات بھی سمجھیں، مگر ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ ہمارے خیال میں یہ  
 واقعات درست نہیں۔ انگریزوں کی مخالفت کا اسماعیل دستگیر احمد کے اقوال و حالات  
 میں کہیں ذکر نہیں، اس کا انہیں بھی اعتراف ہے۔ انگریزوں سے ان کی مصالحت کو  
 آپ مسلمات میں سے سمجھتے ہیں، لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ وہ اصل میں انگریزوں کے خلاف  
 ہی تھے، سبحان اللہ !

مشہور ہے کہ آپ نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان  
 نہیں کیا، بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں ان کے ساتھ تعاون کا اعلان کیا، اور یہ بھی  
 مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض بعض موقعوں پر آپ کی اعلا بھی کیا  
 لیکن ان مسلمات کے وجود بھی احترا کا یہ خیال ہے کہ حضرت شہید کی تمام  
 سامعی عام استیلہ وقت اور یا مخصوص انگریزوں سے جیا و حق اور شہاد  
 وطن کے لیے تھیں..... ہم کسی طرح تسلیم نہیں کرتے کہ شاہ اسماعیل  
 شہید اپنے مستند اور علم مقرر اور شیخ اشرف (دادا پیر) حضرت شاہ  
 عبدالعزیز کے اس فتوے کے برخلاف، کوئی رائے رکھتے تھے۔

(مضمون "اسلامی حریت کا علمبردار" از محمد میاں)

"مفت علما و مجتہدین کا شاندار ماضی"

کتاب شاہ اسماعیل شہید" مرقبہ عبداللہ بہت۔ ص ۱۹۲)



انگریزوں

کی

دعوتیں!

ختم پر ختم پی گئے ہیں اک حضرت

پیٹ ہے یا پکھال چڑے کی

مختصر یکجہ مجاہدین کے رہنماؤں کا انگریزوں کے خلاف جہاد کے بارے میں بوقت سامنے آپ کا ہے۔ انگریزوں سے ان کی وفاداری کے اعلانات اور واقعات پیش کیے جا چکے ہیں۔ انگریزوں کی ہر سی اقتدار سے جبر و آزمانوں کو یہ مجاہد پُرکھتے ہیں لوہے بات کا ہر اعلان کرتے ہیں کہ ان کی عمل داری میں دین کو جو ہر طرح سے خیریت ہے اس کے بعد انگریزوں سے جنگ لڑنا ان کے مذہب کی رو سے جائز نہیں اور ہر بات پر انگریزوں کی وفاداری اور خدمت گاری کا اعلان کرتے رہے۔

اب آپ مصطفیٰ مستبزی کی بیانی ہوئی تصویر کے علی الرحمہ شاہ اسماعیل اور منیا احمد کی ذات کے اس پہلو کی عکاسی ملاحظہ کریں جس میں ان کے ساتھ انگریزوں کے مراسم کا سر ہوتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے انگریز سرہنتوں کو ان کی تحریر کی کامیابی کے لیے کتنی جلدی تھی وہ انہیں کھلا چا کر تیار کرتے تھے اور یہ بھی انگریزوں کا مالی شہرہ دار کی طرح دکا ریلے منیر ہضم کر جاتے تھے۔

مارا جو سی صحبت جاں پرہیزداشت

ورنہ فرض ازاد، دُستی نہ خداست

سب سے پہلے توسیہ احمد بریلوی کے سب سے عظیم سوانح نگار کی نہیں سے دعوت کھانے کی بات سنئے: ایک انگریز کا سارے قافلے کی دعوت کرنا کے زیرِ حوائج لکھا ہے:

ایک انگریز گھوڑے پر سوار بیت ساکھنا قسم قسم کا بیسگیوں میں سکھائے  
ہرے پھلا آتا ہے اس نے کشتی کے خورد یک اگر چہ چاکرادی صاحب کہاں  
ہیں؟ ..... بعد سلام و مزاج پرسی کے عرض کیا کہ تمیں روئے میں  
نے ٹوکرو واسطے لانے خبر تشریف آوری حضور اس طرف تعینات کر رکھے تھے  
سراج انہوں نے مجھ کو خبر دی یہ حاضر واسطے حضور ان کل تافے کے تیار  
کے لایا ہوں۔ براہِ بندہ فوازی اس کو قبول فرمائیں۔ حضرت نے اپنا کمر  
کو حکم دیا کہ فوراً وہ کھانا اپنے برتنوں میں لے کر تافے میں تقسیم کر دو و قریب  
دو گھنٹہ تک وہ انگریز حضور میں حاضر ہوا۔

(مؤرخ احمدی، از جعفر تھانیسری ص ۴۹)

جعفر تھانیسری صاحب کو تو اسی قسم کی حقیقتیں لکھ جانے پر دو متروں نے ظناؤ  
قرارتے ٹالا ہے لیکن انگریزوں کی روٹیوں پر گولہ مار کرنے کا یہ سدا و اتقان صاحب کے علاوہ  
ایک ایسے صاحب بھی کہتے ہیں جو صرف چشم دید گواہ ہیں، بلکہ شریکِ بلعام بھی تھے، اگر کہ  
سید احمد بریلوی کے سنے بھانجے ہیں، سیّد محمد علی سے

لہذا رہی ہے مری لو پڑے پڑے ہی نفر

وہ لے چلے ہیں کہاں سامنے ہوا کے سمجھو!

سید محمد علی کے بارے میں غلام رسول قہر کہتے ہیں:

”سید صاحب (سید احمد بریلوی) کے چار بھانجے تھے، بڑے سید محمد علی ہزاری  
نے انہیں اچھا سے آغازِ جہاد تک کے حالات لکھے اور اس کتاب کا نام ”غزواتِ محمدیہ“  
رکھا۔ وہ ایک مرتبہ چھپ بھی گئی تھی، مگر اب کیا اب بک نہ پایا بھی ہے۔“

(افاداتِ ہمز ص ۱۳۹)

اے اب دور اور چھپ گئی ہے اور کتبہ تاجیہ انڈین لبریری، دہلی، نامور سے من گئی ہے

میں نمایاں کتاب کا ایک نسخہ مکتبہ حکیم محمد رسولی امرتسری راجانی و صدہ مرکزی مجلس  
دہلی کے مکتبہ نے جس میں محفوظ ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو،

انگریزی برائے مع چند محافذاً از طعام شعل کشتی رسید و رسید کہ  
پادری صاحب کجاست، حضرت از کشتی جواب دادند کہ ایں جہاں موجود  
تشریف بیاورند فی الفور از اسب فروہ آمدہ و کلابہ خود دست خود چھناں  
کشتی رسید و جب از کشتی بحال یک گریہ من سنانید کہ از سہ روز خبر از این  
برائے اخبار قافلہ شریف پہنچای حضرت موجود بود امروز خبر آوردند کہ اغلب کہ  
حضرت مع قافلہ امروز بمحاذات مکان شہر فروکش فرما بندہ شہر و این بود وقت  
جاوید برائے ترتیب محضری تا غروب آفتاب مشغول ہوں، چل طیار گزیدہ بگذر  
حاضر آوردہ، حضرت ملازمان را مامور ساختند تا اس طیارہ از طرف ادا فی  
ایشان بآوردہ و طرف خویش بچیرند مامورین حسب الامر آوردہ و در قافلہ تسلیم کنند  
(مفتون احمدی ۱۰ رستہ محمد علی ص ۱۶۰)

(مطبوعہ مطبع معینہ عام آگرہ)

یہی واقعہ ابوالحسن علی ندوی نے سیرت سید احمد صحت اولہ میں تحریر کیا ہے جس میں (۱۶۷۸)  
ظاہر ہے کہ ہر روز ہوا انگریزوں کی دعوتیں کرتے تھے، ان سب کا ذکر تو نہیں کیا جاسکتا تھا  
مگر چونکہ یہ ایک آدھ بار کا واقعہ نہیں، اس لیے ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں،  
”موضع امر دلی سے چار میل پہلے حضرت کے پاس ایک انگریز کی  
بندہستانی بیوی آئی اور کہنے کی دعوت دی انہوں نے انکار کر دیا پھر  
فریبی کیا، تو آپ نے فرمایا تمہاری دعوت کیوں نہ قبول کریں گے سو آپ  
نے دعوت قبول فرمائی، اس دن اس کی دعوت کھائی،“

”سیرت سید احمد شہید“ ج ۱، ص ۱۶۸ (۱۶۷۸)

حاشیے میں ندوی صاحب نے لکھا ہے کہ اس انگریز کی ہندوستانی بی بی کی دعوت اس لیے قبول نہیں کی تھی کہ وہ انگریز کے پاس تھی، یہ تعلق نامہائز تھا اور اس مسئلے کا مال حرام اور نامہائز تھا۔ (ص ۲۳۱)

اب اس سوال کو تو علمائے دینی ہی حل کر سکتے ہیں کہ ان انگریز غاصبوں کا مال کھانے کا کیا ہوا تھا، جنہوں نے اسلامیاتی ہند سے مختلف عربوں کے قیدیہ حکومت پھینک لی تھی اور مختلف غیرت مند طبقے ان کے اقتدار سے بیزار تھے اور یہ بات بھی علمائے کرام ہی بتا سکتے ہیں کہ جو ہندوستانی بی بی کسی انگریز کے پاس نامہائز طور سے رہتی تھی، اس کا کھانا نامہائز ہو تو ہوا انگریز کسی ہندوستانی عورت کو نہ خوراک گورنمنٹ کیجے جسے ہوا اس کے کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ پھر یہ بات بھی واضح نہیں ہے کہ اس کھانے کے محل میں اس ہندوستانی بی بی کا محل داخل کس طرح ختم ہوا تھا۔

ہر حال انہوں نے داغ دیا کہ کھانا قبول نہیں کیا، ارنا کارا انگریز کا کھانا قبول کیا یا آخر یہ بھی تو دیکھنا ضروری ہے کہ کیا کھانا ہے، کوئی غلط چیز تو نہیں کھا گئے۔

حریف سامانی و دوری ذای خطا این جااست

تیز نا غرض و خوش می کنی بجا این جااست

مگر میں تو اس مسئلے میں الجھا ہوا ہوں کہ سید احمد صاحب سفر کے عالم میں تھے، فتح بنگالہ تھے، ایک ہندوستانی بی بی آئیں تو یہ بات انہوں نے کیسے جان لی کہ وہ خاتون کون ہے اور کس انگریز کی داغ دیا ہے اور انہیں انگریز کی دعوت قبول کرنا ہے، خاتون کی نہیں کہیں ابا کے بعد یہ صورت اپنے تمام الغیب ہونے کی تو نہیں؟

اب ایک اور مسئلہ تو یہ طلب ہے کہ انگریزوں کے یہ مخالف فوج اکٹھی کرتے ہیں لوگوں سے ٹیکس وصول کرتے رہے۔ فوج لے کر اسلام کے تحفظ کی جنگ لڑے سکتوں اور سرحدی مسلمانوں کے علاقے کی طرف چل پڑے۔ مولیٰ شہزادہ مدت میں انہوں نے طے

کیا۔ انگریزوں تمام معاملات میں کبھی ان سے نہیں اُٹھے، انہوں نے یہ بھی نہیں بڑبچا کہ فوج کو لے کر کہہ رہا ہے جو وہ مانتے ہیں ان کے کام و دھن کی تواضع میں بھی مشغول رہے اور اتنا یہ ہے کہ جب یہ لوگ سرحدی علاقے میں پہنچ گئے تو ان کی کچھ ہنڈیاں، بڑے انگریزی علاقے میں تھیں، ان کی قوم وصول کر کے انگریزوں نے انہیں مسجد بھجوائیں، انگریز اپنے دشمن کے ساتھ اتنا محبت کا سلوک کرے، تاریخ میں پہلے تو یہ بات کبھی سنا نہیں آئی، لیکن یہ تاریخ تو ہماری اپنی ہے، ہم جیسے پابیں گے بنائیں گے۔

”سید صاحب جہاد میں مصروف تھے اس وقت ایک ہنڈی سالت

مزارد پے کی جو بنڈریہ صاحبہ کا ران دہلی مرسلہ محمد اسحاق صاحب ہنسٹام

سید صاحب روانہ ہوئی تھی، ملک پنجاب میں وصول نہ ہوتے پر رات مزار

کی واپسی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری ہوا، پھر منکلام اپیل

عدالت عالیہ دیوان ہائی کورٹ آگرہ میں بھی حکم ڈگری، حکم قاضی بکال رہا۔

(آوار بیچ علیحدہ از جعفر خٹا میسری، ص ۱۶۱)

خٹا میسری صاحب نے تو مشتے نمونہ دائر کر لیا، ایک ہنڈی کی ادائیگی کا دانا

کیا ہے، خود غلام، سول قہر نے اس مسئلے کو بہت طویل قرار دیا ہے۔ یہ ہنڈی ہی کا ذکر نہیں ہنڈیوں کی بات ہے۔

”سید احمد شہید کے پاس ہندوستان سے جو ہنڈیاں آتی تھیں ان میں

اشرفیوں کا بھی ذکر ہے اور روپوں کا بھی۔“

(آغا داتا قہر از ڈاکٹر شیر بہادر تھان پٹی،

(مکتوب مرقوم، ۱۸ جنوری ۱۹۶۷ء ص ۹۵)

# انگریز کے جاسوس

لوگ اکثر اپنے چہرے پر چڑھالیتے ہیں خول  
توجہ سوتا سمجھتا ہے کہیں پتیل نہ ہو



ان تمام حالات و واقعات کی بنا پر جو اظہر من الشمس ہیں اور جن کو چھپانے کی کوشش کے باوجود ظلم کا لالہ مصرعہ حاضر اپنے متعاہد میں کامیاب نہیں ہو سکے، مگر سرحدی مسلمانوں نے سفید احمد اور اسماعیل دہلوی صاحبان اور ان کے ہمراہیوں کو انگریزوں کا ہاموس سمجھا تو ظاہر ہے کہ غلط نہیں سمجھا، کوئی ایک بات بھی تو اس حقیقت کی ترویج نہیں کرتی۔

”جب حضرت شہید اعظم جہاد صوبہ سندھ اور سرحد کے علاقے میں داخل ہوئے وہاں وقت انگریزی عمل دخلی میں نہ تھے، تو ان کے متعلق ماموں سے یہ شبہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے ہاموس ہیں اور یہ شبہ اس بنا پر کیا گیا کہ حضرت شہید کے تعلقات انگریزوں سے نہایت درجہ خوش گوار تھے۔“

رحمۃ اللہ علیہ مقالات سرسید، حصہ شانزدہم،

رازمحمد اسماعیل پانی پتی ص ۱۵۱

خود غلام رسول تہر کو یہ ماننا پڑا ہے کہ سرحد کے علماء نے سفید صاحب کو انگریزوں کا

ہاموس قرار دیتے ہوئے فتویٰ دیا:

”وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے مخالف ہیں، ایک سفید ہیں

انہوں نے نکالا ہے، کسی دلی اور بزرگ کو نہیں مانتے، سب کو برا کہتے ہیں

انگریزوں نے، انہیں تہہ سے ملک کا حال معلوم کرنے کی فرض سے جاسوس  
 بنا کر بھیجا ہے، ان کی باتوں میں حقائق، محبت نہیں، تمہارا ملک چھیناویں۔<sup>۵</sup>  
 (سنیاد احمد شہید، حصہ دوم، از غلام رسول مہر، ص ۲۸۰)  
 "کارو میں جہان سنا . . . . . سید صاحب سے ملاقات کے  
 لیے آئے اور ایک بڑا جھیشا بطور نقد پیش کیا۔ انہی سے معلوم ہوا کہ لوگ  
 عام طور پر سید صاحب کو انگریزوں کا جاسوس سمجھتے ہیں، اسی لیے جکٹے  
 ہیں۔"

(سنیاد احمد شہید، از غلام رسول مہر، ص ۳۹۷)



انگریزوں کے خلاف

جہاد کے بارے میں

دہائیوں کا موقف

سوچو تو سلوٹوں سے بھری ہے تمام رُوح  
دیکھو تو اک شکن بھی نہیں ہے باس میں

دہلیوں کے عظیم قائد سید احمد بریلوی اور ان کے خلیفہ ہمنورد حضرت عکرماعظمیؒ نے مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی گفتگو کو درستے اختیاز دوستی چیلنجی رہی۔ انہوں نے اختیاز کو فخریہ رعایا ہونے کا فخریہ امتیاز نہیں دیا۔ اختیاز کے مقابلہ چیلنجی کے لیے جہاد کیا تو کوئی دہلی نہیں کہ ان کے پیرو انہی کے نقوش قدم کو مشعل راہ رہا ہے۔

”جنگ آب و آبی کے خلاف کون میں آپ ماحول فرما چکے ہیں کہ جنگ آب و آبی میں دہلیوں کے مخالفین نے جنت لیا اور یہ لوگ سرٹیکلیٹوں اور تعداد انعامات کے پچھے پڑے ہے پھر یہ کہیں نہ سوتا کہ دہلی اختیاز کی وفاداری پر افتخار کا، ظہار کر سکیں اور اس کے خلاف جہاد کو خلاف اسلام قرار دیں۔“

فریب دینے کی توفیق ہے تو دوسے دینے

گر زہر جہان کے پینا سرا شعرا نہیں

”مولوی محبوب علی دہلوی نے زمانہ قدر کی لڑائی کی نسبت جس میں

بخت خاں باغی نے ان کو شریک کرنا چاہا تھا، جہاد ہونے کا انکار کیا،

اور مولوی محمد حسین لاہوری بھی اب تک بند پھر پرچہ اشاعت استیضہ جہاد کا

ضبطت گورنمنٹ ہند کے انکار کرتے ہیں۔“

(سول ایئر ٹری گریٹ لاہور، نومبر ۱۹۷۷ء)

لاحظہ فرمائیے نواب صدیق حسن خاں برٹش گورنمنٹ کی کارسلیسی کو سرکارِ برطانوی عالم علی علیہ  
صلی علیہ وسلم کا حکم قرار دیتے ہیں اور انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف علماء و غرضاء کو فساد ہی  
اور عاقبتِ ناخوش کہتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ حضرت! آپ کو انگریزوں کی کمک ملانی کرنی  
بجائے تو کیجئے حضور سرور کائناتؐ خیر موجدات علیہ السلام والفقہاء کا ارشاد آپ نے انگریزوں  
کی حمایت میں کہاں سے نکال لیا؟

پس فخر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکمِ غلطی سے جاہل ہیں اس امر میں کہ  
حکومتِ برٹش مٹ جاوے اور یہ امن و امان جو کج حاصل ہے فساد کے  
پردہ میں جہاد کا نام لے کر انحصارِ مباحثے، سخت نادانی و بے وقوفی کی بات  
ہے، بھلا ان عاقبتِ ناخوشوں کا پامال ہوگا، یا اس پیغمبرِ صادق کا فخر یا ہوا  
جس کا کہا ہوا اٹھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اس کے حقائق  
نہیں ہو سکتا۔“

(ترجمانِ دہلیہ از نواب صدیق حسن خاں، مطبوعہ ۱۳۱۰ھ ص ۷۷)  
آج کے دہلیت خواہوں سے پوچھیں کہ کیا امن کو کسی آسائش اور کہاں کی آسائش  
آپ انگریزوں کے نہایت قدرتی ثابت کر سکتے ہیں، مگر نہیں، اگر دہلی میں ہوں تو پھر بھی  
یہی فتویٰ دیں کہ سرکار کی خوشنودی حل مشکلات کا باعث بنتی ہے،  
”جو امن و آسائش و آسائش اس حکومتِ انگریزی میں تمام خلق کو عیب  
ہوتی ہے کسی حکومت میں نہ ملتی۔“

(ترجمانِ دہلیہ ص ۷۷)  
مولوی محمد حسین جلالی دہلیوں کے مایہ ناز عالم ہیں۔ انہوں نے اسلام کے  
”جہاد کی تعلیم یوں کہوں دی ہے کہ اپنی کتاب کے سرورق پر یہ لکھا ہے،  
”چنگاہ کے نام پر دہلی میں بیعت گورنر سرکار اس اچھین صاحبِ ہاں

کے سی ایس آئی وغیرہ وغیرہ نے اپنے نام نامی سے اس کا ڈیڑھ کیڑے بٹو منظر  
فرمایا اور اس میں مسئلہ جہاد کی ایسی تحقیق و شرح ہوئی ہے جس کی نظیر اس وقت  
بھک کسی کتاب میں جو اس باب میں تالیف و مطبوع ہو چکی ہے، پائی نہیں گئی ہے  
”افلاس کے عنوان سے لکھا ہے۔“

”جم ان ناموں کو بشمول رولہ اقتصاد یا بذریعہ اشاعت المستغنیہ گورنٹ  
میں پیش کریں گے اور سلطنت انگلشیہ کی نسبت ان کی دفاعی الامت  
شعاری کو خوب خوب شہرت دیں گے۔“

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد، ج ۱، ص ۱)

(از ابو سعید محمد حسین لاہوری، مطبوعہ وکتبہ پریس)

”بعض سرحدی ناوان تا قاف از احکام اسلام و قرآن حق تھا ایک سیر  
آٹا یا سٹرو باغ دکر غازی یا شہید ہونے کی نیت سے چل پڑتے ہیں اور کسی کیپ  
یا چھاونی انگریزی میں پہنچ کر کسی افسر یا فوجی ملازم کو مار ڈالتے ہیں پھر اس  
کی سزا میں پھانسی پڑتے ہیں، یہ اور بھی فساد و بغاوت اور عداوت ہے۔ ایسی  
صردوں سے اپنی جان کو ہلک کرنا حرام موت مرنا ہے اور بہشت کی خوشیوں  
سے محروم رہنا اور ایسے فسادوں کو جہاد سمجھنا اور اس میں شہادت کی بھی  
مرنا سراسر جہالت و حماقت ہے۔“

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد، ص ۱)

”خام رسول قبران محمد حسین بٹالوی کے متعلق یہ ہشت پر مجبور ہیں،  
مولانا محمد حسین بٹالوی نے یقیناً جہاد کے خلاف لکھا تھا یہ سرحد  
کا افسر ہوا مولانا کی رائے سمجھتے خود بھی ہو۔۔۔۔۔“

(امدادت قہر، ص ۲۳۱)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے بھی "انٹریزوں سے جہاد کے خلاف لکھا۔  
اس جتنے کے لیے نئی بات نہیں، اصل میں جب آپ انٹریزوں کی وفاداری کے میدان  
میں کیسے کے دشمن ہیں، تو پھر آپ ایسے معاملات میں خاموشی کو شعار کیوں نہیں بناتے کچھ  
کہنے کی کوشش کرتے ہیں، تو صورت عجیب ہو جاتی ہے۔

تم چپ رہو تو اس میں تمہارا بھرم بھی ہے  
یوں سب کے سامنے توڑ پھلاؤ دوستو!

اس کے بعد غلام رسول مہر نے ایک اور اہل حدیث رہنما ثناء اللہ امرتسری کا  
ذکر کیا ہے کہ انہوں نے سلسلہ میں لاہور میں ہونے والی اہل حدیث کانفرنس میں  
سیکرٹری کی حیثیت سے اعراض و مقاصد کی پہلی شق پیش کی تھی،

"حکومت برطانیہ سے وفاداری"

اسے کہتے ہیں، "ہا دو وہ جو سر چڑھ کر بولے،



انگریزوں کے ایما پر

سکھتوں سے لڑائی

جلوہ کاروانِ مایست بہ نالہ جبریں

عشق تو راہ می برد، شوق تو را دمی دہد



جب تحریک مجاہدین کے قائدین نے اپنی سرگرمیوں کا رخ تصنیف و تالیف سے جہاد کی طرف موڑا اس وقت تحریک کے قائدین خود اور ان کے ساتھی ان کے پڑوسب یہی کہتے تھے کہ ان کی لڑائی مسکھوں اور منافق مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ انگریز کے ساتھ نہیں۔ اب ہمارے دوستوں نے اس لڑائی کاوش انگریزوں کی طرف موڑ دینے کی کوشش کی ہے۔ میری یہ بات بھی ٹھیک نہ تھی کہ ان بے دلیل نہیں ہے۔ تحقیق جدید کے سب سے بڑے داعی غلام رسول قمبر بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ گزشتہ سو سو سال سے ہم سمجھا اور کہا جاتا رہا ہے کہ ان مجاہدوں کی لڑائی مسکھوں سے تھی، لیکن اب وہ یہ کہتے ہیں کہ نہیں، انگریزوں کے خلاف تھی۔ یاد رہے کہ سو سو سال کا مطلب سو سو سال ہی ہے یعنی تحریک کے زمانے سے لے کر اب تک سب لوگوں کو یہی علم تھا، انکشاف اب ہوا ہے۔ سوچنا چاہیے کہ انکشاف مہر صاحب پر کشف کی صورت میں تو نہیں ہوا ان کے مدد میں نیا احمد صاحب کو خود باطل کیا جوتا تھا، کہ یہ لڑائی انگریزوں کے ایاد پر مسکھوں کے خلاف نہیں تھی، بلکہ خود انگریزوں کے خلاف تھی

برچہ حیرت حقیقت اگر نامہ پرودہ

جرم نکلا، دعوہ مستور پرست ملت

آیا وہ صرف مسکھوں سے لڑنا چاہتے تھے، امیسا کہ سو سو سال سے کہا

جابر ہے۔ (شید احمد شہید از غلام رسول قمبر، ص ۲۵۰)

شیخ محمد اکرام نے سوچی کوڑا مسطوبہ سرفیروز سنز لاہور کے صفحہ ۱۰ پر سوانح احمدی  
مصنفہ مولوی محمد جعفر نقاشی سرگودھا پنجاب (ایس ایم لطیف) ۱۹۸۱ء THE  
FARRETT HUNDREDFEARS ABO کے نالے سے لیا  
ہے کہ اٹھارے راہ ملک پنجاب سید احمد بریلوی نے سکھوں کے مظالم دیکھ کر فرمایا کہ میں  
حق تعالیٰ سے جہاد کروں گا۔

مشہور مستشرق ڈاکٹر من وکاسی سید احمد بریلوی کے متعلق لکھتا ہے :  
”وہ بیس سال کا عرصہ ہوا کہ سکھوں کے خلاف جہاد کرتا ہوا مارا گیا۔“  
(طبقات الشعرائے ہند)  
(تلمیض تاریخ ادب اردو) از ڈاکٹر من وکاسی، ص ۲۵  
(مطبوعہ ۱۹۸۱ء)

سید احمد بریلوی نے سکھوں کے خلاف جو جہاد کیا تھا، شاہ اسماعیل  
اس میں ان کے دست راست ہے۔  
(اردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز لاہور، ص ۹۸)

دوسرے مقام پر ہے :  
سید احمد شہید بریلوی نے لوگوں کو توحید اور ترک بدعات کی تلقین کی...  
انہی نوجوان پنجاب میں سکھوں کے ظلم و ستم کی سداویں سنتے ہیں آئیں تو آپ  
نے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔

(اردو انسائیکلو پیڈیا، ص ۹۶)  
ہزارہا مومن حضرت سید احمد شہید بریلوی کی غنائے جہاد پر لبیک کہتے  
ہوئے ان کے پرچم تلے اکٹھے ہو گئے اور ۲ دسمبر ۱۸۲۶ء کو کالم سکھوں  
کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔ یہ جہاد پانچ سال سے زیادہ عرصہ تک جاری

۱۰۰۰۰ اس کے بعد مجاہدین میں اندرونی اختلافات رونما ہونے لگے،  
 (ماہنامہ ماؤنٹ کراچی، تحریک پاکستان فیبروری ۱۹۵۴ء)  
 ”مولوی شاہ اسماعیل نے اپنے غازیوں کی محنت میں پشاور کے نزدیک  
 بہشت خٹڑ میں کچھ عرصہ قیام رکھا اور پھر پیم محمدیہ اٹھا کر سکھوں کے خلاف  
 اعلان جنگ کر دیا۔“

۱۹ ویں صدی کا مجاہد مصلح، (ڈاکٹر محمد باقر)  
 (کتاب شاہ اسماعیل شہید، مرتبہ عبداللہ بیٹ، ص ۶۴)  
 ایسی گزینڈ رگاریڈر لکھتا ہے:

”بابڑ میں میری آمد سے کوئی پانچ سال پہلے انہوں نے (ستیا سرنگم  
 پشاور اور ایک کے درمیان روست زئی کے پہاڑوں پر پیغمبر کا سبز رجم کر لیا  
 اور سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔“

(۱۹ ویں صدی کا مجاہد مصلح، ... ایڈٹ، ص ۵۳)  
 ”تحریک کے شہداء نے جس وقت سکھوں کے خلاف قہر و جہاد بلند  
 کر دیا اور میں حالات کا تقاضا تھا، تحریک میں اتنی فوجی قوت نہیں تھی کہ  
 وہ انگریزوں کے خلاف محاذ قائم کرتے۔“

(چند سبکی غلطیاں از ابو المعانی)

(کتاب شاہ اسماعیل شہید ص ۲۲۲)

ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر غاصب حکمرانوں کے خلاف لڑنے کی طاقت نہ ہو تو ان  
 غاصب حکمرانوں کے مخالفوں سے ٹکرا جانا پیا بیٹے، اگر ہندوستان بھر پر قبضہ کر لو اور انگریزوں  
 کی رکاوٹ (سکڑ) نہ ہو تو ان غیرت مند اور جیسے سرحدی مسلمانوں کے خلاف جہاد  
 کر دینا چاہیے جو ہر صوبہ کی طاقت کو ہمیشہ ناکوں سے چنے جواتے رہے ہیں یہ قسم کا جہاد

مری پاتھریوں کو۔ دغا کا سبب غلط ہے  
 کوئی اور آڑے کر لکھتی اور چالیں کے  
 تہذیب میں امام محمد بن عبد الوہاب کی نامیاں نے شاہ اسماعیل کی بہت اور  
 جرأت اور بھی بڑھا دی، میدان جنگ منتخب ہوا، قمر خاں بالاکوٹ کے نام  
 نکلا۔ ہندوستان صحر کے چاروں طرف جمع ہوئے، اپنے آبادیوں کے  
 خیالات کے مطابق شاہ اسماعیل ہندوستان میں پاکستان یعنی خلافت اسلامیہ  
 کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے۔

مضمون تہذیب و ایمان ملت، از پروفیسر عبد القیوم،

کتاب شاہ اسماعیل شہید، ص ۱۴۰

یہ کیسی خلافت اسلامیہ ہے، جس کی بنیاد اسلام کے انہی دشمن نصاریٰ کی امداد سے  
 رکھی جاتی ہے جو نصاریٰ کے مخالفین سے جنگ کرتا سکتا ہے جو مسلمانوں کو فرقوں  
 میں تقسیم کرتی ہے۔ یہ کادو عالم علی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو دلوں سے مٹانے کے لیے  
 کوشاں ہے۔

پھر قیامت آئے جان کہ بھاشاں نوری

نرخ ہم چہ ماہ تاباں، اولی ہم چہ سنگ مارا

انگریزی ڈیو سی کا یہ عجیب و غریب کرشمہ تھا کہ حضرت شہید کے بے مکمل  
 ہر جملہ کرنے کی سونپیں پیدا کیں اور پھر سکھ سکھتے انگریزوں سے مدد کے  
 باعث مجبور تھی کہ حضرت شہید کو استبداد دیتی اور جب حضرت شہید کی جمیعت  
 ایک لاکھ سے تجاوز ہونے لگی تو آپ کی جمیعت میں اتحاد کے حصول کی بجائے  
 پیدا ہوا یا کروا دیا گیا۔ اسلامی حریت کا علمبردار، از محمد میاں،

کتاب شاہ اسماعیل شہید، ص ۱۴۰

عقائد کے متعلق اختلاف تو اسماعیل دہلوی صاحب کی ابتدا تھی۔ اس تحریک کی اساس  
ہی مسلمانوں کی دین اور ضمیر دین سے محبت کو کم کرنے پر تھی، چنانچہ اسماعیل دہلوی کی  
”تقریر ایمان“ کے رو میں بے شمار کتابیں فوراً لکھی گئیں۔

پھر یہ حقیقت بھی ایک بہت بڑا سوال ہے کہ ایک لاکھ کی جمعیت انگریزوں کی نگاہوں  
میں پوشیدہ کیسے۔ ہی اور وہ اس سے صرف نظر کس مقصد کی خاطر کرتے رہے؟

عمومیاں مصنف علماء ہند کا شاہکار ماضی اپنے اسی مضامین میں لکھتے ہیں،  
الحاصل انگریزی حکومت نے ہندوستان کے تمام صوبوں پر مضبوطی سے  
قبضہ کر لیا، صرف پنجاب، کشمیر، صوبہ سرحد اور ملتان اس کے اقتدار سے  
خالی تھا، انگریزوں پر سکھوں کے قبضے نے شمال مغربی ہندوستان اور اس کے  
اس پاس کے مسلمانوں کی راہ بند کر دی تھی، (شاہ اسماعیل شہید، ص ۱۸۵)

اور تحریک مجاہدین کا میدان کارزار پنجاب اور سرحد بنے ہوا انگریزوں کے مکمل ہندوستان پر  
کنٹرول کے راستے میں رکاوٹ تھے اور مجاہدوں کے کئی سیرت نگاروں کے بقول ”کشمیر  
بلنے کا لالہ بھی کرتے تاکہ انگریزوں کا کوئی مخالفت ایسا نہ رہ جائے“ جن سے یہ مجاہد کمر لیں۔

”مسلمانوں کی مذہبی روایات خطرے میں تھیں، شاہ شہید اور ان کی جماعت  
اس بارہ میں چنگاری پھینکنے کا انتخاب کر رہی تھی۔ انہوں نے اس موقع سے  
فائدہ اٹھایا اور نہایت سنگھ کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔“

(اسلامی انقلاب کا علمبردار امجد علی شہید، ص ۱۸۵)

(کتاب شاہ اسماعیل شہید، ص ۱۸۴)

کسی کسی موقع سے فائدہ اٹھا کر انگریزوں کے خلاف بھی تو مجاہد کر لیا جتنا،

”مکاتیب سید احمد کی اشاعت کا مقصد محمد جعفر خان سیر کی گرفت کھولنا ہے

سید احمد شہید ہوں یہاں کرتے ہیں،

سید صاحب کا جہاد صرف اس وقت کے ظالم سکھوں سے تھا جنہوں نے اس وقت پنجاب کے مسلمانوں پر قیامت برپا کر رکھی تھی، ذکر سرکار انگریزی سے: (مکتوبات سید احمد شہید - ص ۳۱۰)  
 مطبوعہ فلیس اکیڈمی کراچی

ڈاکٹر اسد علی دہلوی نے اس عزم کا اظہار کیا کہ سکھوں کے خلاف جو مسلحوں کو پنجاب اور سرحد میں نیست و نابود کرنے پر تھے، جہاد کی کٹھن ہم میں شاہ صاحب کے شریک رہیں گے۔ ۱۸۴۵ء میں سید صاحب اور شاہ صاحب اس فیصلہ کن جہاد کی راہ پر چل پڑے، ان کی محنت میں سات ہزار سرفرو مش مسلمان تھے۔۔۔۔۔ ایسے سخت اور قوی دشمن کے مقابلہ پر جیسے کبھی تھے۔  
 (مفتہ دائف ثانی سے سید احمد شہید کا از محمد علی عثمانی)  
 (دہلی ناگہ نو کراچی، خاص خبر میاں گارنٹر یک زاوی ص ۱۲)

اس میں ایک وضاحت طلب بات یہ ہے کہ یہ جہاد سکھوں کے خلاف تھا جو مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے، تو سرحد کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی خواہش میں اپنے قبائل کا رخ انہوں نے ان کے خلاف کیا ہی کرنا چاہا۔ دوسرا سوال وہی ہے کہ غازی میں جو سات ہزار فرقہ خن اس سے انگریزوں نے تعرض کیا، انہیں کیا کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ حکومتیں اپنے مخالفین کو سنگ فرس تو بنانے دیں انہیں ہر قسم کی قتل و غارتگری۔ خصوصاً انیسویں صدی کے آغاز میں انگریز اس فرقہ سے صرف نظر کر سکتے تھے، اگر یہ خود ان کے ایمار پر نہ بنائی گئی ہوتی، تو لطف تماشا لیتا ہوا، امت و حوثہ صراخِ اعلیت  
 تصنیف کے صورت غلطی میں کچھ دیکھ کر کچھ سچائی ہے

سید صاحب خود وضاحت کرتے ہیں کہ ان کی لڑائی سکھوں کے خلاف تھا مگر آج کے محققین سے تو یہ بھی بعید نہیں کہ وہ اسے سید صاحب کا خطابی تسلیم کرنے سے انکار کریں۔

یا ہر موقف اختیار کر لیں کہ انہوں نے انگریز کے ڈر سے مصلحتاً سمجھوتہ کر دیا تھا یا یہ کہ ان الفاظ میں میں اسطورہ میں کہا گیا ہے کہ وہ انگریز کے مخالف تھے اور اسی سے لڑنا چاہتے تھے۔  
 ”آپ کے ذہن دو بار غور اس خاکسار کا معاملہ آداب نصف النہار کی طرف نظر دیا ہے کہ میں قوم سکھ جیسے دشمنوں کے ساتھ جہاد کے لیے  
 ہمدرد ہوں اور فتح و نصرت کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔“

(مکتوب ۵۶ بنام فیض اللہ خاں مہندہ مشیر و دہرہ والی پشاور)

(مکتوب تہا محمد شہید، ص ۲۷۲)

وعدہ کس نے کیا تھا جو پورا نہیں ہوا تھا اور وعدہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس کا وعدہ  
 جھوٹا نہیں ہو سکتا اور یہاں فتح و نصرت تو وعدہ کی بات ہے، سید صاحب اور مبلغ صاحب  
 کی باتیں بھی گئیں۔ کہیں یہ وعدہ انگریز حکام نے تو نہیں کیا تھا جو ظاہر ہے کہ لہذا نہیں ہوا  
 مگر انگریز کی حکومت تو مضبوط اور مستحکم ہو گئی ہے

میں اپنی بے خبری سے شکایت اٹھ ہوں

بتاؤ بیٹی میں کتنے تمہاری پیڑھی میں

امیر المومنین صاحب کا اعلانی عام ملاحظہ ہو، اس کے بعد کیا گنجائش رہ جاتی ہے  
 کہ ان پر انگریز دشمنی کی تہمت لگائی جاسے۔

اعلام انجانب امیر المومنین سید احمد صاحب میں ہے :

”مذہب ہم کو مسلمان اہل دین کے کسی کے ساتھ کوئی تنازعہ ہے اور نہ

کسی مسلمان ہم سے مخالفت ہے ہمارا مقابلہ کفار و عینوں سے ہے نہ کہ

دعیان اسلام سے، بلکہ صرف مانجھ بال والے سکھوں سے جاری جنگ

ہے۔ مگر گویوں اور اسلام کے ظالموں سے نہیں ہے اور نہ سکھوں کا دشمنی ہے

ہم کو کوئی مخالفت ہے اور نہ کوئی جنگ ہے کیونکہ ہم تو اس کی رعایا ہیں بلکہ

ہم کو تو اس کی حمایت میں رعایا کے مقابلہ کا استیصال کرنا ہے۔

”مکتوبات سید احمد شہید“ مترجم سخاوت مرزا، ص ۱۲۱

(مطبوعہ نعیمی اکہڈمی کراچی)

دیکھ لیجئے، غلام رسول تبرہ اور دوسرے متہذبن کا تاریخ کے ”امیر المومنین“

وہ ہوتے ہیں جو انگریز کی وٹاوار رعایا ہونے پر فخر کریں، اس کے مخالفوں سے لڑنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں،

”ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک کامالی دیکھیں۔“

”راج کے بعد پھر دھند و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہو گیا، مگر اب کے اصل ہندو

جہاد و ہجرت پر تھا۔۔۔۔۔ اس وقت پنجاب سکھ شاہی کا زور تھا۔“

”ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک“ ص ۳۲

اور یہی زور ختم کرنا مقصود تھا، اسی مقصد کے حصول کے لیے آپ کو نامور

کیا گیا تھا۔

”سید صاحب کی دعوت کا اہم عنصر جہاد بنی، سبیل اللہ ہے اور یہی چیز

اس تحریک محمدیہ و جہاد کو نجد کی دعوت توحید سے خاص طور پر ممتاز کرتی ہے

سید صاحب کا کوئی دھند یا مترب و غریب جہاد سے غالی نہیں جتنا انہوں نے

صرت و دھند پر اکتفا نہیں کیا، اور اپنے سرحدیوں کے ساتھ گھرا دھچکڑ کر

سربو تشریف لے گئے۔“ (ایضاً، ص ۴۰، ۳۹)

”پنجاب میں سختوں کے ساتھ آپ نے کئی جہاد کیے مگر بعض لوگوں

کی بے وفائی کی وجہ سے آپ اپنے پیر سید احمد شہید کے ہمراہ لڑتے

ہوئے ۱۲۴۶ھ میں بمقام بالا کوٹ زخمِ تنگ سے شہید ہوئے۔“

”تاریخ، ابن عساکر، ابو محمد، ابن اسیم، میر سیکرٹی، ص ۱۴۴



یہ سبے دغا دہی لوگ میں جن کو سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی ساری عمر خانقہ  
مشرک اور کافر قرار دیتے رہے جن کے حقائق سے توحید کو خطرہ لاحق رہا جو انگریز جینیہ عادل  
حکمرانوں سے ساری عمر لڑتے رہے۔ اللہ اکبر!

اگر کوئی شخص یہ سوچتا ہو کہ شاید ان مجاہدین کی تیاریوں، ان کی فوج، ان کے نظام  
حکومت کا انگریز حکام کو علم نہیں تھا، تو وہ اپنی غلط فہمی رفع کرے۔ انگریز حکام کا کہنا تھا  
کہ ہم نے ان پر اپنے جاسوس چھوڑ رکھے ہیں۔ ایسے میں جب انگریز ان مجاہدوں کی نقل و  
حمل سے ہماری طرح واقف تھے۔ یہ بات اعلیٰ میں اٹھیں ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ انگریزوں  
ہی کے ہیما پر شکستوں اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے جا رہے تھے اور نہ حکام  
کسی طرح اس کی اہانت نہ دیتے اور پھر ان مجاہدوں کو انگریزوں نے جتنی سولتیں  
دیا کرتے اور سرحد پہنچ کر بھی دی ہیں، ان کو بھی ذہن میں رکھیں تو ہر بات واضح ہو جاتی ہے۔

”کچھ شیعہ صاحبان نے ایک فتنہ کھڑا کر دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ  
چند سربراہان شیعہ اپنے اپنے ایک انگریز افسر کے پاس گئے اور شکایت  
کی کہ سید صاحب جہاد کی نفرت سے دور ہو کر رہے ہیں۔ انگریز افسر نے  
جواب دیا: یہ ہماری صاحب جن کے متعلق یہ شیعہ حضرات الزعم لگاتے  
ہیں بہت دیندار خانی شخص ہیں کیونکہ جاسوس ان کے حل کی تلاش میں  
رہتے ہیں ہم سے کسی نے یہ بات اب تک نہیں کی ہے۔“

(توقائع احمدی قلمی صفحہ ۷۶۹)

(مکالمہ علامہ جند کا خاں خاں خاں، جلد ۲، ص ۱۴)

اسی واقعے کو ابو الحسن علی مدنی ان الفاظ میں رقم کرتے ہیں،  
”علیم آباد اپنے کے بعض شیعہ صاحبان نے انگریز حکام سے جا کر کہا  
کہ یہ سید صاحب جہاد ایسے آدمیوں کے ساتھ آتے ہیں ہم نے نہ سنا ہے“

کہ ان کی نیت جہاد کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں سے جہاد کریں گے۔ ماکم نے اس کو تعصب اور حسد پر محمول کیا اور ان کو تنبیہ کی کہ انڈیا اسی مفسدانہ بات نہ کی جائے۔ ۹

(۱) سیرت سید احمد شہید، حصہ اول، ص ۲۴۲

یہ خود انگریزوں کی فرماں بردار رعایا ہونے کا اعلان کرتے ہیں، انگریزوں کے خلاف کسی ایسی ہمت کو برداشت نہیں کرتا، انگریز کے جاسوس ان کی ٹوہ میں رہتے تھے کہ یہ واقعی فرماں بردار ہیں یا اس فوج کو جہاد سے خلاف کبھی استعمال کرنے کی خواہش تو ان کے سر میں پیدا نہیں ہوتی اور ان جاسوسوں کی رپورٹوں سے اتنے مطمئن ہیں کہ تعصب و حسد اور مفسدانہ باتوں پر ان کے مخالفوں کو تنبیہ کرتے ہیں۔ ایسے میں آج کے لوگ ان تجاہدین کے خلاف یہ مفسدانہ بات کس طرح کہتے ہیں۔

سید احمد ریاضی کے سب سے بڑے سوانح نگار حضرت مخدوم سرتی سکھوں پر جہاد کا دعویٰ شروع ہونا کے عنوان سے لکھتے ہیں،

”اس وقت برہنہ قصبہ وگا دل برٹش انڈیا میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا دعوٰی ہوتا تھا، مگر براہ دور اندیشی معرفت شیخ غلام علی صاحب رئیس انجم الہ آباد کے قواب یونیٹ گورنر جہاد اضلاع شمالی مغربی کو بھی اس تیاری جہاد سکھوں کی اطلاع دی گئی، جس کے جواب میں صاحب مددوچ نے یہ تحریر فرمایا کہ جب تک انگریزی عملداری میں کسی فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو، ہم ایسی تیاری کے مانع نہیں۔“

(سوانح احمدی، ص ۷۰)

یعنی انگریز افسروں کی تحریری اجازت سے یہ جہاد کیا گیا، پھر یہ جہاد فی سبیل اللہ ہوا یا جہاد فی سبیل انگریز؟

جس غلام علی صاحب کا ادب کے اقتباس میں ذکر ہوا ہے، ان پر سربراہ مجاہدینؒ کو کس قدر اعتماد تھا اور وہ ان کی کتنی خدمت کرتے تھے، یہ بھی دیکھئے :

”یہ شیخ غلام علی وہ ہیں جنہوں نے پورے بارہ روز تک تافہ کی پخت  
ضیافت کی، بیش قیمت ندریں گزرائی اور چٹول، پلو توں اور مستورات اور اپنے  
عملے اور ملازمین کے ساتھ بیعت ہوتے۔“

(سیرت مہدیاؑ شہیدہ، حصہ اول)

(از امیر الحسن علی ندوی، ص ۲۲۶)

آپؑ تہذیب و تہذیب کے ان مخالفین کے اس پہلو کی طرف توجہ دیجئے۔ صرف سیاست کا  
حال دیکھئے۔

یہ بات صرف تھانیسری صاحب ہی نے نہیں کہی۔ شیخ محمد کرام نے اپنی تصنیف  
”مہج کوثر“ کے صفحہ ۱۰ پر یہی واقعہ نقل کیا ہے اور علامہ مہدیاؑ کا شمار مہج کوثر  
پر یہی واقعہ نقل کرنے کے بعد سید محمد میاں لکھتے ہیں :

”بہر حال انگریزوں نے اس وقت سید صاحب کے اس غلامیہ جہاد

اور اس کی تیار ہی پر کوئی کاوش نہیں کی۔“

سر سید احمد خاں بھی انگریزوں کے ساتھ سید احمد و اسماعیل کے رابطہ اور تعلق  
کی بات اسی نے میں دہراتے ہیں اور سر سید احمد کی اس بات کو غلطی احمد منگھوڑی بھی اپنی کتاب  
”مسلمانوں کا روشن مستقبل“ میں نقل کرتے ہیں :

”اس زمانے میں علی احمد مسلمان لوگ عوام کو سکھوں پر جہاد کرنے کی  
ہدایت کرتے تھے، ہزاروں مسیح مسلمان اور بے شمار مسلمان جنگ کا ذخیرہ  
سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے جمع ہو گیا تھا۔ جب صاحب کشتہ اور  
صاحب مجشریٹ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دیا“

گورنمنٹ نے صاف لکھا کہ ختم نو دست اندازی نہ کرنی چاہیے۔ دہلی کے ایک  
مہاجرین نے جہادوں کا رویہ نہیں کیا۔ تو ولیم فریزر کشنز دہلی نے ڈگری کی  
جو وصول ہو کر سرحد پہنچی گئی۔

(مضمون سر سید احمد خاں: بجواب ڈاکٹر منٹز)

(منہجہ انسٹی ٹیوٹ ٹوٹ ٹوٹ۔ دہلی ص ۱۷۱)

(بجواز مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۱۱۲)

حکومت کو معلوم تھا کہ ان لوگوں کس خدمت پر مامور کیا گیا ہے، اس لیے انہیں کسی  
تعمیش یا تحقیق کی ضرورت نہیں تھی۔ بس کشنز اور منٹز کو حکم دے دیا گیا کہ سامانی جنگ  
جہاد کے بارے میں ان مجاہدوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے۔ اگر غلام سول تہرجیان ہوں کہ  
اٹھریزوں اور مجاہدوں کی ملی جلیگت کی خبریں لوگوں تک کیسے پہنچی گئی ہیں، یہ تو راز ہوتے  
قدروانِ خاں تھے۔

سبز خدا کے عارف و سالک ہر کس نہ گفت

در حیرت کہ بادہ فروش از کیا شنید

تواصل میں وہ اس حقیقت کو پیش نظر نہیں رکھ سکا کہ مشقِ دہشت کی باتیں کرنے والے  
اس خوش گمانی میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ ہم لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر سب کچھ کر رہے  
ہیں، مگر سہ

کھنڈا کہیں چھپا بھی ہے چاہت کے چنول کا

لی گھر میں مانس اور گل تک بہک گئی

آپ کے افعال و اعمال بلکہ حرکات و سکنات آپ کی امن آلودگی کی گواہی دیتے ہیں

آپ کی آنکھیں اور کبھی کبھی آپ کی زبان بھی اس راز کو طشتِ ازیام کر دیتے ہیں۔

رہسوائی کے دوسرے کوئی راز محنت چھپتا ہے  
 آمین و کہیں آنسو روکنے لگا لگا جائے تو

انگریز سرکار اس تحریک مجاہدین سے کیا چاہتی تھی (جو انہوں نے بڑی مشک پر  
 کر دکھایا) ملاحظہ فرمائیے :

”اس سوانح اور نیز مکتوباتِ مشک کے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نیپا صاحب  
 کا سرکارِ انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا، وہ اس آزادِ مظلومی  
 کو اپنی ہی مثل داری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکارِ انگریزی  
 اس وقت تک سید صاحب کے خلاف جوتی تو ہندوستان سے سید صاحب  
 کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی، مگر سرکارِ انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ  
 سیکھتوں کا زور کم ہو۔“ (سوانح احمدی، ص ۱۳۹)

ایک اور تحقیق تو ”اقتباس ملاحظہ فرمائیے، مفتی جعفر محمد فیضی اور ضیاء شکاری  
 صاحبان انگریزوں اور مجاہدوں کے لازم و ملزوم ہونے کا اعلان کرتے ہیں :  
 ”جب تک اس تحریک کا تعلق انگریزی حکومت سے صرف اتنا رہا  
 کہ ثروت بھرتی کیے جائیں اور سرمایہ فراہم کیا جائے تو انگریزی حکومت  
 کے دباؤ میں نے اس کی طرف کوئی انتہات نہ کیا، بلکہ انگریزوں نے اس کی  
 حمایت کی، چنانچہ سید صاحب کے قافلہ کی دعوت کرنے والوں میں تین  
 مسلمانوں اور ہندوؤں کے نام ہیں اور ہاں ایک انگریز کا نام بھی ہے جس  
 پورے قافلہ کے لیے کشتیوں پر کھانا پہنچایا تھا، جب حج کو جاتے ہوئے  
 قافلہ قصبہ القنبر سے الہ آباد کی طرف لگتا کے ساتے سفر کر رہا تھا، مگر  
 میں مولانا محمد اسماعیل صاحب کے وقت میں جہاں ہندو مسلمانوں  
 کا اجتماع ہوتا تھا، مسلمان اور ان کی مہم صاحبان بھی شریک

ہو تی تھی۔ (سوانح احمدی، ص ۸۹)

(بحوالہ نگار ہند کا شاندار ماضی، جلد ۲، ص ۲۴۱)

اگر حضرت صاحب پسند ہوں تو مولوی عبد الرحیم صادق پوری سے حقیقتِ حال کے متعلق استفسار کر لیجئے۔

قبائستِ عشق کا پرچا کہاں کہاں نہ ہوا  
”منافقیں“ نا اہجیا اور کفار بد کردار نے صدا اور خوف سے حکومتِ بھائی  
کے خیال کو برا ٹھیکنے کر دیا۔ تاہم حضرت اللہ العزیز وہ غائب و غامض ہے  
سید احمد صاحب کی برابر روش یہ رہی کہ ایک طرف لوگوں کو سختوں کے مقابلہ  
آمادہ سجا دیتے اور دوسری جانب حکومتِ برطانیہ کی اس پسندی جت کر  
لوگوں کو اس کے ساتھ ہستے روکتے تھے۔“

(آلۃ الشہداء مولوی عبد الرحیم صادق پوری، ص ۱۳۵)

(بحوالہ مقالاتِ سر سید، حصہ شانزدہم، ص ۶۵۲)

اور ایک دفعہ پھر مولوی اسماعیل صاحب کی بڑائی کے پرچارک مرزا حیرت  
کو نیپے اور سر دھینچے۔

ضلع کے حکام چو کہتے ہوئے اور انہیں خوف معلوم ہوا کہ کہیں ہماری  
سلطنت میں زبردستی سے ۱۰۰۰۰ اس قدر سے ضلع کے حکام نے حکامِ اعلیٰ  
کو لکھا۔ وہاں سے صاف جواب آگیا۔ ان سے مرگزمراست نہ کر۔ ان  
مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔ یہ سختوں سے انتقام لینا چاہتے  
ہیں۔ ۰۰۰۰ (حیاتِ طیبہ، ص ۵۲۶)

”سیاسی مصلحتوں کی بناء پر سید صاحب نے یہ اعلان کیا کہ اگر انگریز  
سے ہمارا مقابلہ نہیں اور نہ میں اس سے کچھ ہی صحت ہے۔ ہم صرف سختوں

سے اپنے بھائیوں کا انتقام لیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حکام انگلشیہ بالکل  
باخبر نہ ہوتے اور ان کی تیاری میں مایوس آئے۔

(”حیاتِ طہینہ“ ص ۱۶)

ان لوگوں نے صرف فرج ہی اکٹھی نہیں کی تھی، باقاعدہ ایک حکومت قائم کر رکھی تھی۔  
”انہوں نے اپنے جاں نثار مریدوں کی ہمراہی میں ہمارے صوبہ جات  
کا دورہ کیا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو یہ بتایا اور ایک باقاعدہ لکڑی  
خدیجی ٹیکس اور ملکی حکومت قائم کر دی۔“

(تہذیبِ ستانی مسلمان اور ولیم ہنٹر)

(مترجم ڈاکٹر صادق حسین ص ۶۸)

”جملہ مسلمان جو اس جنگ میں موجود تھے، ان کی جمیعت ایک لاکھ  
آدھی سے کم نہ تھی۔ ہتھیار اور سپاہی بھی سختوں کے ہتھیار اور سپاہیوں کے  
برابر ہی تھے، ان سے بڑے نہ تھے، مگر ٹھانوں کی دغا بازی نے قوم کا  
ستہناس کر دیا۔“ (”الحیات بعد الممات“ ص ۲۰۳)

”وہ دہلی سے آہستہ آہستہ نکلنے کی طرف روانہ ہوئے، پٹنہ میں  
کافی باہتیاں ہوئیں، پھر وہاں سے تھیں ایک کو ایک باقاعدہ حکومت کے  
قصور پر غلبہ کیا گیا۔ سبھی طور پر ملک کے چار حصوں کے لیے چار تہذیبوں اور  
ایک امام کا تقدیر کیا گیا اور ہر شیعہ میں ایک نماز شدہ متعین کیا تاکہ وہ  
مستقل اندرونی کے ساتھ لوگوں سے ٹیکس وصول کرنے کی ہدایت کرنے  
”اسلامی ہند کا مغربی تہذیب کے خلاف دعوہ عمل“

(از ڈاکٹر تصدق حسین خالد)

(کتاب ”شاہ اسماعیل شہید“ ص ۴۹)

آؤ یہ لوگ کس کس کو جھوٹا قرار دے کر اپنی جان چھڑائیں گے۔ انتظامِ ائمہ شہان  
بھی انگریزوں کی مراعات کو تسلیم کرتے ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل اور ان کے پیروں نے سید احمد بریلوی نے دیکھا کہ سکھوں  
منظومِ مسلمان پنجاب میں تڑپے جس ٹکر کہ شاہِ ثانی اور نواب اودھ ٹکر ٹکر کر رہے  
ہے، انہیں اپنی مشرت اور عیاشی سے فرصت نہیں ہر دو علمائے حق نہایت  
خدا پر ہمدرد کر کے اندھ کھڑے ہوئے۔ . . . . جب افکارِ اسلام تیار ہو گیا  
۱۸۴۸ء میں روانگی عمل میں آئی، سید شہید نے حزب سے پنجاب پر حملہ نہیں کیا  
کہ انگریزی تسلط یہاں تھا اور انگریزوں سے بھڑنا بھی مقصود نہ تھا۔ اور اگر یہ  
بھی نہ احم نہ تھے، بلکہ اخلاقی ایک گوند مراعات رہا، کھڑے تھے۔  
(علمائے حق اور ان کی مظلومیت کی داستانیں)

(از مفتی انتظامِ ائمہ شہان)

اب ایک اور مسئلہ بھی حل ہوتا نظر آتا ہے کہ سکھوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے  
سرحد کو کیوں چنا گیا۔ اس لیے کہ انگریزی حکومت سکھوں سے معاہدہ کر چکی تھی اور اس معاہدے  
کا مجاہدین کو سہر حال پاس کرنا تھا۔ انگریز سکھوں پر حملہ کرنا چاہتا تھا، مگر اپنی سرحد سے نہیں  
کہیں کہ یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہوتی!

”سید صاحب نے سکھوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے سرحد کی منگوائی  
سرزمین کو اس لیے ترجیح دی تھی کہ یہ علاقہ مجاہدین کے لیے نسبتاً محفوظ تھا  
دوسرے جہاں کے باشندوں کی حینت بنی مسلم تھی اور سب سے بڑھ کر کہ  
انگریزی حکومت سکھوں سے معاہدہ کر چکی تھی جس کے باعث انگریزی  
سرحد سے سکھ سلطنت پر حملہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔“

(”شہدائے بالاکٹ“ از محمد عارف)

(ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۳ء)



ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو :

”مسلمانان سرحد پنجاب پر سکھوں نے اپنے زمانہء درج میں جو مظالم کیے تھے ان سے متاثر ہو کر مولانا سید احمد بریلوی اور ان کے رفیق مولوی محمد عیسیٰ نے ۱۸۲۲ء میں جو سلسلہ جہاد شروع کیا تھا وہ ۱۸۴۷ء تک جاری تھا تا آنکہ انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کیا۔“

(”انیسویں صدی کا افسانہ تنہا ہی“ از محمد امین زبیری)

(نماؤ کوکراچی، خاص نمبر ہلاؤ کارِ تحریک آزادی ص ۲۹)

سکھوں سے ان کی بوائی اس لیے تھی کہ یہ مولانا انگریزی سلطنت میں شامل ہو جائے۔ جب یہ ہو گیا تو ان کا کام ختم ہو گیا، اس سب کچھ کے بعد اگر یہ فیصلہ محمد ایوب قادری کہیں کہ سکھوں کے علاقے پر انگریز کا تسلط قائم کر دینے کے بعد یہ مجاہد انگریزوں سے لڑنا چاہتے تھے تو آپ کیا کہیں گے، مجھے علم نہیں، مگر میں کہتا ہوں ۔

نظریہ کہیں ہو، ماتحت کہیں، سوچ کے

اس بے توجہی سے تو پھر نہ ماریے

ظاہر ہے کہ پنجاب کے، انگریزوں کے قبضہ میں آ جانے کے بعد مجاہدین کا مقابلہ براہ راست انگریزوں سے تھا۔

(مختصر حیات سید احمد شہید)

(از پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۲۴)

کہاں سے ظاہر ہے؟ کس بات سے ظاہر ہے، سید احمد خود کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں کے خلاف ہم بے حام ہیں ان کے متبعین ساتھی ان کے ابو بکر و محمد (رضو) باللہ، وہ اپنی بیٹے ہیں کہ ہمارا انگریزوں سے کوئی جھگڑا نہیں۔ مگر بعد کے مسلمان ان کو ان تمام حالات کی بناء پر انگریزوں کا بائوس سمجھتے ہیں اور اسی یقین کے باعث مار ڈالتے ہیں، وہ انگریزوں کا مال کھاتے

پاکستان کے مشہور محقق ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی جناب آزادوی۔ ۱۹۵۵ء کے حوالے سے بات کرتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ پہلے انگریزوں نے مرہٹوں اور پور سلطان کی طاقت ختم کی۔ پھر سکھوں کا زور توڑا اور آخر میں مغل شاہشاہیت پر ضرب کاری لگائی اور ظاہر ہے کہ سکھوں کا زور توڑنے کا کام انہوں نے اپنے معتمد بنی خاص میتا صاحب بریلوی اور اسماعیل صاحبان سے لیا۔

”جنوب میں مرہٹوں اور پور سلطان کی طاقت نہا ہو چکی تھی اور شمال میں سکھوں کا زور توڑا جا چکا تھا۔ اسے دے دے کے یہ مغل شاہشاہیت کا ٹھکانا بجا پرانہ باقی تھا جس کی موجودگی برطانوی اقتدار کی آنکھ میں کانٹا بن کر کھٹک رہی تھی۔“

(۱) بہادر شاہ ظفر کا روزنامہ ”ادڈا کر عاشق حسین بٹالوی

(مکتبہ ”۱۸۵۷ء کو طاقت و صفا“ ص ۵۵)

اب ذرا اس طرف بھی توجہ دیجئے کہ اسماعیل دہلوی صاحب نے مسلمانوں کا ذوق خرد قرار دینے کا کلام کس لیے انجام دیا اور پھر ان لوگوں نے بقول ان کے ”مناقی مسلمانوں“ کے خلاف ”جہاد“ کیوں کیا صرف اس لیے کہ انگریز مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھنا چاہتا تھا۔ سر جان سیکلم نے لکھا،

”ہماری حکومت کی حفاظت اس پر منحصر ہے کہ جو بڑی جماعتیں ہیں ان کو تقسیم کر کے ہر جماعت کو مختلف طبقوں اور فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تاکہ وہ مبارہ ہیں اور ہماری حکومت کو متزلزل نہ کر سکیں۔“

(مضمون برصغیر کے اسلامی مدارس)

(ایڈیشنس الحق افغانی)

(ماہنامہ ”اصباح“ کلکتہ، فروری ۱۹۶۹ء)

میں ۱۰ اختر خیر انہیں جہاں پہنچا رہے ہیں۔ ان کے ہاں بچوں کی حفاظت کرتے ہیں وہ اختر کے حریف ستھروں سے جنگ لڑتے ہیں۔ وہ ان مسلمانوں کے خلاف جہاد کرتے ہیں جن سے اختر بڑا خطرہ تھا، جن کے بارے میں اختر بڑا یقین تھا کہ ان میں مشن بول کا جذبہ موجود ہے۔ یہودی معتقدات کے سختی سے پابند ہیں۔ رسول کو اپنے جیسا بشر نہیں سمجھتے، پھر یہ کہاں سے ظاہر ہوا کہ مستقبل قریب میں تمہارے مہاجرین کا مقابلہ براہ راست اختر کے خلاف ہوگا۔

خ۔ تشدد کا مول کو سراہیں گا چکا چونکہ وہ ہے  
ایک اور آواز سماعت فرمائیے،

”علاقہ سرحد میں مولانا مولوی سید احمد بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید نے اختر خیر کے خلاف وہ آگ بھڑکا دی تھی جو بجھنے میں نہ آئی۔“

(ڈیسٹ انٹراکینی اور باقی علماء)

(راز مفتی انتظام اللہ شہابی ص ۵۰)

بھیس سے کوئی ایک دلیل؛ کوئی ثبوت؛ کوئی اشارہ؛ محض ۱۰ اختر خیر کے خلاف آگ آفریں بڑا کیسے اٹھی؟ یہ پہنکاری آپ کے ذہن میں کیسے بھرنے لگی جس سے نہ بجھنے لگی آگ پیدا ہوئی ہے، کچھ میں بھی تو بتائیے۔ یا ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ مفتی کہلاتے ہیں، فتویٰ دے رہے ہیں، سبحان اللہ!۔

بگڑا حدیث، وفاء از تو اور راست بیگ!

شوم فہمائے دردِ حق کہ راست باز راست



# سُرخِ دل کے مسلمانوں کے خلاف جہاد

خانہٴ ملاح در چین است و کشتی در فرنگ

کچھ لوگ، اٹھریزوں کے خلاف کوئی بات کرنا خلاف مصلحت سمجھتے رہے۔  
 ان سے اراوت اور ان کی اطاعت پر افتخار و اتہاج ظاہر کرتے رہے۔ ان کے دشمنوں کو  
 اپنا دشمن سمجھتے رہے۔ یہ حضرات جب بالاکوٹ پہنچے، جہاں پہنچنے کے لیے انہوں نے  
 قمر صفاں تک لاکھڑا تو سوت نے ان کا استقبال کیا۔

ان لوگوں نے بچتے بچتے مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیا۔ ان کو منہ دہرانا  
 کہہ کر اپنی ساری ملتیت ان کے قتل کا جواز پیدا کرنے کے لیے انہیں مڑتا بہت کرنے اور ان  
 کے اموال اور جائیدادوں کو ہل فینمت قرار دینے پر صرف کر دی۔

سید احمد اور ساسا میل و ملوی مسلمانان ان ظیروہابی مسلمانوں کو اپنی کتاب گزفروں میں  
 شمشاد کرتے ہیں، مگر نساہری بھی تو اہل کتاب ہیں، جن سے ان کے مہم بر خود داری کا غم ہے۔  
 صرف اس لیے کہ وہ مسلمان بہت دکھا دیتے۔ یہ لوگ اٹھریزوں سے جنگ کے تصور کی  
 مخالفت کرتے رہے، مگر اہل سنت و جماعت مسلمانوں کے قتل دشمن کے جواز کی  
 صورت میں نکالتے رہے۔

میں ہاں دو معاملے دیکھیں ہیں، ایک تو منہ دہرنا اور مخالفوں کے اہل  
 کتابت کرنا اور قتل دشمن کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز

قرار دینا اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے امتداد پر یا ان کی بغاوت پر  
مبنی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا کیا کوئی مدبب ہے یا کچھ اور ہے جیکہ بعض  
اشخاص کے مقابلے میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور بعض کے تحقق  
بغادت یا اس کا کوئی اور مدبب ہے یا اگرچہ یہ طریقہ ہمارے پاس بھی تحقیق اور  
تفتیش کرنا ہے لیکن ہم ان غلط پروانوں کوئی الحقیقت مندوں، بلکہ اصل  
کاروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اپنی کتاب کاروں کے مثل ہانتے ہیں؟  
(مکتوب مولوی محمد صامعیل بنام سید احمد)

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۴۴۱)

انگریزوں کی مخالف طاقت جانتا ہر جدی مسلمان قطعاً ان کو بدکار و منافق کہہ کر  
”تحرک مجاہدین“ کے سربراہوں نے ان کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور اس مقصد  
کے لیے ان پر چڑھائی کی خدا نے ان کو اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ کج کے  
ظافشور ان کی سختوں کے ساتھ شایوں کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کی فداوی کا ذکر کرتے  
ہیں۔ لیکن اعلان کرتے ہیں کہ ان مجاہدوں کی کوئی لڑائی مسلمانوں سے نہیں ہوئی۔ سب سختوں  
یہی سے ہوئی ہیں۔ سید احمد پر یوں صاحب خود مسلمانوں کو مرتد ثابت کرنے، ان کے  
خلاف غور و خیز کی کا جواز پیدا کرنے اور ان کا مال، جسم کرنے کی بات کرتے ہیں۔ اس گندگی کو پاک  
کرنے کے ارادے رکھتے ہیں۔ ان اقوال و ارشادات کو کوئی کہانی نہ ٹھپا سکتا ہے۔

وہ منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم مقدمہ والا جب ایک واجب علیہ ہے

اس لیے خاکسار، چھ مسلمانوں کے ساتھ شہر، شانوار اور قرب و حوا سے بدکار  
منافقوں کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کر کے موضع پختہ رنگ پہنچ گیا ہے؟

(مکتوب بنام سردار میر عالم خاں باجڑی)

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۱۲۵)

منشی محمد حسین محمود رئیس قضاہ بطر ضلع بجنور کی کتاب ذرۃ المسلمین مطبعہ ریاضیہ ہندو قسریہ  
 علیہ چھپی تھی اس کا ایک نمونہ ہمد کی ایک کتابیری میں موجود ہے۔ اس میں معصفت نے  
 سید محمد ریوی کے احادیث تکفیر کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ پنجاب کے امیر اور ملداران کی ان  
 حرکتوں سے سخت تلافی ہوئے اور کچھ گئے کئی جعلی پتھر ہیں اور اصلی دہلی، اس لیے ان سے  
 بیعت روا نہیں ہے :

جب کوئی امیر مسلمان اور عالم پنجاب کا ان کی طرف متوجہ نہ تھا جب  
 انہوں نے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا اس فتویٰ تکفیر کے اجراء سے تمام  
 ملک پنجاب کے امیر اور ملدار تلافی ہو گئے اور جواب کئے کہ تم دہلی مذہب ہو  
 تم سے بیعت کرنا روا نہیں۔ (ذرۃ المسلمین، ص ۹۸)

دہلی خود مانتے ہیں کہ پنجاب والے خصوصاً ان کے معتقدات سے نفرت کرتے تھے  
 اور مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے ایسے ہی عقیدوں کو رواج دیا تھا جن سے مسلمانوں میں  
 چھوٹ پڑے اور انگریزی حکومت مضبوط ہو، سرکارِ ہندو عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کم ہو،  
 اور مسلمان کمزور ہوں۔

سر اس فنڈ زحمتیت کہ من می وانم  
 ان معتقدات کے مخالفوں کے خلاف انہوں نے فوج کشی کی اور انہیں کیفر کا رنگ  
 پہنچانے کی سعی کی، انگریزوں نے شاید اس مقصد کی تکمیل کے لیے بھی اپنے مقبوضہ علاقے  
 میں شورش کو تا سب نہیں سمجھا اور انہیں سرحد جانے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے اس تحریک  
 کو دہریے فائدے کے لیے جھنڈا لگا کر ایک تو سکہ جوائنٹریوں کے لیے مصیبت بن کر دکھائی  
 دو بے مسلمان اس سازش کے نتیجے کے طور پر اس قابلِ تردید کی کہ کبھی انگریزوں کے مقابلے  
 میں لڑتے ہو سکیں خصوصاً سرحد کے مسلمان جو ہمیشہ انگریزوں کو پریشان کرتے رہنے کی  
 صلاحیتوں اور ایثاروں سے مالا مال تھے۔

”وہابی ایک فرقہ ایسے اشخاص کا ہے کہ وہ اس طریقہ اسلام سے عموماً  
پنجاب میں رائج ہے۔ اتفاق کی نہیں کرتے۔“

(قرمہان ولبیہ، ص ۶۶)

وہابیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی دستبرد سے کوئی بزرگ نہیں بچا، جن لوگوں نے  
صاحبِ کبریا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و تکریم اور عقیدت و تعظیم کے  
خلاف شاذ و غالی کی ہوا، ان کے نزدیک جہانِ دین کیا اہمیت رکھتے ہیں۔

”جب اختلاف مذہبی میں بحث شروع کی تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ  
سے لے کر جس قدر امام اور اولیاء اللہ خاندانِ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور  
سہروردیہ وغیرہ میں گئے ہیں ان کو ملحد اور مشرک اور بدعتی آئینہ الجبر کی طرح  
پتھر کر کے شرمسار کر دیا۔“ (فریادِ مسلمین، ص ۱۱۳)

”تاہم صحیح تالیفات سید مراد علی گڑھی (علشی سرمد چوک در بندہ ضلع ہزارہہ) کی تصنیف  
سے اور مجاہدین کی جنگ کے بارے میں لائق اعتماد مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں  
بتایا گیا ہے کہ سرورِ پائندہ غاں کے خلاف سید احمد اور اسحاق علی صاحبان نے بیعت نہ کرنے  
اور انہیں خلیفہ تسلیم نہ کرنے کی بنا پر فتویٰ کفر دیا اور اس کے خلاف جہاد کیا۔ یہاں علامہ  
فصلِ حق خیر آبادی سے ان حضرات کا تقابل کریں تو عجیب صورتِ حال سامنے آتی ہے۔  
فصلِ حق خیر آبادی اکثر چغامیوں کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اور انھیں ملحد و ساجد صاحبان  
مذہبِ مسلمانوں کے خلاف دیکھ

بہیں تفاوتِ رہ، از کماست تا بہ کجا

”تاہم صحیح تالیفات کے تعارف میں محمد عبدالقیوم جلالی (تناولی) لکھتے ہیں  
”اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں تناولی قوم کے مجاہد و شاکانہوں اور  
اسلام کے لیے جہاں شہری اور قربانی کے حیرت انگیز واقعات کا علم ہو گا وہاں



ہیت سے راز دہانے سرایت کا انکشاف ہوگا، جی کو چھپانے کے لیے بہت سے لوگوں نے دیانت کو ترکان کر دیا۔ تہا ولی قوم کے عظیم فرزند سرور بادشاہ نے ہری سنگھ اور دیوان سنگھ کو بے روپے شکست دے کر بے نیست سنگھ کو زندہ براخام کر دیا تھا۔

۳۰ء میں سید احمد پٹوئی اور محمد اسماعیل دہلوی نے پشتو مردان اور سوات کی مسلم آبادی کو بدوہ شمشیر فلکوم ہاکر سردار پانندہ خاں کو پیغام بھجوواتے اور خود مل کر بھی ہیبت کی دھوت دی۔ جب دوسعت پر تیار نہ ہوا تو سید صاحب نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر بڑھائی کر دی، چونکہ سردار پانندہ کی تمام تر توجہ سکھوں کی طرف تھی اور وہ ذہنی طور پر اس حتی جنگ کے لیے تیار نہ تھا، اس لیے اسے شکست کھا کر ملاقات خالی کرنا پڑا۔ اس نے شکست کا بدلہ لینے کے لیے دوبارہ صف بندی کی اور شیخ رملی لکھ کر سکھوں سے دوسے کر سید صاحب کے لشکر پر حملہ کر دیا اور انہیں علاقہ چھوڑ کر بالا کوٹ کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔

(تعارف، تاریخ تھانہ ولسیاں)

(از محمد عبدالقدیم معلول و تہا ولی ص ۶)

کتاب کے مصنف اس جنگ کا ذکر یوں کرتے ہیں:

”جنگ خلیفہ سید احمد پٹوئی ملقب بہ سید بادشاہ و دہلوی

محمد اسماعیل دہلوی ہمراہ سردار پانندہ خاں۔

راویان مستحق چشم دیدہ نقل کرتے ہیں کہ ۱۸۳۰ء میں خلیفہ سید احمد

سرگودھا ولسیاں نے بارہ خاں جاگہ پشاور کو باٹ ہوا دوسٹ محمد خاں اتی

کابل کو پرست گری لشکر خاں شاہ شکست دی اور خاک پشاور کو باٹ پر

قبضہ کے اپنے تئیں نہایت مقرر کیے اور یہ لقب سید بادشاہ مشہور ہوا.....  
 سردار پانندہ خاں نے غلیظہ کی بیعت شکنی، ابتداً غلیظہ بجانب پانندہ خاں سے  
 بنگلانہ تھا۔ آخر یہ نظیر مصلحت غلیظہ موصوف مع مولوی اسماعیل مقام موضع  
 عشرہ پانندہ خاں سے ملاقاتی ہو لارہ وقت ملاقات غلیظہ نے کمال چربائی  
 و شیریں بیانی سے قصہ بیعت کا چھیڑا، مگر سردار موصوف نے سولے بیت لعل  
 جواب صاف دے دیا..... القصد پھر تو غلیظہ نے نسبت پانندہ خاں فتویٰ  
 کفر کا دے کر مع مولوی محمد اسماعیل و لشکر غازیان برہمپور سر بلقان مدغیان  
 عزم جنگ پانندہ خاں پر مستعد ہوا۔

(سہارنچ تناویاں از متید مراد علی، علی گڑھی)

(مطبوعہ مکتبہ قادریہ الدین لویاری، دائرہ لاہور)

ان مجاہدوں کی نبوت کا دعویٰ تو تشنہ تکمیل ہی ہو گیا تھا، نہایت ہی سے کام  
 لینا چاہا۔ غلام رسول قہر نامہ است کے معکوں کو شعلیل و طوی کے واجب القتل اور باغی  
 قرار دینے کا ذکر فرماتے ہیں اور اس مسلمان کے خون کو جو اطاعت خدا و رسول کرے مگر  
 اطاعت سید احمد نہ کرے، کفار کے خون کے مانند قرار دیا جاتا ہے اور حضرت حسن کفیلؑ کو  
 کا جواب بھی "جہاد بتایا جاتا ہے۔ جہاد نہ ہوا، امرت دھاما ہو گیا، ان پر ہر تکلیف کا ملحق  
 اسی کے ذریعے ہو گا۔"

بچے دو است بد را شفا سے میکہ ہا

بہز جن کہ بتاند کسے، خراب و جند

آماست کا کام پیدا ہو گیا، تو شاہ صاحب نے مشغری امامت کو باغی

اور واجب القتل قرار دیا۔

”آپ (سید احمد) کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہوئی جو آپ کی  
امامت کو کھوئے سے تسلیم نہ کرے یا تسلیم کرنے سے انکار کرے اور اپنی عقل  
الذم ہے اور اس کا قتل کفار کے قتل کی طرح خدا کی عین مرفی ہے.....  
معتز نہیں کے اعتراضات کا جواب تمہارے ذکر تقریر و تقریر“

(سیرت سید احمد شہید ص ۱۵۵)

یہ فلسفہ جہاد اور نکتہ امامت انگریز کی خوشنودی کے لیے پیدا کیے گئے تھے۔ دین  
کی سرپرستی اور ملت کی سرفرازی کے لیے نہیں۔

کار زینت تست مشک افشانی اماشتان  
مصلحت را بختے برآ ہونے بھی بستہ اند

ان مجاہدین کی شریعت انگریز کی خوشنودی سے عبارت تھی، بالکل ناسمجھ اور بے فکر لوگوں  
کے لیے سب کچھ کرتے ہوئے اگر اپنے لیے بھی کچھ کر لیتے تو کیا حرج تھا! چنانچہ انہوں نے سرحدوں  
کی لڑکیوں کے نکاح اپنے ساتھ ضروری قرار دیتے اور اس پر بطریق اسن عمل درآمد شروع کر دیا  
مگر بعض لوگوں نے اس زبردستی کو پسند نہ کیا اور لڑائی ہوئی مسلمانان شریعت و اسیان و اللہ  
مارے گئے۔

نالی نعلی ہی تو بے موج، بے خودش

لکھا قدم تو گرو کشی گرداب سامنے

یہاں ان لوگوں کے سامنے جہاد کی تلقین۔

”علیحد صاحب نے شرعی حکومت کے زور سے ان دہر کو بڑھست نہائی  
نی لڑکیوں کا نکاح حکماً کرنا چاہا بلکہ دس بیس لڑکیوں کے نکاح مجاہدین فوج  
سے کرا دیے اور خود بھی رضامندی سرور ان جگہ اپنے دو نکاح کیلئے لکھوہ  
جگہ زور سے ان سے سرکش ہو گیا اور بہت مدت تک ان راجہوں کا راجہ“

بہت کچھ بدالی و قتال کی نوبت پہنچی، مگر وہ اس سے مطلوب مذہب ایک ذرہ  
بہت سے مل جل جیج کر کے مولوی محمد اسماعیل صاحب خود ان کے مقابلے کو گئے،  
لڑائی شروع ہوتے ہی مولوی صاحب کی پیشانی پر گولی لگی، شہید ہو گئے۔  
”گاہرہ آفرشید، آفرزادہ کا رہے نہ شد۔“

(فرید مسلمین، ص ۱۰۲)

”فرید مسلمین کا مصنف ہر حال شفیق مسلمان ہے اور ظاہر ہے کہ جمہور بولسا  
اہل سنت کا کام نہیں ہے، لیکن اگر جمہور کے نوکر اس بات کو دانتے کا ذرا سا ادراک بھی  
نظم کریں، تو میں عرض کروں گا کہ یہی حقیقت اسماعیل دہلوی کے عاشق نادر زائیریت دہلوی  
کے قلم سے بھی نکل گئی ہے، ملاحظہ کیجئے،

”ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی مٹی کریمہ! نکاح ثانی ہو کر مجاہد صاحب  
زور سے رہے ہیں نہیں، سوا چاہیئے۔ آفرماں باپ اپنی نوجوان لڑکی کو  
حوالہ مجاہد کرتے تھے، اس کے سوا ان کو کچھ چارہ نہ تھا۔“

(حیات طیبہ، ص ۳۵۶)

نہروستی شادیاں رچانے کے جہاد میں مصروف ہوتے تو مجاہدین کو نہ تقویۃ اللہ بات  
کی تبلیغ یاد رہی نہ جہاد کے مقصد اصلی کو کوئی رنگ پہنچی، نہ کوئی اہتمام پروردہ اساس پر غور و فکر  
ہوا، نہ فتح و نصرت کی بشارتیں، ان کا کچھ بگاڑ سکیں۔

خدا راود در توبہ و دل ساقی  
بیک جسم مینا شکست و دست دکشا

ان ظالمانہ واقعات کے پس منظر میں مولوی محمد اسماعیل دہلوی کا فرس  
کام کر دیا تھا، چنانچہ وہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوف سے بے نیاز نہ بن سکے، بلکہ  
کے متعلق ساف کھ گئے،





مرکز کی کے اڑانے کے لیے روانہ ہو جائے گا کیونکہ اصل مقصد خیاب کبک سکون سے جہاد کرنا ہے۔ (مکتوبات سید احمد شہید ص ۱۵۴، ۱۵۵)  
 اور یہ بات ایک جگہ نہیں کہی، ان میں المؤمنین نے کئی مقالات پڑھوائی ہے خان غلام  
 علی بانی رئیس قلات کے ہم ایک مکتوب میں رقم فرماتے ہیں:  
 ”منہایت مناسب اور مصلحت یہ ہے کہ ایسا کہا جائے کہ سب سے پہلے تو  
 منافقوں کے استیصال کے متعلق انتہائی کوشش کی جائے اور جب جبانوں  
 کے قرب و ہوا کے علاقہ میں ان بگڑاؤ منافقین کا قیصر پاک ہو جائے تو پھر  
 اطمینان خاطر اور دلجمعی کے ساتھ اصل مقصد کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں،  
 اس لیے مصلحت وقت یہی ہے کہ پہلے تو منافقین کے قتل و نہاد کے فیصلے  
 کے لیے سخت کوشش فرمائی۔“

(مکتوبات سید احمد شہید، ص ۱۵۴)

انہوں نے جہاد کو جس طرح ذاتی بھوکھا تھا، وہ تو اس حقیقت سے غماز ہے کہ کسی  
 کی طرف سے اس خدمت پر آمون تھے۔ جہاد ایسا معاملہ نہیں ہے کہ آپ است قبول کی طرح  
 ہر شخص کے جھوک دینے کا ذرا عادت ہے، مگر ان مساجدوں نے کثرت استعمال سے اس قومی  
 کو گندہ کر ڈالا تھا، اگر کسی سے بحث میں نہ جاتے، تو بھی یہی ارشاد ہوتا کہ فلاں کام کروں تو  
 اس مولوی کے خلاف بھی جہاد کروں گا۔ آخر متخصمین فی الجہاد تھے۔

مولوی انجیل صاحب بحث مہاشہ کے ارشاد سے اس دلو کا پلہ فرماتے ہیں:

صوفی لقب سے بحث گئے، مگر کہتے ہیں کہ صوفی صاحب کا تصرف مناسب نہ تھا۔  
 بحث شروع کرنے سے باز رہے، شخصیت کے وقت مولوی انجیل صاحب نے  
 فرمایا کہ مذمتی عمل کے مولوی بہت گمراہ ہیں، سب راہ وہ ہے کہ جس وقت ملک سے  
 واپس ہوں گا، ان گمراہوں پر جہاد کروں گا۔ (فتاویٰ سلیم، ص ۹۵)

اگر فرقی ہمیں کے معاملے میں تسلیم ہوئی کی گلب جہاد پھر کی تھی تو شاہ نصیر پر بھی  
 باقاعدہ چڑھ دیا ہے۔

”شاہ نصیر نامی حنفی پرست تھی جو ابن دہن میں ایک شاعر تھے، انہوں نے  
 مولوی اسٹیل صاحب کے جہاد کی تعریف میں جو قصیدہ لکھا اس میں  
 دو شعر جوڑی میں لکھے ہیں: ”تو کہ آپ حیات کے صفت مولوی محمد حسین لکھا  
 آزاد و مولوی نے یہ دو شعر انتخاب کر کے شاعرانہ انداز میں لکھے ہیں، جن کی  
 میں نقل کرتا ہوں۔“

کلام اللہ کی صوت جہاد اولیٰ ان کا سپارہ  
 ذرا دانی سریش ان کو، نہ کوئی نفس قرآنی  
 مرن کی طرح میدانِ دعا میں پکڑی بچلے  
 اگرچہ تھے دم شعلہ سے یہ شیرستانی

یہ چھٹی ان کو ناکارہ ہوئی، شاہ نصیر کے مکان پر حملہ کر کے چڑھ گئے۔“

(”فریادِ مسکین“، ص ۱۱۱، ۱۱۰)

جناب یہ صف جبریل میں لکھنا ہے کہ میرے بڑے بھائی کے ہاتھوں سے قتل ہوئے تھے شہید ہو گئے تھے  
 تاہم مشکل میں اس فرقے کی تشدید فرمائی گئی کہ تسلیم ہوئی بھائی کے ہاتھوں سے قتل ہوئے تھے۔“  
 مکمل حقائق پر مبنی بات جس کے منہ سے تھی

فقیر جبریل صحت میں ہے وہ دنیادار تھا

”اسما علی شہید جیسے لوگ سرے کفن باندھ کر لوگوں کو بھتوں کے مناجات  
 حیات دلائے آتے اور مسلمانوں کے ہاتھوں ہی سے شہید ہو کر غلامِ حق بن گئے“

ملاحظہ ہو (”مضمون“ الیہ سب پانچ کے عوامل“ (از برف جبریل)

(روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۲۵ اگست ۱۹۷۱ء)





”خود مسلمانوں کے ہاتھوں سید صاحب کے غازیوں کے بڑے  
جوش کو ایک رات میں ذبح کر دیا۔“

(۲) علامہ ہند کا شاندار ماضی، مجدد دوم ص ۵۴۴، ۵۴۵

فضل حسین بہاری صاحب جو دہلیوں کے بہت بڑے نمائندے ہیں، مسند  
نذیر حسین دہلوی کی سوانح حیات میں حسب روایت مختار زبان میں ان حضرات کے  
مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے انتہام کو پہنچنے کی بات کرتے ہیں :-  
نیرتے عشق میں کہ میری دشت بیجاں

گامے نہ رفتہ ایم، دیباہاں رسبہ ایم

”جب سکھوں نے دیکھا کہ ہندو مسلم تمام پنجاب پر قابض ہو گئے  
تو انہوں نے اپنے کو، جن کی تعداد صحتہً نہ تھی، گانڈھ اوز میں بے وفا  
قوم نے بین مالت جنگ میں بے وفا کی خبر سے مسخ کر رکھتے ہوئے،

اور مولانا شہید اپنے سہارا اور ہمراہیوں سمیت ۲۲ مئی ۱۹۴۶ء  
کو تری سال کی عمر میں شہید ہوئے۔“

(آلیات بعد المات ص ۲۰۴)



## حسائق کا اخفا

بدرل چکے میں بہت خوشنوائی کے معیار  
خدا پچمن میں کسی کی زباں نہ کھلوائے

جب کسی انسانے کی اساس بھی صداقت و شہنی اور کذب شعاری پر رکھی جاسے۔ تو حق کو قبول کرنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔

آپ ناقابل تردید حقائق و ہدایا ہیں تاہم سے کسی حقیقت کو غلط ثابت کرتے ہیں اگر مقابل کسی غلط فہمی کا شکار تھا، تو حق کو قبول کر لے گا، لیکن اگر مان بوجہ کر غلط حقیقت کو اپناتے تھے تھا اور لوگوں کو دھوکا دینے کے غلطہ نظر سے سب کچھ کہہ رہا تھا، تو حقائق کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکے گا۔ غلام رسول تمہارے بڑی محنت سے کہانیاں لکھ کر مجاہدین کی آبرو بنائی۔ اب لوگ حقائق کے آئینے دکھا دکھا کر ان کے بیانات اور توصیہات کو غلط ثابت کر دیں گے یہی وہ اپنی خود ساختہ عمارت کو اسی طرح قائم و دائم دیکھنے کی خواہش میں مجاہدین کی شان و آبرو بہ حال میں قائم رکھنے کا اطلاق کرتے ہیں۔

”میں مجاہدین کی شان و آبرو بہ بہ حال قائم رکھنے کا قائل ہوں اگرچہ

وہ بعض سابقہ بیانات اور توصیہات سے عین مطابق نہ ہو۔“

(افادات مہر، ص ۲۳۱)

”افادات مہر“ کے مصنف ڈاکٹر شہیر بہادر خان نے اپنے مائترو میں کسی پمفلٹ کے باب میں مہر صاحب سے استفسار کیا، تو شاید اس پمفلٹ کے مندرجات کی قائم کردہ عمارت کو

کھنڈ میں تبدیل کر دینے والے ہیں گے، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ میرے تاثر کے مطابق اس پر غلط میں متبادا شہید کے حلق پر کچھ زیادہ اچھا نہیں لگا گیا یعنی میرا صاحب نے تاثرات کو تصبیات کو تحقیق و تادرج کا نام لے دیا ہے مکمل ہے۔

ایک آپ نے غالباً انگریزی پر غلط کے حلق پر پوچھا تھا۔ یہ غلط میں نے کسی زمانے میں پڑھا تھا، انگریزی بہت عمدہ تھی، لیکن یہ انگریز کے حلق پر کچھ غریب قرار دیتا تھا، میرے تاثر کے مطابق وہ کچھ زیادہ اچھا تھا۔

(افادات مہر، ص ۲۲۹)

جس دستاویزہ تاریخ، تصنیف سے بھی میرا صاحب کو اپنے مضمونوں کی حمایت میں کوئی بات نہ ملے۔ وہ اس کو تاریخی ماخذ قرار نہیں دیتے۔ اس سے صراحت نظر کرتے ہیں، اسے جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

”مجھے دلی افسوس ہے کہ آپ کی کتاب کا وہ جھنڈا دیکھ سکا ہرگز نہ تھا۔ دستاویزات پر مبنی ہے، تھپ نے یقیناً دستاویزوں سے پورا فائدہ اٹھایا ہوگا۔ لیکن ایک بات عرض کروں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات پرستاری بھی غلط فہمی کا باعث بن جاتی ہیں۔“

(افادات مہر، ص ۴۱۰)

ڈاکٹر بشیر بہادر غالب جی نے میرا صاحب سے ایک خط میں استفسار کیا کہ تاریخ نگاری طبع ۱۷۷۹ء از سیدہ اوطی طبع نور کمال سے طے کی ۱۰ افادات مہر، ص ۱۹۳۔ اس کا جواب علامہ رسول مہر نے ۲۰ جمادی ۱۹۶۵ء کو اپنی صاحب کو دیا اس میں علامہ کی تصدیقوں کا ذکر کیا نہیں یا اور ان کے اس استفسار کا جواب نہیں دیا۔ شاید ڈاکٹر جی کے دوران سہ بار پوچھنے پر میرا صاحب نے ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء کے خط میں لکھا،

”کتاب بازہ میں ناپید ہے، چرائی کتابوں میں اتفاق سے مل جائے“

تو مل جائے اور نہ اُمید نہیں کہ پکڑ آئے؛ (راخداوت مہر، ص ۱۹۸)

اس کتاب میں جو حقائق ہیں اور حقائق جہاد کی اصلیت پر بھی روشنی ڈالتے ہیں اس لیے مہربان صاحب نے ڈاکٹر شیخ کو اس تادمہ کی مانڈ تک پہنچنے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ حالانکہ کتاب مہربان صاحب کے پاس موجود تھی اور اختلاف کے بعد ان کے کتب خانے میں پائی گئی۔ اسی حقیقت کو تاریخ تنادولیاں، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور کے تعارف نگہران الفاظ میں بیان کرتے ہیں،

”آفسس کہ ان مہاد اور غیر رتنادولی مسلمانوں کے مجاہدہ معرکوں کو کا حقد محفوظ دیا گیا۔ مفسرہ مونس غلام رسول قہر نے تحریک باہ کوٹ کا سائزہ لیٹے ہوئے نہ معلوم کس مصلحت کے تحت تاریخ تنادولیاں، ایسے قہیم مانڈ کو بحسب نظر انداز کر دیا۔ غالباً یہ کتاب ان کی ضرور ساختہ کتابی کے مطابق تھی“ (تعارف، تاریخ تنادولیاں، از محمد عبدالقیوم جلول، ص ۱۲)

حق کو تسلیم نہ کرنا اور حقائق کو پردوں میں چھپانے کی کوشش کرتا صرف مہربان ہی کا خاصہ نہیں ہے۔ یہ سب حضرات اس میں طاق ہیں۔ مسعود عالم ندوی کو مہربان نے یہ پیر غصہ ہے کہ وہ سید احمد اور ان کے دہائی ساتھیوں کی کمزوریوں پر تنقید کیوں کرتے ہیں؟ ان کی خدمت میں کوئی لفظ کیوں کبر دیتے ہیں۔ سچھی! جب کوئی کام قابلِ مذمت ہے تو اس کی مذمت اور تنقید میں حکم کو ابدال پہنچنے کے کیا معنی ہیں؟

”مولانا سندھی کی کتاب، ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک“ وسیع مطالعہ اور عمیق فکر کا نتیجہ ہے، مگر انہوں نے حزب ولی اللہ کی تشکیل اور اس میں مانی توجہ کی خاطر یہ صاحب کے ماننے والوں اور خاص کر اہل صادق پور پر بڑا ظلم کیا ہے اور ان کی کمزوریوں کی تنقید مذمت

میں ان کا قلم اقتدار پر قائم نہیں رہ سکا ہے۔

(”ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک“ از مسعود عالم ندوی ص ۱۰)

جن صاحبِ وقور و والوں پر ظلم و ستم کی دہائی مسعود عالم ندوی نے لکھی ہے۔  
جن کے متعلق ظلم، ہند کا شاندار ماحول اور اندرا گاندھی کے حوالے سے بتایا جا چکا ہے کہ وہ  
کی تحریک آزادی کے مخالف ہے۔

غلام رسول تمبر لکھتے ہیں،

”اگر سکھ آزادی وطن کے جہاد میں ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جائے تو خود  
اس سے نرم و پیکار کی کوئی وجہ نہ ہوتی اور یا شہنشاہانِ علاقہ جات سرحد کی  
آزادی بھی محفوظ ہو جاتی۔ اس طرے خاصی بڑی قوتِ قزاق کے آزادی کا  
ہند کے لیے قدم بڑھایا جاسکتا تھا۔“

(روزنامہ مشرق لاہور، ۱۷ نومبر، ۱۹۹۷ء)

مہر صاحب جدید تاریخ کے مؤجد ہیں، انہوں نے اس تحریک کے حق میں لکھا ہے  
لکھیں۔ بیسیوں مضامین تحریر کیے، لیکن کیا وہ خود بھی کہیں ثابت کر سکتے ہیں یا اور کوئی صاحب  
ثابت کر سکتے ہیں کہ سید صاحب نے آزادی ہند کی بات کی ہو یا انگریزوں کو اس خطے سے  
نکال باہر کرنے کا عندیہ ظاہر کیا ہو یا سکھوں سے اس نوع کی کوئی گفتگو کی ہو کہ وہ اس سے  
مل کر ملک کے فاسدوں (انگریزوں) کے خلاف تحریک چلائیں۔ حالات کی ستم ظریفی یہ ہے  
اب تاریخ نہیں لکھی جاتی، گھڑی جاتی ہے۔ یوں مہر صاحب ایک تاریخ ساز شخصیت  
کہلانے کے بجائے ہر قدراری تاریخ اسیان و ایشیہ میں محمد محبوب علی خان لکھنوی نے  
ملاقاتی دہرائیں سے واضح کیا ہے،

”اسامیل دہلوی اور ان کے مرشد سید احمد بریلوی کی اس جنگ

زندگی سے برٹش کو صوبہ ذیل فائدہ ہوتا ہے۔“

(۱) دہلی اور ہندوستان کے دیگر بلاد آسانی کے ساتھ بہاؤ اور غیرت مند مسلمانوں سے اکثر غالی ہو گئے۔

(۲) محلی سلطنت کے جاں نثار اس کے قرب میں کم ہو گئے۔

(۳) سلطنت ہند کی قوت کمزور سے کمزور تر ہو گئی۔

(۴) ہندوستان پر مکمل قبضہ کرنا انگریزوں کو آسان ہو گیا۔

(۵) ان دونوں کی ایکجہتی سے انگریزوں کی قوت بڑھ گئی۔

(۶) ان کی جنگ زندگی سے پنجاب پر بھی انگریزوں کا انقلاب آسان ہو گیا۔

(۷) سرحدی مسلمانوں میں ان دونوں نے پھوٹ ڈالی۔

(۸) آندھرا تہذیب کو گڑے ٹکڑے کر دیا انہیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا

بستاد بنا دیا۔

(۹) قباہی مسلمانوں کے قتل کے قحطے بار بار لکھنے اور شائع کیے۔

(۱۰) پٹھانوں کی طاقت کمزور کرادی۔

(۱۱) کافروں کے مقابل ان کی ہوا خیزی کرانی

(۱۲) کتاب تقویۃ الایمان کے ذریعہ مسلمانوں میں لٹاق و شقاق کی آگ بھڑکائی۔

(۱۳) دوسری ریاستوں اور حکومتوں کو بھی خطوط و سفیر بھیج کر پنجاب کی طرف

متوجہ کیا اور سلطنت مغلیہ کی مدد سے غافل کر دیا۔

(۱۴) فرقہ بندی کرانی و گھر گھر لڑائی کرانی۔ کچھ دنوں بعد ہی برٹش نے انقلاب کیا

اور کچھ دنوں بعد ان کی حد کو بنا پر انگریزوں نے نہ صرف دہلی بلکہ تمام

ہند پر تسلط پایا۔۔۔ (تاریخ عیالی و امیرہ ص ۴۴۰، ۴۴۱)



# حرفِ آخر

ملاور فضل حق شیرکادہی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے سیاسی کردار کے تعامل پر جاننے میں درج ذیل حقائق و معارف ملتے آتے ہیں :

۱- فضل حق کے دین کی رو سے اسلام کے دشمنوں اور ملک کے غاصبوں پر جہاد واجب تھا، جبکہ اسماعیل دہلوی کے مذہب کی رو سے یہ بات فرض تھی کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں کبھی شریک نہ ہوں۔

۲- فضل حق کا جہاد صرف انگریزوں کے خلاف تھا، مگر اسماعیل دہلوی جہاد پسند تھا۔ بحث میں جس عالم سے ہار جاتے تھے، اس کے خلاف بھی جہاد کا اعلان کر دیتے تھے۔ برطانویوں کی ہار جاتا تھا، اس پر بھی چڑھ دیتے تھے۔

۳- فضل حق، جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء کے حکم دیتا تھا۔ جنگ آزادی میں جتنا لینے کا ارادہ تھا انگریزوں نے مسلمانوں پر حکم و استبداد کی انتہا کر دی۔ اس کے مقابلے میں اسماعیل دہلوی اور سید احمد کا اعلان تھا کہ سرکارِ انگریزی کو مسیحی اسلام چھوڑ کر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی۔

۴- فضل حق اور ان کے ساتھیوں نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ علوم اور نام لیا کی حیثیت سے جنگ آزادی میں حصہ لیا، جبکہ سید احمد بریلوی نے اپنے آپ کو

”ہمور میں اللہ کا کہا“ اپنے اور پاپہام کرنے کا دعویٰ کیا اور اسماعیل دہلوی کو سید احمد کا خلیفہ  
بمذکر حضرت مقرر کیا گیا۔

۵۔ جنگ آزادہ ۱۸۵۷ء میں فضل حق خیر آبادی کی خدمات جلیلہ کا اعتراف خیر جانبدار  
مرد نہیں کے علاوہ جانبداروں کو بھی کرنا پڑا، وہ اس جنگ کے تمام اہل سہ کے  
کے برعکس سید احمد اسماعیل دہلوی اور اس کے ساتھی مجاہدین کو سید احمد سرحد کے لوگ  
انگریز کا بائوس سمجھتے تھے، اسی لیے برا سمجھتے تھے اور اس قسم کی تعیناتوں کا اعتراف  
جو محمد مجاہدین کے نام لیا تو ان کو بھی کرنا پڑا۔

۶۔ فضل حق خیر آبادی کے خلاف استغاثے کے گواہ شہادت سے منحرف ہو گئے، تو خود  
انہوں نے اقبال جرم کے کاسے پانی اور شہادت کو خوش آمدید کہا لیکن اسماعیل  
سید احمد کے خلاف اس شکایت کی تردید انگریز افسروں نے خود کی کرید انگریز  
کے مخالف ہیں۔

۷۔ انگریزوں کی حکومت قائمہ فضل حق خیر آبادی کے جہاد کا ہدف تھی، اس کے مقابلے  
میں اسماعیل دہلوی کے جہاد کی راہ میں گورنمنٹ انگلشیہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ  
برطانیہ کی معاونت کی۔

۸۔ اسماعیل دہلوی مرہٹوں اور شیہر سلطان کے انگریزوں کی راہ سے ٹٹ جانے کے بعد  
سکھوں کو ان کی راہ سے بٹانے کے لیے سرگرم عمل رہے۔ ان کی کوششوں سے سکھ  
حکومت پر انگریز حکومت فخر اب ہوئی، جبکہ مرہٹوں کی حکومت باقی تھی، جیسے بچانے  
اور انگریز کا اقتدار ختم کرنے کے لیے فضل حق نے جان کی بازی لگائی۔

۹۔ فضل حق نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور اس جہاد میں باقاعدہ حصہ لیا۔  
اسماعیل دہلوی نے حضور پرنسپل شاہ فیوم المنشور علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے  
مسلمانوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور اہل اسلام اور سکھوں کے خلاف جہاد کیا۔

۱۰۔ فضل حق خیر آبادی کو انگریز فاضلوں نے کالے پانی کی سزا دی، جہاں مصائب شدارہ کو برداشت کرتے کرتے وہ غریب ہو گئے اور اسماعیل دہلوی اور ان کے تمام جہل یوں کو جہاد کے لیے تیار کرنے کی خاطر انگریزوں نے کھانے کھانے اور مسجد میں ان کے لیے جنتیاں بچھائیں اور ہر طرح سے ان کو مضبوط مستحکم کیا۔

۱۱۔ جنگ آبادی میں حسد پینے والوں کے گھر تباہ کر دیئے گئے، ان کی جائیدادیں جھین لی گئیں اور تحریک مجاہدین کو مستحکم ہونے دیا گیا، ان کی ریاست و ریاست پر کوئی اثر نہ کیا گیا۔ انہوں نے ٹیکس لینے کا اپنا نظام نافذ کیا تو بھی ان سے نہ صرف ٹیکس لیا جاتا بلکہ ان کی ہر طرح مدد کی گئی۔

۱۲۔ فضل حق کے ہاسوسوں نے ان کے خلاف کہا ہی دی اور انہیں برا بھلائی پہنچانے کے ہاسوسوں کی۔ پوٹ پرا انگریز افسروں نے ان کی سرگزیروں سے کوئی تفرقہ کرنے کی پالیسی جاری رکھی۔

۱۳۔ فضل حق نے عدالت میں اپنے فتویٰ جہاد پر اصرار کیا۔ اسماعیل دہلوی نے انگریزوں کی خوشحال رعایا ہونے کا اقرار کیا۔

۱۴۔ فضل حق انگریزوں کی حکومت کی مخالفت میں جو پٹا نشان بک گئے اور وہیں شہادت پائی، اسماعیل دہلوی انگریز حکومت کے استحکام کی خاطر سکھوں اور سرحدی مسلمانوں سے جہاد کرنے کا کٹ بک گئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں غریب ہو گئے۔

۱۵۔ فضل حق نے دہلی کی ریاست کو انگریزوں کے خلاف بغاوت پر اکسایا اور پٹنہ پر بھی نیر جہادی اصرار کو خط لکھے، جن میں سکھوں اور مخالفت مسلحانوں کے قلع قمع کے حرازم کا اہم کار کیا۔

۱۶۔ فضل حق نے مسلمانوں کو دین کی اصل پر قائم اور متحد رکھنے کے لیے کام کیا اور اسماعیل صاحب نے مسلمانوں کی تکفیر کی اور ان میں بھڑٹ ڈال۔

۱۷۔ فضل حق خیر آبادی انڈیا کی مخالفت میں اور جسے دہلی، دہلی سے لکھنؤ کی سڑک پر لگے اور اسماعیل دہلوی اس حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے یونی سے مدد پنجاب اور بہار پر لگے

۱۸۔ فضل حق غیر ملکی غاصبوں سے نفرت کرتے تھے۔ اسماعیل دہلوی غیر ملکی غاصبوں کی فرماں برداری پر مشتعل تھے۔

۱۹۔ فضل حق خیر آبادی جنگ آزادی کے مرکز دیڑ بزل بہت خاں اور بہادر شاہ ظفر کے معتاد و مشیر تھے اور اسماعیل و سید احمد انگریز حکام کے معتد تھے سرحد میں ان کے جاسوس سمجھے گئے اور انگریزوں نے انہیں جبراً قسم کی مراعات دیں۔

۲۰۔ فضل حق خیر آبادی بہادر شاہ ظفر پر نندہ دیتے تھے کہ بھابھوں کی جنت صاف نکل گئی اور انہیں بہتر معاوضہ دیں۔ اسماعیل و سید احمد سرحدی قبائلی کی فوجوں اور گھوڑوں سے زبردستی نکاح کرتے تھے اور ان کے انکار پر ان کے خلاف جہاد کا علم اٹھا لیتے تھے۔

ان واقعات کی روشنی میں تاریخ کرام خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ غیر کی قسمت کا فیصلہ کرنے میں کس نے کیا کام کیا اور انجام دیا ہے۔ آزادی کی تھی کس کے دل دو ماغ میں تھی اور کس کا توجہ اور اک انڈیا حکام نے غور دیکھا تھا۔

یہ تو ہے دور شکست و بخت اے نازک مزاج

نہ پہ شاہ نیر کشیدے کامکاں بھی آنے گا:



# کتابیات

- آغا راسخود، سردار محمد خان، پاکستان پبلیک سوسائٹی کراچی  
 آزادی کے مجاہد، محمود الرحمن، پیشکش یک فاؤنڈیشن کراچی ۱۹۷۳ء  
 آردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز لٹریچر، لاہور ۱۹۶۸ء  
 آردو (سہ ماہی) کراچی، انجمن ترقی آردو، کراچی، جنوری ۱۹۶۸ء  
 آردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور  
 آردوئے معلیٰ (ماہنامہ) علی گڑھ، دسمبر ۱۹۰۷ء  
 ۱۸۵۷ء لائبریری رضا میچ۔ مرثیہ خلیق احمد ذکی، امداد المستفین، دہلی، ۱۹۵۸ء  
 ۱۸۵۷ء کے کوائف و محالفت۔ ادارہ مطبوعات پاکستان، کراچی ۱۹۵۷ء  
 اشعار سوشلسٹوں کے مجاہد۔ غلام رسول جبر، کتاب منزل، لاہور ۱۹۶۰ء  
 افکار و فکر، ڈاکٹر فقیر بیاد شاہ، مفتی غلام علی اینڈ سنز لاہور  
 اکابر تحریک پاکستان۔ محمد صادق قسوری، مکتبہ رضویہ، گجرات  
 الاسلام (ماہیت، روح) لاہور، ۵ اگست ۱۹۷۷ء  
 الاقتصادی مسائل، المیاد، ابوسعید محمد حسین لاہوری، ایڈیٹر رسالہ اشاعت السنۃ  
 مطبوعہ مکتبہ رضویہ، تالیف ۱۹۷۶ء اشاعت ۱۸۷۹ء  
 السبلخ (ماہنامہ) کراچی، فروری ۱۹۶۹ء  
 الحیات بعد الممات۔ فضل حسین بیادری، مکتبہ مسودہ، محدث منزل، کراچی ۱۹۵۹ء  
 التزمیہ (سہ ماہی) بیادری، تحریک آزادی خیر ۱۹۷۷ء  
 ایسٹ انڈیا کمپنی اور باقی علماء۔ مفتی اعظم امجد شاہی، دینی بک ڈپو، دہلی

باجی ہندوستان (الشرع البہدیح) مولانا محمد فضل حق غیر آبادی، منترم عہد شاہ غلام شروانی  
مرتبہ مولانا محمد عبد الحکیم شریف قادری، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۹۷۴ء

میرا شاہ ظفر اودھائی کا عہد - سستیہ رتن احمد مٹھی، کتاب منزل لاہور، ۱۹۵۶ء

تاریخ اعیان وادیہ - محمد محبوب علی خاں، مکتبہ خانہ اہل سنت، بمبئی ۱۳۷۲ء

تاریخ اہل مدرسہ - میرا جاسیم سیالکوٹی، اسلامی پبلشنگ کمپنی، لاہور

تاریخ سناولیاں - سستیہ مراد علی، مکتبہ مستاد بہ لاہور، ۱۹۷۵ء

تحریک ریشمی رومال - حسین احمد مدنی، کلاسیک، لاہور، ۱۹۶۰ء

تذکرہ علماء ہند - رحمان علی، نوکلشور گھنٹو، ۱۹۸۴ء

تذکرہ علماء ہند - رحمان علی، پاکستان پبلشرین سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۱ء

ترجمان وادیہ - ذاب محمد صدیقی حسن خان، مطبع محمدی لاہور، ۱۳۳۲ھ

ترجمان اہل سنت (ماہنامہ) کراچی - جنگ آزاد خی، جولاہی، ۱۹۷۵ء

جامعہ (ماہنامہ) دہلی، جامعہ قیامیہ اسلامیہ دہلی، نومبر ۱۹۶۲ء

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء - غور شاہ مصطفیٰ دہلوی، مکتبہ بریل دہلی، ۱۹۵۹ء

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک باب - مولانا فیض احمد بیگونی، محمد ایوب قادری، پاک لکچری کراچی، ۱۹۵۷ء

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (واقعات شخصیات) - محمد ایوب قادری، پاک لکچری کراچی، ۱۹۷۶ء

حیات سیدی احمد شہید - محمد عفر تھانی سری، انجینئر آکسیڈی، کراچی، ۱۹۶۸ء

حیات شبلی - سیدی سلیمان ندوی، مطبعہ اعظم گڑھ، ۱۹۴۳ء

حیات طہینہ - مرزا حیرت دہلوی، مطبع فاروقی، دہلی

حیات طہینہ (تسیرت شاہ اسماعیل شہید) مرزا میرٹا ندوی، مکتبہ الاسلام لاہور، ۱۹۵۸ء

حریت (روزنامہ) کراچی، جمہوریت پبلشنگ، جولائی ۱۹۷۰ء

خدا م القربین (ہفت روزہ) لاہور، ۲۳ نومبر ۱۹۶۲ء

خیال (مجلہ) لاہور، سن ستادون خبر

- خون کے آنسو۔ مشتاق احمد نظامی، مکتبہ جامعہ لاہور ۱۹۷۲ء
- داستان تاریخ اردو۔ حامد حسن قادری، ہفتی خزانہ اگر وال انگریز ۱۹۵۳ء
- روحۃ الادباء۔ مولوی محمد وحید، انجمن پنجاب، لاہور ۱۸۷۹ء
- ستارہ یا بادبان۔ محمد حسن مسکری، مکتبہ سات رنگ، کراچی ۱۹۶۲ء
- ۵۷ء کے سیر۔ شہید انیس فاطمہ بریلوی، اقبال بک ٹولہ، کراچی ۱۹۵۶ء
- سوانح احمدی۔ محمد جعفر تھانیسری، مطبع فاروق، دہلی
- سوانح احمدی۔ محمد جعفر تھانیسری، صوفی کینی، منڈی بہاؤالدین ۱۳۵۲ھ
- سول اینڈ ٹیٹری گریٹ۔ (روزنامہ) لاہور، ۱۰ نومبر ۱۸۷۱ء
- سید احمد شہید۔ غلام رسول جبر
- سید احمد شہید کی صحیح تصویر۔ وحید احمد مسعود، مکتبہ مسعود، لاہور ۱۹۶۷ء
- سیرت سید احمد شہید سید ابوالحسن علی ہمدانی، ایمر الی سید اینڈ کینی، کراچی ۱۹۵۸ء، ۱۹۷۴ء
- شاہ اسماعیل شہید۔ مرثیہ عبدالرشید، قومی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۷۷ء
- صراطِ مستقیم۔ محمد اسماعیل دہلوی، مطبوعہ مطبع احمدی، لاہور
- علم عمل روحانی عبدالقادر خان، مترجم معین الدین افضل، کتب خانہ آف انجیلیشن، یسویہ ۱۹۶۱ء
- علماء ہند کا شاعرانہ جہاد۔ جلد ۱، ہندوستانی مسلمان اور جنگ آزادی
- سید محمد میاں، ناظم بیت علماء ہند، ایم برادرسی دہلی ۱۹۷۷ء
- علماء ہند کا شاعرانہ جہاد۔ جلد ۲، علماء صدیق پھاروان کے پراسرار جہاد کا شاعرانہ ایم برادرسی دہلی ۱۹۷۷ء
- علماء ہند کا شاعرانہ جہاد۔ جلد ۳، علماء جانا زارین حضرت، انجمن بک ٹولہ، دہلی
- علماء حق اور ان کی مخلوقیت کی داستانیں۔ مفتی انتظام اند شہبانی
- غالب کے کلام میں الحاقی عناصر۔ تادم سیتا پوری، مدینہ پبلشنگ کینی، کراچی
- غالب، تادم سیتا پوری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۰ء
- غالب نامہ۔ شیخ محمد اکرام۔ مرکز نئی ریسیس لاہور، ۱۹۷۰ء

صدر کے چند علماء۔ مفتی انتظام اللہ شہبانی  
 فریاد مسلمین۔ منشی محمد حسین محمود، مطبع ریاضی، ہندو قمر  
 فضل حق اور سن ستاروں۔ حکیم محمود احمد بکائی، برکات الکیٹی، کراچی ۱۹۷۵ء  
 کابل سی سات سال۔ عبید اللہ سندھی، سندھ ماگراکادی، لاہور  
 کالانی (تواریخ) عبید، محمد عفر تقی سی۔ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷۲ء  
 قبل و شمار (ہفت روزہ) لاہور، جنگ آب آبادی نمبر ۱۲، مئی ۱۹۵۷ء  
 ماہ نو (ماہنامہ) کراچی، خاص نمبر، بیاوکار تحریک آب آبادی، مئی ۱۹۵۷ء  
 ماہ نو (ماہنامہ) کراچی، تحریک پاکستان نمبر ۱۹۶۸ء  
 مخزن احمدی۔ منیر محمد علی، مطبع مقید عام آگرہ، ۱۲۶۱ھ  
 مسلمانوں کا روشن مستقبل۔ سید لبنی احمد منہوری، کتب خانہ عزیز آبادی، ۱۹۴۵ء  
 مشارکات کابل و افغانستان۔ محمد علی قصوری ایم اے کیٹ، انجمن ترقی آندو، کراچی  
 مشرق (روزنامہ) لاہور، ۱۷ نومبر ۱۹۷۷ء  
 مقالات سرسید۔ حصہ پنجم، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۲ء  
 مقالات سرسید، چھٹا نمبر، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۵ء  
 مکتوبات سید احمد شہید، مترجم سعادت مرزا، انجمن الکیٹی، کراچی، ۱۹۶۹ء  
 مریج کوثر، شیخ محمد اکرام، فیروز سنز لاہور، ۱۹۵۸ء  
 نقشب حیات۔ حسین احمد مدنی، اسلامی اکادمی لاہور، بیت الشہید، کراچی  
 نوے وقت لاہور، لاہور، ۲۵ اگست ۱۹۷۷ء  
 ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک۔ مسعود عالم ندوی، دارالاشاعت، لاہور، ۱۹۷۲ء



# انتیاز حق

ارباب تحقیق کی نظر میں

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ  
 اندرون نوہاری دروازہ لاہور

## حافظ ڈاکٹر محمد عادل

مستقلہ مجموعی، انجمن اسلامیہ انبیاء پاکستان کراچی

اس کتاب کے سرچشمہ پر یہ عبارت ڈرہا کر یہی کتاب کا موضوع بخیر میں آجائے ہے

مفضل حق خیر آبادی اور اسٹیلین و طوی کے سیاسی کردار کا تقابلی جائزہ

کتاب کی تحریر ہی سی عبارت پر چکر اٹھا رہا ہوتا ہے کہ حاصل یہ اس شخص کا دوسرا عمل ہے جو سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کے بعض مستقیمی نے مولانا فضل حق خیر آبادی کے مرتبہ کو گھٹانے میں روادار نہیں ہے۔ مولانا فضل حق اور ان کے والدین کو اور مولانا فضل دھام دونوں جبر عالم اور اپنے زمانے کے مشابہ ہیں۔ دونوں کو مصغلات میں جبر عالم حاصل تھا اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا ہے باطل ہے کہ وہ یونانی اور اسلامی حدود عروج کے منکرین اور نکمار کی صف میں گھڑے کیے جانے کے قابل ہیں۔ اس دور میں جس طرح خانوادہ ولی اللہی نے مصغلات خصوصاً علم حدیث کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا اور کج بھی اس کے اثرات پر سے جبر میں محسوس کیے جانے لگے ہیں۔ اسی طرح مولانا فضل حق امام اور مولانا فضل حق نے مصغلات سے اس قدر غرض نہ کیا کہ ہند کی کوئی قابل ذکر ہستی ایسی نہیں نکلتے گی جس کو اس میں سے کچھ نہ کچھ منہ نہ ہو۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے اس کو یہ اختیار کثرت سے شرف کیا تھا، سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کی جبر کا انزال اور علمی اعتبار سے کمال۔

خود کو دیکھا جائے تو یہ بات آسانی سمجھ میں آجائے گی کہ اس دور کے سیاسی نزاع انجمن اور فرقا فرقہ اقلین کی گزروی، قادیانی اسی نے کسی کے سبب ہی علماء کو سیاسی معاملات میں عملی طور پر مشغول کر دیا۔ اس کی ابتداء حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے کی۔ آپ نے جب مرثیوں کے طبع اور

استیلا کی شدت کو محسوس کیا تو اس دور کے مسلمان فرما ترواؤں خصوصاً نجیب اللہ کو روک لیا اور اس بڑھتی ہوئی طاقت کا محتاطانہ برکھ نہ بنانا ہو گیا۔ جنگ بالائیت سویمہ شہر میں کے حوالہ کو جنگ میں ملاؤ اور ایک مرتبہ پر مسلمانوں کو اپنی طاقت بھال کرنے کا موقع فراہم کر دیا لیکن مسلمان اس کامیابی کے بعد پھر غریب فرخوشی میں چلے گئے اور عثمانیوں نے مرقیہ سے ناکہ اٹھا کر مصر کے مختلف حصوں پر قبضہ کر لیا۔ مرہٹے دہلی کے تخت پر توفیق میرٹھ کے امیر صفیہ فرخزاد شاہ عالم ثانی کو اپنے قبضہ میں کر کے بالواسطہ طور پر مغلیہ سلطنت کے بچے کچھے حصوں پر حکومت کرنے لگے۔ اور مصر اعرین بنگال اور دکن کی طرف سے بڑھتے ہوئے دوا بے کے علاقے تک پہنچ گئے اور ۱۸۰۳ء اور ۱۸۰۴ء میں انہوں نے سندھیا کی فوجوں سے لڑا کر علی گڑھ، آگرہ، دہلی اور گجرات کے درمیانی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ سکھوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ پنجاب، سرحد اور کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن انہوں نے وہاں مسلمانوں پر جو برہنہ طاقت ٹھک کر دیا۔ اعرین نے ہلال کی سے کام لیا اور محسوس کر لیا کہ چند سڑا گروہ سے اتنے بڑے ملک پر جہاں حکومت نہیں کر سکتے۔ نہ تو اسلامی فوجوں سے کام لینا چاہیے لہذا ابتداً اس نے جمہوریوں اور مسلمانوں کے ساتھ نرمی کا ہاتھ ڈالا۔ تاہم شاہ عبدالعزیز نے اعرین نے یہ محسوس کر لیا کہ سکھوں یا اعرین یا مسلمانوں کے خلاف فتنہ و ایجاد کے بوجھ سے جب ایک ہی دور مسلمانوں کے سب ہی دشمن ہیں۔ ہندوستان کو داما لہر پر قزاق اور جہاد پر جہنم کے مسلمانوں کو اکسا دیا۔ جہاد کی تحریک کو چلانے کے لیے اپنے مریدانہ سنیہ احمد اپنے جیسے شاہ اسماعیل اور مولانا حیدر شاہی کو منتخب کیا۔ ان لوگوں نے شمالی ہندوستان کو دھوکہ دے کہ مسلمانوں کو جہاد پر اکاؤ کیا اور قریب قریب میں ہاکر جہاد کے لیے دعوت دی۔ تیاری مکمل کرنے کے بعد مرہٹوں کی علاقہ کو جب د کے لیے نقطہ آغاز بنایا۔ یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اعرین کے بھی لڑنا تھا تو پہلے ان سے کیوں دشمنی اور قریب کے شہر کو چھوڑ کر اس قدر دور واز کے علاقے کو جہاد کا مرکز بنایا۔ اس سے معافی نہ لے ایک گتہ پر پیدا کیا ہے کہ یہ لوگ اعرینوں کے ایجنٹ تھے۔ ان ہی کے ہاتھ پر انہوں نے سکھوں کے خلاف جنگ کا آغاز کیا تھا تاکہ ان کی طاقت کمزور ہو جائے اور بعد میں



نہروں کا لکھنا چہ پار ہوا، اور جب بالاکوٹ کے غریبوں کاں واقعہ کی اطلاع دی، پہنچے تو اس گروہ نے اپنے  
خبردار اہل کار کو روک کر کہہ دیا کہ مسلمانوں کی کامیابی کی خوشی میں دشمن مٹا دینا تو کسی سے کہیں نہ سنا  
محمدرحمن اگر وہ اپنی مشہور کتاب آپ حیات میں لکھتے ہیں،

”چنانچہ مولوی خلیل صاحب نے جب جہاد میں شرکت کرائی اور مدینہ منورہ کی  
قوانین (شاہنشاہ) نے اس موقع پر ایک لکھائی نصیحت کیا، وہ یہ کہ اس سے اس  
وقت باز رہو۔“

کلام اللہ کی صورت، ہوا دل ان کا سپہا  
خدا ہوا آئی میرٹ ان کو، نہ کوئی نصرت ستارانی  
ہر کی طرح میدانِ دفاع میں بچ کر بڑی بھروسے  
اگرچہ تھے دم شعلہ سے وہ شمشیر چستانی

ایک چنے اور پچھلے مسلمان کے دینی جذبہ کا اس بات سے اعجاز لکھنے کا یہ ان اشعار کا بیان  
کے ساتھ قرآن اور حدیث کا ہمیں مذاق اڑا گیا ہے۔ عقل اس بات کو ہانپنے سے قاصر ہے کہ کابوین  
کی تحریک کو اسلام کے مافی القیاد دینے والا گروہ اس وقت اسلام کی کیا خدمت کر رہا تھا، جب آزادوں کا  
اعمال و واقعہ بالاکوٹ کے پورے پچیس سال بعد لڑی گئی۔ اس وقت دنیا میں موجود  
جسے اور وہ شاہ اسماعیل خیر و البرہہ ان کے معتقدین و متوسلین کی ایک جماعت موجود تھی۔ ان میں سے  
کچھ دینی میں اور کچھ فنی نواحی متبعین میں رہتے ہوئے انگریز کے خلاف جہاد کیا اور جلی جھڑپا۔  
یہی نہیں بلکہ مہادیوی بالاکوٹ میں سے چھ کچے لوگ اس کے بعد بھی برابر انگریز سے معرکہ لڑے  
اور اس کی سرکردگی میں ایک نئی جہاد کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کی نیازی کام کو مکمل کر دیں کہ انہوں نے  
لیکن جنگ میں جلی جھڑپے کی کوئی شہادت کسی روز نامہ یا تذکرہ سے نہیں ملتی۔ صرف مبراہ لطیف نے  
ان کا کھسکا ہے: ”۱۹۱۱ء گشت کو مولانا فضل حق صاحب بادشاہ کے حضور میں باروایا ہوئے اور انہوں  
نے کسی منصب کی خواہش کی۔ بادشاہ نے انہیں سہرے کام لینے کی تلقین کی۔“

جنگ کے بعد انگریزوں نے انہیں غزنی کی تباہی کے جرم میں ہی کالے پانی کی سزا دی،  
جہاں میں عملی جسد لینے کا ذکر نہیں کیا۔ یہ اپنے دور کے دو مختلف اکابر ہیں جنہوں نے دشمنانِ اسلام  
سے جہاد کیا۔

کپ کی کتاب اس موضوع پر اچھی ہے۔ زبان کی ملامت موقع کے لحاظ سے اشعار کی بندش  
اور اپنا نظریہ پیش کرنے کی سعی طبع سے لیکن ہم کو یہ یاد رکھنی اور غور کرنا چاہیے کہ یہ سب  
معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مشہور فکر جادو اعتدال سے ہٹ گیا ہے۔ یہ حال حق کے منکوشی کی توجہ  
ختم نہیں ہوتی اور برابر حق کی تلاش میں کوشاں رہنا ہے۔

قرآنِ مجید کو سید ہم جہتوں نے ہی کفر

## پروفیسر سید سید علی

پرنسپل گورنمنٹ کالج کبیرہ (سندھ)

زیر نظر کتاب سید سید علی نے اپنا ملام محمد صاحب نے بڑی مدلی طریقے سے اپنے تصدیق نامی  
کرنے کی امتیازی کوشش کی ہے جو قابلِ ستائش ہے۔

اس کتاب پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے پہلے میں غورو کی سمجھتا ہوں کہ پہلے اس وقت کے  
مملکت پر کچھ روشنی ڈالی جائے جس زمانے کی یہ دونوں متفقہ ہستیوں پیدا ہوئی۔ اسلام دینی اور  
انسانی صدیاں مسلمانوں کے اخلاقی و ذہنی کی صدیاں ہیں۔ مسلمان ہر جگہ مغلوب و مفتوح اور ذلیل  
نواہر رہے۔ ان کی سب سے بڑی سلطنت مشائخ بھی اختلاطِ دینی پر پہنچی تھی۔ اس طرح  
مسلمانوں کی طاقت و عظمت کو زنگ لگ چکا تھا اور سیاسی طور پر وہ ہر جگہ کمزور ہو گئے تھے۔

تین صدیاں پہلے، دو صدیاں پہلے، دو صدیاں پہلے، دو صدیاں پہلے، دو صدیاں پہلے۔



کو گھٹانے اور بڑھانے میں مصروف تر نظر آتا ہے۔ یہی کوشش اس کتاب کے صفت کی ناکامی کی وجہ سے کسی بھی دولغریوں یا اشتباس کا ہنر، لینے سے پہلے ضروری ہے کہ صنف غیر جانبدار ہو اور منکر ہو۔ راجا غلام محمد صاحب جو اس کتاب اور محاسب کے خلاف ہیں، ہمیں غیر جانبدار نظر نہیں آتے۔ صفحہ ۲۲، صفحہ ۵۳ دو طرح صفت پر وہ مولانا غلام رسول قہر، برائے چہندرا سنگی اور بیگم کا اظہارِ عقیدت، گوشت الافغان میں کر کے اپنی ذاتی طبعی اور مذہبی مخالفت کی نشانی دہی کرتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب لکھنے سے پہلے ان کے ذہن میں انجیل و طوری اور دیگر فقہاء کو زیرِ کبر کے موصوفہ فضل حق کے کردار کو ذہن پر مضمود ہے۔

در اصل تشبیہ کے اثر اور مذہبی مخالفت نے کئی جہی یہی صورت اختیار کر رکھی ہے اور اسلام پسند جماعتیں ایک دوسرے پر کچھ اچھلنے میں مصروف ہیں اور ملکیت پاکستان کی مخالفت جبر نہیں۔ یہی وہ ہے کہ عام مسلمان کئی بھی دینی بصیرت سے نا آشنا ہے جس کے سبب غلط فہمی کی بنیاد پڑتی ہے اور یہی صورت کا عالم اسلام پر غلبہ ہے۔ نواسی اختلاف کا نقصان ناقابلِ تلافی ہے۔ ہمدان پتہ۔ غلامحی ہے کہ تقریباً مہاجرین کے دیہوں میں دونوں گروہوں کی مساجد و کوششیں کا رفرار ہی میں شیعہ محمد کرام نے مروج کوڑ میں نیوا محمد خبیوہ اسماعیل خبیوہ کے مٹی جزیہ کو خوب سراہا ہے اور متبع دین کا علمبردار قرار دیا ہے۔ یہ حال اس کتاب سے تقارین اور مستفہین کے اختلافات کی باہمی غریب ہونے کے مواقع زیادہ ہیں۔

حوالے ایسے دیے گئے ہیں کہ جن کی مدد سے انجیل خبیوہ و دیہی شہید کے حامیوں کو اخطار ملے گا کہ اس میں جھگڑا ہے۔ تشفیہ دہن کے سے اختلافات بجائے گھٹنے کے چبھنے ہی جانیں گے اور ایک امتیازی سلسلہ چلتا رہے گا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ دو گروہ نے اپنے آپ کو دار شہادت حوصلہ دہی اور اعلیٰ طرفی سے ادا کیا اور جس طرح کے اطلاق ان کے سیاسی کردار اور مذہبی حق کے شمار خواہ ہیں مولانا فضل حق صاحب کا یہ ایک اعلیٰ مقام تھا، ان کی فضیلت اعلیٰ بصیرت کام کوئی قلعہ جسے نہایت حق پرست نے کھائی ہیں



سید احمد شہید کی سربراہی میں ۲۷-۱۸۲۹ء میں گزرے۔ یہاں ان کی بڑی آؤ سمیت کی گئی۔ سید کے مشہور واقعہ منشی مظاہر شاہ کا رپورٹ نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا قدامت پسندی، دینی، دانش کی تحریک کا احساس، لیکن مذہبی افلاک کوئی تھا۔ یہ سب ہی ہو سکتا ہے کہ یہاں دوسری حاصل کرنے کی خواہش نے ان کے وہاں کشمکش پیدا کر دی ہو لیکن دونوں گروپ انگریزوں کی بالادستی اور سکھوں کی اسلام دشمنی کے خلاف تھے۔ مولا باخصل جی نے غلامی کے برے کو توڑ دیکھنے کی خاطر وہی کو یہاں بنایا اور سید احمد شہید و دیگر رفقاء نے مارنے بندوستان سے جا کر شمالی افغانستان سے حملہ کر کے سکھوں کو نابود کرنے کی کوشش کی جنہوں نے بے کس مسلما فلاح ہے اپنا مظالم مٹا دے۔

مگر وہ انگریز کے سامنے ہوتے تو افغان انہیں اپنے ملک میں کبھی بھی داخل نہ ہونے دیتے۔ انگریزی تسلط کو مستحکم نہیں کر لینا سربہ نہ تھے جس قدر کہ ان کی دشمنی داخلی تھا یہی تھا۔ یہی نظریہ سید احمد شہید و اسماعیل شہید کا بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے جہاد پر غور کرنے کے بعد انگریزوں کی غیر یقینی ہے۔

مختصر یہ کہ ہمارا مذہب ان کے چکس مسئلہ رواج اختیار کرنا مصطفیٰ کے لیے موقوف ثابت ہوا۔ ہمارا مذہب انہماک مذہب داری کے ٹکڑے پیدا کر سکتا ہے اور اس سے اس کتاب کی صحت پر اپنا اثر قریب نہیں ہوتا۔ مخالفت کو پ کے لیے تاؤ توڑ سکوں کا مسئلہ داند ہونے کا پورا امکان ہے جس سے اختلافات کی دامن مسدود ہونے کے بجائے کشادہ ہوتی چلی جائیں گی اور غیر اقوام کو فائدہ پہنچا دے گا۔ مسلمانوں کو غنیوں کے بجائے اہل حق سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ اس لیے جرح ہے کہ ضلع کو پانے کی کوششیں تیز کر کی جائیں۔

## پرفیسر محمد قاسم

گورنمنٹ انٹر کالجی، راولی روڈ لاہور

تاریخ شماری ایک ایسا فن ہے جس کی حکمت کو کرنے کے لیے خود کو نہ صرف محنت کا  
انداز دینا ہے بلکہ اس کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لیے اس کا کارا عقیدہ اور رابطہ بھی درست ہونا  
چاہیے۔ سید محمد رفیع دینی ہر محنت پسند اور غیر مانتوا اور مشکل محلات دینی بیان کر سکتا ہے جس کا اپنے کار  
ہے خارج ہر دور و غیر جانبداری کی روش پر چل رہا ہو اور کسی کی کار میں میں وہی گراں اسرار ہے کہ جس  
تقریب کا یا تنظیم کے متعلق جاننے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے مکر کے بدست میں جانا ہوتا ہے اس  
کی تصویر کو تو نظر رکھ کر ہی اس کی طرح۔ کاسی کی جا سکتی ہے۔ ہر گھنٹے سے پہلے میں تادیب لگائی گا  
صرف ایک اصول بتا ہوں کہ زمانہ مستقبل کا خود اپنے اضنی کی تادیب پر مبنی جا سکتا ہے  
کسی واقعہ محلات کی تصویر تو ہر کوئی ایک تصویر پر مبنی ہر معمولی مدد و میل سے پیش کر دیا جا سکتی  
کی زندگی کے محلات کے متعلق لکھتے وقت میں آسان محلات کے سامنے آتی ہیں۔ ایک مکمل جاندار لکھنے میں  
موصوف کی برائی کو ایسا جو سامنے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی نئی رسوم ہو جیسے اہل انضباط فقیہ نے کیا  
کے ایسے ہیں اپنی کتابیں لکھا اور اسے حقیقت قرار دیا۔ دوسری راستے مکمل ثقافت پر مبنی ہوتی ہے کہ  
کو لکھنے والا موصوف کے مضمون کو چاہے وہ اچھا ہی ہو، اس انداز میں پیش کرے کہ قاری موصوف کو فرمان  
کو چاہے قیصری اور قابل عمل راستے جس کو قاری بہتر انداز میں سمجھ سکتا ہے وہ سے کسی غیر جانبدار شخص  
کی راستے۔

کسی شخص کے محلات زندگی جاننے کے لیے آپ اپنی مضمون آرا میں سے کسی کو بہتر سمجھیں گے۔ نتیجہ  
قیصری راستے کو اس اصول کو نظر رکھتے ہوئے ہر نظر کتاب اختیار کر کے لکھنے کے لیے اس میں فوائد

کوئی کہ وہ مذکور تھا۔ یہ کہہ کر انہوں نے اس میں سے کسی کو بل کر اسے رہنمائی کتاب کے ذریعہ بتاتے ہوئے  
تو اس کا قصہ بیان فرمایا کہ وہ اس وقت ہے،

اولیٰ یک شاہ اسماعیل شاہ عبدالعزیز بنی اسد بن شاہ ولی بن حضرت ولوی کہے یہ تھے کہ ایک شاہ  
ولوی رہا کہے۔ شاہ اسماعیل اور عبداللہ صاحب کافی عرصہ سے شاہ عبدالعزیز کے ساتھ ہی کر شاہ ولی اس  
کی تعلیمات کی تبلیغ کے لیے عرصہ در عرصہ میں کام کرتے رہے تھے اور اپنے والدین کو ان کی تعلیمات کی کوئی  
بین شاہ عبدالعزیز نے ہی جہاد کی ترغیب دینے کی خاطر بل فرمایا تھی اور ان کے غلط فہمیوں کی اصلاح  
اور ان کو اس کے حق میں آمادہ کرنے کی خاطر ان کی تعلیم میں داخل ہوئے کہنے پر انہوں نے علم حاصل کیا  
انہی طریقہ راجعیت کہتے تھے۔ اس لیے وہ اس شہر کا۔ بلو بلو گیا اور شاہ اسماعیل اور عبداللہ کو  
صاف بتایا کہ وہاں مقبرہ کیا گیا اس لیے اگر یہاں املاہ کوئی پہنچا رہا تو ان کو غور سے دیکھنا چاہیے کہ وہ  
کہہ رہے ہیں کہ وہ اس کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ تو اس کی خبر کو اس کے اہلکاروں کی کمزوری ہے  
کہ ان اسباب کی۔ اگر کوئی شریف انہیں چاہے کہ وہ ان کو کوئی مشورہ کرے کہ ان سے اور والدین پر نصرت دے  
تو اس میں قصور والدین کا نہیں۔

دوم: مسلمانوں کے خلاف جہاد ہے، اس میں رہا غلام محمد نے کہا ہے کہ اگر ان کے خلاف  
جہاد کریں گے تو اس کو سوال کرنے سے پہلے انہیں اس وقت کے حالات کا اور آخر تک کا یہی کام نہ فرما  
مونا چاہیے کیا اس وقت کوئی ایسی صورت ہے کہ مسلمانوں کی عزت کے خلاف  
جہاد میں مدد کرنی کیا تمام مسلمان اس میں شریک ہوں گے؟ اگر نہیں تو اس کے خلاف کام کے تحت اس کی ضرورت  
تمام تھی نہیں۔ تو وہ کس طرح مسلمانوں کی مدد کرتے۔ بلکہ ان کی تعلیم کے لیے خود اپنے وسائل نہ تھے کہ جس کے  
صورت میں وہ اس مسلسل کام کو کر سکے اور پھر اس وقت ان کو جو صورت اپنا اقتدار قائم کرنا ضروری  
تھا اس لیے اس نے مسلمانوں کی مہارت و برکت میں کسی قسم کا دخل نہ دیا۔ اگر یہ تھے کہ ان کی تعلیم و تربیت  
پر قابض تھے۔ کیا ان کے زیر اثر مسلمانوں کو اپنی مذہبی ذمہ داریاں نبھانے کی اجازت تھی کیا وہ  
افان دے سکتے تھے کیا ان کے تبلیغ دین کر سکتے تھے۔ کیا ان کی عزتیں محفوظ تھیں۔ عبادت گاہ مسجد

مختصاً تھی۔ بالکل نہیں۔ وہ اذکار نہیں دے سکتے تھے مسجدوں کی سطحیں اور بارود خانوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ عدتے قبلہ کر دیتے گئے تھے کیا یہ سب کچھ مسلمانوں کی بھلائی کے لیے تھا مگر نہیں۔ آپ خود مجھے لہجے کی کرکھی کے دو شمس ہوں ایک خاموشی کو اور دوسرا کھر کو بولا دے۔ کھر میں آگ لگا دے آپ کس کے گلے پڑیں گے خاموش رہنے والے کے نہیں یقیناً آپ آگ لگاتے والے کو بدلتے دھڑکی کے اور اس لڑائی میں اگر آپ کا دوسرا شمس کچھ مساوت کرے گا تو آپ دھنکا نہیں سکیں گے یہ عجیب بات ہے کہ اس میں اس کی کوئی پالی ہو اور وہ اس بجائی کی اس کی شکل طاقت میں بدلنا چاہتا ہو اور سمجھتا ہے شمس کا کام ہے۔ یہی صورت کھنوں کے خلاف چہلو کی تھی اور سرور کا لہو اس لیے متعجب کیا تھا کہ وہاں مسلمان حکومت تھی اور پشت پر بھی افغانستان کی مسلم حکومت تھی مگر ہندوستانی میں رہتے ہوئے کھنوں سے چہلو کرتے تو پشت سے اٹھ کر کے مل کر بھی غلو ہو سکتا تھا۔

سرم، مصنف کتب خانے میں ملنے پر کوشش کی ہے کہ تحریک خدیوین کی تحریروں کا سامنیہ پڑ قرار دے جس کی دلیل میں ایک ہی بات کو بار بار مختلف پر اسے میں یہاں کر کے مضبوطی کو ملنے کرنے کی کوشش کی ہے۔ تحریروں نے یہاں میں کی مساوت کی نہیں، یہ ایک مجدد سند ہے۔ وہ حقیقتاً تحریروں نے یہاں میں اپنی ایک قسم کو اور حکومت کردہ اپنا تہہ یہاں اس کی بالیسی و طرف نہیں بلکہ میں طرف تھی۔ اس نے ایک تیر سے دو شکار نہیں بلکہ تھی شکار کیے۔ اقل ہندوستانی مسلمانوں کی طاقت کو کم کر دیا۔ وہم کھنوں کے نوہ کو توڑا۔ اور سرم ایک انفلونز کی طاقت کا شیرازہ بھجیا۔ یہ تھی تحریروں کی پالی، جس میں ہندوستانی مسلمان پہلے بھی پیسے تھے اور اب کہ پھر سی و لہوں میں دھنستے گئے تھے۔ سرور کا علاقہ جنگ کے لیے متعجب کرنے کی ایک دیر تھی کہ ایک مسلم حکومت کا قیام مل میں ہلکا کر کہ ان خطروں پر مبنی ہو جس کی نشان دہی شاہ ولی اللہ صاحب نے کی تھی ہندوستانی کی آزادی کی نشان دہی ڈال دیا ہے مگر یہاں حکومت قائم ہو گئی اور وہاں کے امراء نے یہی عداوت قبول کر لی تو پھر تحریروں کے چالوں سے مسلمانوں میں آپس میں ٹھنی گئی طرفہ داریت کا لہجہ پڑ گیا اور اسے خوب برا دی گئی اور اس پر شہادت۔ - غریب آگ۔ ہر ایک یہاں انہوں کا ہنا ہوتا ہے۔ -

کوئی علامت قبول کرے اور پھر بناوت کر دے، تو اس کو کیا انوکھی منیا کرنا چاہیے۔ اس کا  
 اختلاف کب فہم کر لیں اور یہ بات بھی مد نظر رکھیں کہ اس وقت ایک حکومت کی داغ بیل ڈالنا ہی تھی۔  
 رہا معاملہ ان کے خلاف فتویٰ انوکھی بھی اس کے حق میں نہیں۔ میں صرف کاشغری کی رو سے متعلق کو پہلی  
 کرنے کی کوشش کروں گا۔ چہاں ہم یہ کہ شاہ اسماعیل کے بارے میں مصنف نے بیانات میں صرف ایک  
 ہی دلیل کو برسرِ بحث کیا ہے۔ کاشغری کی کوشش کی ہے اور وہ ہے پڑنا کا دھوکہ جاسوسی کا باب  
 ہے یا سیاسی کردار کا، انگریزوں کی کاشغری کا باب ہے یا انھوں نے پڑنا کا، یہ سب صرف اسی ایک  
 دلیل کو بیان دیا گیا ہے، چہاں تاریخ نگاری کے ساتھ ایک مذاق ہے اور پھر مصنف نے موازنہ بات میں ایک  
 ہی مصنف کی دو متضاد آراء کو ایک ہی چیز نہیں بیان کر کے اپنے مضامین کے تواریخ کو بھی بگاڑ دیا ہے۔

پھر مصنف کسی صورت بھی دو دنوں کا جہاز نہ کرنے میں بالکل ناگام رہا ہے۔ نظریات  
 غیر آبادی کا انوکھا ثابت دکر ہے، مگر شاہ اسماعیل کے بارے میں مصنف نے نہایت متعصب حکم لیتے  
 ہوئے ہر باب میں علامت کرنے کی کوشش کی ہے مگر کتاب کا ہر باب شاہ اسماعیل کے بارے میں نہیں  
 بلکہ غیر تغیر حسین امین احمد، حمزہ علی، اور دوسرے پیر کاروں اور مولانا گیلانی پر متعلق اور ان کے مخالف  
 اور بیانات کو ہٹانے پر صرف کیا ہے۔ یہ باب فتویٰ کے بارے میں یا جہاز کے بارے میں کبھی کبھی  
 کے بارے میں ہے یا انگریزوں کے ماضیہ پرواؤں کے بارے میں، اس میں ذکر صرف اور صرف  
 اور زیادہ تر سید احمد اور دوسرے پیر کاروں کا ہے۔ شاہ اسماعیل کا نہیں، بلکہ بیانات میں مصنف نے  
 دیکھ و دانستہ شاہ اسماعیل کو برکات میں ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے، مگر تو وہ سید احمد کے ساتھ مگر  
 باب کا اختتام شاہ اسماعیل پر کر کے ان پر جس طعن کرتا ہے۔ یہ متعصب رویہ کسی طرف پر تدبیر نگاری کے  
 شاہانِ شان نہیں۔

اس معاملہ سید احمد کی ولایت کا تو یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سفرِ خارجی وہ ایک عرصہ تک  
 عبد اللہ باب کے ساتھ رہے تھے مگر شاہ اسماعیل اور عبداللہ وغیرہ کسی کی بدولت باب سے ملاقات نہیں ہوئی

بکرے دونوں اصحاب شاہ عبدالعزیز کے مرے تھے۔ اگر کوئی ان کو سید احمد کا مرے یا خلیفہ ثابت کرتا ہے تو یہ اس کی کم عقلی ہے اور اسے حقیقت کو جاننے کے لیے تاریخ کی سبق گدائی کرنی پائیے۔ نیکو شخص کتا بھی مانتے رہے اگر کسی کی گھڑا کشتی کی خاطر اس میں سے سلاخیں اٹھ کر کتاب کو اڑانے

## پروفیسر میاں مقبول احمد

گورنمنٹ انٹر کالج، راوی روڈ - لاہور

تحریک آزادی کے علمبرداروں کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں کا اساطیر بنا کر ان آسان کام نہیں اور پھر ان کا تعالیٰ جانور تو اس کی عقل ہے جس کیلئے تاریخی واقعات اور سیاسی حالات کا اگرا مطالعہ اور شعور رکھنا ہے۔ یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ دوسری زبانوں کی شخصیتیں پیش رفت زور دیتی ہیں۔ اپنے حوالہ دہی کی نظر میں ان کا کردار فرشتوں سے بہتر ہے جبکہ مخالفین کے نزدیک ان کا ہر فعل بگاڑنے کی نگاہ میں دیکھا جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ عقیدہ کی وابستگی ہے۔ عقائد اور مسلک سے بلا توجہ حرکت کرنے والی عقلی نتائج اور سیاسی شراہ پر مکمل غیر جانبداری سے جان لیوا ہاتھ نوٹس و قی کی ایک متوازن صورت پیش کی جا سکتی ہے۔

ماہی نظام امور صاحب نے مقبول حق میں اسی متنازعہ فریستہ پر قلم اٹھایا ہے اور وہ پٹنہ خاں میں بہت مشکل کامیاب نظر آتے ہیں۔ انہوں نے حالات و واقعات پر حوالوں کی روشنی میں جواب دہی سے تاریخی کے اذان میں حقائق کو نقش کرنے کی کامیابی کی ہے۔ ————— مگر حقیقت کا گہری چھاپ سے کہیں کہیں ایسے کہ حقیقی کامیابی اس اس سرور ہوتا ہے تاکہ تاریخی کاغذ پر اصول غیر جانبداری اس وقت پیش نظر ہے مولانا اور دتا ہر کرتے وقت بے لگتے بیرون دہی ہوتا ہے۔ ایک ہم شریب ہم مسلک اور ہمراہ کے لیے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں مگر بھی مافی یگان ایک مستند کار

غیر جانبدار نگاری کے لیے یہ بے حد ضروری ہوتا ہے۔ راجا صاحب نے انتخابات کے ابطال میں زور قلم صرف کر دیا ہے اور جس قدر انراست کبریاست خود مخالفین کی شکایات سے بڑی کامیابی کے ساتھ ان کے اعتراضات کا رد بھی کر دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ منطقی انداز میں اعتراضات بھی اٹھاتے ہیں لیکن انہوں نے کہیں موضوع منحنی حقیقتوں کے جذبہ آزادی کا احساں نہیں کیا۔ ان کے طریق کار سے ان کا اختلاف بھی مگر بنیادی جذبہ آزادی کو کم از کم تعداد احساں کی نظر سے دیکھنا ضروری ہے۔ بہت خیال میں اگر ترکیب مجاہدین کا نظریہ دل کی سسٹر پارٹی سمجھ لیا اور حکومت کو رد کے میں منظر میں دیکھا جائے تو راجا صاحب کی اصل وجہ واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے جو وہ اپنی بقائے حکومت کے لیے ہر ذریعہ زور قلم کرتے تھے۔ مجاہدین تو اخترینوں کے عاشق ہوا کرتے اور یہی حکومت کو اپنا فیروزہ و مسادہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے ترکیب بدلتی، آزادی کا شعور بلند کیا، تنظیم کی حالت میں ان کی قوم میں آزادی کا جذبہ ابھارا ہے، بنیادی کے مسلمین، مسلمانوں کا سامنے کیا ہے، مسلمانوں اور بعد میں آئے دہلیہ عزت پسندوں کے لیے دوا و مل و جہاد کو مہیا کیا، سرکاری نے اپنی اپنی بساط اور اس کے مطابق فخر آزادی کا بیج بڑا اور اس کی آبیاری کی کہ کسی نے کم کسی نے زیادہ، ہر ایک کا جذبہ جذبہ اور ست تسلیم کن حقیقت ہندی کا تقاضا ہے کسی کی کوششوں اور کوششوں کی نظر انداز کر دینا انصاف کے سرسرمائی ہے، حصول مقصد کے لیے وہ چیزیں لازم و ملزوم ہیں، ایک جذبہ اور دوسرا مل، جذبہ غلبہ کا چیز چھ دوا و مل، آزادی، جذبہ کی صداقت، انکار ممکن ہوگا ہے، البتہ عمل میں نامیاں کو تمہیاں اور بے انتہا ہاں بدلتی اختیار قرار دی جاسکتی ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ انہیں حالات و واقعات کی کسرٹی پر ضرور پرکھا جائے، بلکہ اگر کشتی کا شانہ بد ہو۔

ہدایت و مواصلت اور عقل و دل بستی کے باوجود ایک پاکستانی کو کسی نوع اس حقیقت سے مغر نہیں کہ وہی دہلیہ ملے ملت کے اکابرین سیاسی لیڈروں، مفکرین، مجاہدین، اہل باور و شعور سب نے مل کر اپنی استطاعت کے مطابق تحریک آزادی کو بڑا دل چاہا اور تھمیرا کہ کسی میں مظلوم اور کوشش کی آبی ہر ایک خود کار اور مسلائی ملکیت دیتا ہے۔ دوسرے میں وہ جہاد سے

صاحبزگروں کی سماجی برتری کا شرعی رتبہ ہے۔ ان کا برتری کی طرف گہری ہمیں ذہیب نہیں دیتا۔ ان کے لیے بھی سیاسی استحکام سے بھی ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ ان سب سے جیسے بھی ہی پٹا انہوں نے ہمیں پکڑ سکتی ہے۔ دیا۔ اب مادہ دہلی کی عزت و ناموس اور بقا و استحکام کی خاطر ہمیں اپنا کر دار ادا کرنا ہے۔

## جناب بزمی انصاری

۸۷۔ جاک ایچ۔ سرحدہ ناظم آباد کراچی ۲۲

استیاذ جن ہماری کتاب کالاب و لوجیکس کہیں تصنیف و تالیف کے سلسلہ نمبر اولہ کے خلاف تلخ اور وقت ہو گیا ہے۔ نیز یہ کتاب فرقہ وارانہ رنگ لیے ہوئے ہے۔ میں طبیب صالح جو اداسی پرندہ آدی ہوں، خود کو کسی مشائخہ و مصلحت میں اپنے آپ کو ٹوٹ کر نہیں چاہتا، لہذا میں اسی کتاب پر غور کرنے سے منع ہوں۔

## ڈاکٹر فرمان فتح پوری ایم اے ایچ ڈی ڈی اے

ایڈیٹر نگار پاکستان کراچی

استیاذ جن میری نظر سے پہلی کتاب گوری جس میں مولانا فضل بن خیر آبادی کی اصل کیفیت مذکور ہے حقائق کی روشنی میں سامنے لائی گئی۔ اس سے پہلے حکم محمود احمد برکاتی صاحب کی تفسیر کی کتاب دیکھی اور اٹھیں۔ آخر کی تحسین دیکھی استیاذ جن نے دل و دماغ و ذہن کو سحر کر لیا۔ صاحبان علم و ادب اسے ایک سنگے اور دونوں موضوع پر جس پر عالمانہ اور محققانہ افادہ گنتگو کی ہے وہاں کی جگہ کو بھی بصیرت



اور دوست مطالعہ پر دلالت کرتا ہے۔ مگر گاہ ایسے موضوعات پر جہاں دے خود رخ اور صاحب لکرائے  
اہل قلم تک جذباتی اور جانبدار دل و لہجہ اختیار کرتے ہیں، یہ لہجہ ان کی تنگ نظری اور کم علمی پر چرخی  
ہوتی ہے لیکن مجھے راہبہ صاحب کے قلم میں ایسا احتمال و تاثر نظر آتا کہ ان کے علم و فضل کا کافی ثبوت  
موجود فضیل حق خیر آبادی کی شخصیت کو بہارے خود نہیں نے کسی طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔  
اس کا مجھے پورا خاندان اعتبار حق کے مطالعہ سے ہوا۔ راہبہ صاحب نے بڑی خوبصورتی اور قوت کے  
ساتھ ان کے مخالفین کو جواب دیا ہے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد سچا سچا برعکس کے بارے میں  
میراثہ نظر چلی گیا اور میں خود کو مجبور پایا ہوں کہ ان کے سرگولہ اور خیر آبادی سبیل غنیمت اور سر لہجہ و لہجہ  
ہمایا کر کچھ کہیں جس پر ہوں میں آزادادی کے حوالے سے سینا احمد لہجہ ان کی تحریک کے بارے میں بخیر  
کتاب و مقالات لکھے گئے ان میں سے بعض میں یہ کوشش کی گئی کہ انہیں ملحد و بدعتی منکر لکھے  
جنگ آزادادی کا سب سے بڑا مہم جو ثابت کیا اس کوشش میں حقائق پر ایسے دیر پرستے ٹالے گئے کہ  
یہ وہ کے سوا اور کچھ ماننے نہ رہا، ایسے میں علم ڈرے گئے لیکن یہ سینا احمد کو جواباً اہم سمجھ لیا اور  
مولانا فضیل حق خیر آبادی سے جنگاں برپا لا میرٹ اٹھوڑا تھا، راہبہ صاحب کی کتاب گہرے پختہ و متحر  
مصنوعات پر مشتمل ہے لیکن انہیں بعض مس و خوبی سے ہٹا کر کیا ہے اور فضیل حق خیر آبادی دینے احمد کے  
کہ اہل کافر فرقہ و فوج کا ہے اور اسے ایک جامع کتاب کی حیثیت دے دیا جا ہے کوئی دوسرا تو  
مجھے ایسا اقتباسات کے ذریعہ کتاب کو ختم ہوا ہے۔ راہبہ صاحب نے اصل ہر نسخہ کو بر وقت سامنے  
لکھا ہے اور اس طرح ایک ایسا دکل صرف منقوی باتیں، مضمین کے سامنے پیش کرتا ہے اور ان  
کو انسانی کے بہانے دلائل اور حقائق کے ذریعہ انصاف کی طرف راہیج کرتا ہے، بالکل اس طرح اس  
کتاب میں صرف کام کی باتیں ہی کہی گئی ہیں، ذاتی ہے نہ افتاد پر بازی نہ طویل اقتباسات ہیں، نہ  
لیے لیے حوالے صرف جملہ تین اور ساتھی کو بھی اختصار و برزعل نتیجہ بات کی تک پہنچنا فضیل نہیں  
دیتا اور کتاب کا قاری پوری وضاحت کے ساتھ مشفق کے ساتھ سمجھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جنگ  
اس کتاب کے جواب میں کوئی اور کتاب سامنے نہیں آتی اس لیے موضوع پر صرف آخری کچھ بات لکھا  
اس کا قاری سینا احمد کے بہانے مولانا فضیل حق خیر آبادی کو اصل مہم جو سمجھے گا۔

## پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج، بکرنڈ، (نواب شاہ، سندھ)

اختیارِ حق اہم بات تھی ہے۔ اس کتاب میں مولانا فضل حق نے آپادی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے کردار کا حقائق و واقعات کی روشنی میں جاننا دیا گیا ہے اور تاریخ کے حقیقی گوشوں پر وہ اٹھایا گیا ہے۔ ہمارے بعض مورخوں نے تاریخی حقائق کو سفیدے کی مینیک سے دیکھا اور ایک طرف جنگ لگنے اور دوسری سمت کو خیر نظر انداز کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ ایسی خاک اڑائی کہ دوسری سمت انکشاف کی۔ سفید کو سیاہ بنا دیا اور کھرے کو کھر ٹاکر دکھایا اس طرف پوری قوم کو دھوکہ دیا یہ ایک قومی سانحہ ہے اور عظیم المیہ۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ شہادتِ ہمدانیہ کے خون سے اس کا زہلہ و جھجکا بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے مورخوں کی ایک طرف یہ کرم فرمائی کہ شہادت کو محبوب کو مہرود بنایا اور دوسری طرف یہ قبرِ اعجازی کو محبوب و مہرود شہادت مہرود۔ پاکستان کے مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اسی قسم کی قبر پر سامانوں کے پیش نظر کھلے دل سے یہ اعتراضات منسما کر کے تحریر کیا ہے۔ ہمارے میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے سب ایک طرف ہے۔ ہم کو فاضل بنوائے ماسما سلام محمد صاحب زید علیہ السلام ہونا چاہیے کہ انہوں نے دوسری طرف بھی توجہ فرمائی اور شہادت کی بنیاد و حقیقتوں پر روشنی اٹھائی۔

مزات کا طرز استدلال نہایت پختہ اور طرزِ تحریر نہایت سلیقت ہے۔ اشارہ ایسے برہن اور پرہیز جیسے اس موقع کے لیے کیے گئے ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تاریخ کے طالب علم تو اس سے محظوظ ہوں گے ہی مگر ادب کے طالب علم بھی محظوظ ہوتے بغیر نہ رہیں گے۔ طعن و مستزاد میں فی نفسہ اپنا نہیں سمجھتا کیونکہ ان کی تعمی و ترشی تو یہ کہ مجرور اور مستعد مجرورین کو دیتی ہے مگر فیاض و لطف کا

یہ کمال بیان ہے کہ ان کے تیرو فترا ایسے دل آویز دواں پذیر ہیں کہ شاید مقتول و مجروح بھی دلوں سے بغیر نہ رہے۔

”امتیاز حق“ کے مطالعہ سے ان حضرات کے فکر و خیال میں تبدیلی محسوس معلوم ہوتی ہے، جنہوں نے تاریخی حقائق کو عقائد کا درجہ دے رکھا ہے اور تاریخ کی روشنی ہی سے گھبراہٹوں، البتہ ان حضرات میں تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے جو تاریخ کو عقائد کی نہیں حقائق کی روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں اور یہ تبدیلی آئی ہی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اسی ہم نے جو عقل کو برا نہیں کیا اور ہر عقلی و فطری حقائق کے باوجود عقل کی بات سمجھنے کے لیے تیار ہیں۔

اللہ تعالیٰ فاضل و زلف محترم رابا غلام محمد صاحب ندوۃ مجیدہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے تاریخی حقائق کو واضح کات بیان کیا اور حسن بیان سے جمالی حق کی لاج رکھ لی۔ اُمید ہے کہ ان کی یہ کتاب حق پسندوں میں مقبول و محبوب ہوگی۔ تاثر بھی مبارک باد کا مستحق ہے کہ اس نے فرقہ پرانی اسلام کو کتنی تاریخ سے روشناس کرایا آنکھوں سے پردہ ہٹایا اور دل و دماغ کو روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کا اجر عظیم عطا فرمائے اور اس کتاب کو چراغِ ہدایت بنائے آمین بجا، ستیہ طریقیں رحمۃ للعالمین لعل اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم،

ماہنامہ فیضانِ لاہور - جون ۱۹۷۹ء

**پروفیسر سید محمد عارف**

گورنمنٹ کالج - بہاولپور

میرزا نے میں مذہب و مسلک کے تعصبات کے پیش نظر عرضیں نے تحریر کی بروایت حق کا ادب کیا ہے، لیکن زیادہ بقول اقبال صبری کائنات ہے۔ — کھا کھا اٹک کر بنی کیا ہے کتاب امتیاز حق کا میں نے بلا مشق و محنت لکھا، میں جوں جوں اس کے اور اپنی چشتا عطا

حیرت و استعجاب میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ سید احمد بریلوی اور اسماعیل شہید کے بارے میں میرے اپنے مطالعے کے پیدا شدہ سوالات ٹوٹتے جاتے تھے۔ مسدود اصل فکر و ذراگوں کے تقویت یافتہ موضوعیں نے ان کی جو تصویر کشی کی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انگریزوں کے سخت دشمن تھے۔ علاوہ اوقات کو غیر جانبداری سے دیکھا جاتے تو مسنفت کے دلائل بڑے ذہنی معلوم ہوتے ہیں کہ درحقیقت معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ ان کے معروف جہاد میں انگریزوں کی ظلم کی اعانت ہر قدم پر شامل حال رہی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ وہ گئے تھے سکھوں سے جہاد کرنے، لیکن سرحدی مسلمانوں سے جا بھرٹ کے کیونکہ ان کی نظر میں وہ بھی بدعتی تھے، مشرک تھے۔ لہذا قابل گردن زدنی تھے۔ مگر اس طرز عمل سے مسلمانوں کی اس اجتماعی قوت پر ضرب کاری لگی جسے انگریزوں کے خلاف استعمال کیا جاسکتا تھا۔

مجھے مرحوم سے کیا پرغاش ہو سکتی ہے، لیکن اتنا انصاف تو ضرور ہونا چاہیے کہ تاریخ میں جو شخصیت میں مقام کی اس حق ہے اسے وہی مقام دیا جائے۔ یہ مسلکی تعصب کا نتیجہ نہیں تو ان کا ہے کہ نضال حق خیر آبادی ہیں، جن کی نہایت جہاد آزادی میں دوزخ و دشمن کی طرح میاں میں کہیں پشت ڈال دیا گیا اور وہ لوگ جن کی کوششیں کسی اور رخ پر ہوئی رہیں ان کی حکمت کو بڑھانے کے لیے اس قدر جھوٹ بھرا گیا کہ وہ سچی معلوم ہونے لگا اور ثقہ لوگوں کی فطرت انسانی نے حقائق کو اس قدر مسخ کیا کہ مسلمانوں کے خلاف ان معرکوں کو تحریک پاکستان کی بنیاد قرار دیا جانے لگا۔

تعلقہ سرحد جہاں ہے اسے کس کیجیے

ہم نہاد تحقیقین و مؤرخین اسلام نے سید احمد بریلوی و اسماعیل شہید کی سیرت و سوانح پر بڑی شدت سے قلم اٹھایا، لیکن نضال حق خیر آبادی کے مسئلے میں ان کا وہی دوتہ سہ دھڑ

مومن نہ ہوں بخود پہلہ کہیں بدعتی سے ہم

مصنف کتاب چاہنے بڑی تحقیق اور بڑے سلیقے سے ان ہی کے احوال کے حوالوں سے جاننا انہوں کے اڑانے کی کامیاب کوشش کی ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔



کہ امیر و ملاطین اسی غلطار و عرفار کو خطبات کثیر و وسیع تھے۔ اس کو اس قدر ذرا دیکھتے تھے پس سر  
برا اس کو اور اپنے و مخلصین کو کہنا اسی کو شروع کیا، حتیٰ کہ استعانت بادشاہ و کلمات و قافے سے بھی  
انکار کیا اور اختیار کیا مذہب عبد الوہاب نامی تجدیدی کا جس کی مذمت حدیث بخاری سے نہیں ہے  
پس اس کے زمانہ کے علماء و فضلاء نے اس کو کہا کہ اور کہا مانا اور اس سے مباذلتہ کیا۔ آخر سر ہاٹ  
میں چڑھتی برا اور اس کی تحقیر کی اور حاکم کے حکم سے وہی سے خارج کر دیا۔ (رحمہم)  
اس عبارت سے اسماعیل صاحب کے کردار پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ تعارف اسی عہد کے  
بہ شرم دیدگاہ ہیں۔

(۲) شمس العلامہ قاضی میر احمد شاہ صاحب رضوان اپنی کتاب بہارستانی افغانی پر شتو  
میں سید باچا اور شاہ اسماعیل کے متعلق لکھتے ہیں،

پہنلوں کے ملک کے مشہور واقعات میں سے ایک واقعہ سید باچا کا ہے جو سمرقند قریل  
پشا اور پافستہ کی علاقوں میں چلے آیا تھا جس میں بہت سے مسلمان پہنلوں اور افغانی علماء اور  
سردار نامی متابع اور قتل ہوئے اور مسکینوں و دیہات برباد ہو گئے۔ یہ فتنہ اس سرزمین میں صرف  
چار سال تک رہا، لیکن چنگیز، بلک اور تارک کی تہا سبوں سے زیادہ ملک کو نقصان پہنچا اور زمین  
دنیاوی نقصان نہیں، بلکہ لوگوں کے عقائد بھی خراب کر دیے۔ (ترجمہ)  
ص ۶۱ و ۶۲ پر لکھتے ہیں،

”مولوی اسماعیل بر شاہ عبد العزیز کے پیچھے اور شاہ گرو بھی تھے اور بہت فکری آدمی تھے، اپنی  
و حقیقت کے سبب کہ فرقہ نہیں مانتے تھے اور تقلید کے منکر تھے، وہی میں اس کا گردان نہیں ہو سکتا تھا  
بادشاہ اس سے ناراض تھا۔ جامع مسجد میں کوئی نماز پڑھنے نہیں دیتا تھا۔ مولوی فضل بن خیر آبادی جو  
اس وقت کے بڑے فاضل اور علامہ تھے اور فیڈرٹ صاحب وہی اور بہادر شاہ و بادشاہ وہی کے  
چشم دوست تھے، مولوی ان کا دشمن ہو گیا کیونکہ وہ تمام متقدمین کو بلتی کہتا تھا، انہیں اپنے خیالات کی طاقت  
کے لیے سارا دیکھا تھا، اس لیے سید سے پہلا اور اس کا مرہم بھی گیا (ترجمہ)۔

ص ۶۵ پر لکھتے ہیں،

”اسی سال (۱۷۸۳ء) کو پنجاب کے متاع پر بندہ ستائوں کے بہت سے تھانے، امپلاؤلی اور عظیم آباد سے کشمیر، ماہی، دود کے ساتھ، پہنچ گئے مگر ان میں سے کچھ پہلی دہائی سید کے کردار سے بڑا نکاحی ہو گیا، اسی پر بڑے اعزازات کیے کہ آپ کی امامت اور جہاد قطعاً صحیح نہیں ہے آپ بہت اہمال کی رقم بے جا خرچ کرتے ہیں، بہت سارے لوگوں کو حق اکٹھا کیا ہے، ساتھ ہی قلعوں کو بڑا جھٹکا کر جہاد ختم یہاں کس لیے بیٹھے ہو، ختم ہواں باپ، اولاد اور بیویوں کا حق سنا یہاں کہا کرتے ہو؟ مات دین پکڑنے کا نفعہ میں لگے، جتنے ہو، کوٹے، کافرے، قہر نے جہاد کیا؟ تمباکوا دین و زینا دوسرے خلاف میں شاد و سحر سیدت کہا گیا آپ کا مطلب سرکاری اور حکومت ہے، میرے آپ کی انت ہی، ہاں اگرچہ اس پر بہت سے غازی پانگندہ ہو گئے اور مولوی محبوب علی پور سیک کے غلام، یہ سب بہت سارے لوگوں کے ساتھ ہندوستان واپس چلے گئے اور ہندوستان کی حد بند کی۔“ (ترجمہ ص ۶۵ پر لکھتے ہیں،

”سید کا داد و حسب بند گیا تو اس نے سمد علاقہ ترسٹ رفتی کے تمام غلامین اور سرتو اور لوگوں کو لایا، اسی سے کہا کہ بغیر کچھ پیسے دیتے کٹاری اور کھوٹوں کی شادیاں کرنا، چنانچہ ہزاروں کٹاریاں بیاہ دی گئیں، اس لیے پٹنہ اس جہاد کو دے عزتی، پہنچیدہ غلام ہو گئے اور کہا، ص ۶۵ پر لکھتے ہیں،

”سید فاتح خود دلیر اور چھٹا آدمی تھے اور عقیدہ بھی اس کا کچھ بڑا تھا، لیکن اس کی سادگی اور مولوی، سخیل کی آنکھوں اور غیر عقلی اور خود سیری، میٹھا، شوق اس کی غزالی اور بڑا دی کا سبب بنی مولوی سخیل دہ پڑا آدمی تھا جس نے اپنے بزرگوں اور استادوں کے برعکس اور بہت کی بنیاد رکھی اور سید سے کہا آپ مثل محمد، رسول اللہ، مثل اللہ علیہ وسلم، میں اوس میں داخل ہوں، صاحب مثل اللہ، پورسیتی (رضی اللہ عنہ) میں اور تمام دنیا کے ان مسلمانوں کو جو مٹی کرتا تھا، ہر فقرہ عمل میرا تھے، انہی جتنی لوگوں کو قتل کرنے کی عرض سے سید کو امام بنایا، علماء پر کفر کے فتوے لگاتے اور انہیں قتل کرتے، مولانا عبدالحق

جوان کے استاد اور سید کے پر تھے، انہوں نے کبھی ایسے کام نہیں کیے تھے۔

میری ویہوش خند،

آج دستِ ظلم سے چھینٹن سہل آبل کی بات ہے کہ میری پہلی اراپنے کانوں سے نکل کر اپنے کانوں  
بھائی کے ساتھ کانٹے میں مرغانِ بزمِ اہلسنا میں اگلی سیدھ پر دو مقررین بزرگ بیٹھے تھے  
اسلامی حکومت کے متعلق باتیں کر رہے تھے

اس زمانے میں افغانستان کی حکومت سے لوگوں نے امیدیں وابستہ کی ہوئی تھیں۔

جوتہ کا واقعہ تازہ تھا، ایک اسلامی حکومت کے جن میں تمام دوسرے نے کہا کہ کوئی اسلامی حکومت  
لومشریت، وہی جو ہندوستانی لائے تھے اور اپنے دورِ امامت میں بلا ہارات ہمارے گھڑوں میں  
گھس کر ہمارے جوان بیٹیوں اور بیٹوں سے زبردستی اپنے بالوں سے جو تیش چھوڑاتے تھے اور ہم دیکھ کر  
مجھ کو کہہ نہیں کر سکتے تھے اس شریعت سے اظہارِ کاذب کی عادت مزاد رہے (جتنی ہے)

یہ گفتگو میں نے اپنے کانوں سے سنی ہے۔ اس وقت اگرچہ میں وہاں نہیں تھا مگر میں نے  
سو کر اپنے کانوں اور دوسرے متدینوں سے حالات معلوم کئے ہیں اس کی صداقت پر یقین کیا اور آواز  
کا ٹھونچنا ہیچ کے قریب واقع ہے۔

اور وہ یہی ہے،

ہمارے پہلی کے زمانے میں اکثر مجاہدین اعزیزوں کے لیے خبریں کیا کرتے تھے میں نے  
انہی انھوں سے دو ہندوستانیوں کو دیکھا تھا جو اس کام پر مامور تھے۔ لوگ انہیں نفرت کی لگات  
دیکھتے تھے اور غمگین کیا کہیں (جو ٹوٹی کے کچھ حصے پر حدیثِ شیعہ کے کتا دھکا دے تھے اور اب  
تیار ہو چکے تھے وہ سے زبردستی لگے ہیں) میں لوگوں نے انہیں دیر میں بھیج دیا۔ انہیں کہیں  
ات کے نام بھول گیا۔

مگر انہیں یہ بھی صدقات تھے کہ یہ لوگ علماء المسلمین کے مالِ دسار کو اپنے لیے جعل کرتے

تھے، اس لیے نہ ہوتی بڑے دسار کر کے ہاتھ دے دینے کا کام میں لاتے تھے۔ لیکن یہ کہ اس نے نہیں لیا





## پروفیسر سید حسن فاضل ندوی

گورنمنٹ کالج، سکونڈ، ضلع نواب شاہ، سندھ

استاذ حق، استاذ حق و داخل کامقیاں ہے۔ دایا غلام محمد صاحب نے سنی طبعی فرما کر یہ ایک کسوٹی چڑی ہے جس پر کھوٹے کھرے کوں کی ہاں سکتا ہے۔ انجیل دجوی اور متیا احمد بریلوی جن کے ناموں کے ساتھ خبیثہ کالافظ ایک تہمت ہے۔ ان کو ان کے صحیح خود غلام میں پیش کیا گیا ہے اور یہ حقیقت ناقابل تردید شراہ کی بدوشنی میں پیش کی گئی ہے کہ انجیل دجوی اور ان کے پیرو سپاہی احمد بریلوی انگریزوں کے ساتھ دہر دواخت تھے اور ان کا سکھوں سے جہاد ایک عریضی بھیج کر کم کے تحت تھا۔ دراصل وہ سکھوں سے لڑائی انگریزوں کے اٹھانوں پر کر رہے تھے اور ان کا مقصد دہریہ سکھوں کی طاقت کو کمزور کرنا اور سرحد کے کفر مسلانوں کو کفر کے فقرے سے ملانے کا تھا۔ انگریزوں کو سکھوں اور پٹھانوں ہی سے خطرہ تھا۔ دونوں کا استحصال وہ اس ترکیب سے کر چکے تھے۔ چنانچہ سید احمد بریلوی، انجیل دجوی اور ان کے ساتھی سکھوں سے اُلجھا اور پٹھانوں پر تاج تروکفر کے فقرے لگاتے اور بالآخر سکھوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

دایا غلام محمد صاحب کی تحقیق انیس سے یہ ات پہلی مرتبہ منظور نام پر آئی ہے کہ غلام محمد بریلوی (موجود) اور پروفیسر محمد الیاب قادری جیسے اہل فاضل بھی کتبائی حقیقت کرتے رہے ہیں۔ اور درست حوالوں کو نظر انداز کرتے رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ دونوں فاضل بزرگ دہائی مسلک کے پیرو ہیں۔ مولانا غلام رسول تبرک مسلمان دہائی تھے اور الیاب قادری صاحب پر ان کے بیانیہ اور معاویہ نعمت اللہ قادری صاحب کا گہرا اثر ہے اور وہ ترویج عقائد معاویہ اہل سنت میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں اور کتبائی حقیقت کرتے رہے ہیں۔

مہاجر پھیل مولانا فضل حق خیر آبادی ترویج عقائد و لمبہ میں بہت ہی پیش قدمی پیش تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مرزا غائب سے ایک عادی دشمنی بھی دہلیوں کی ترویج میں کھسوائی تھی۔ مولانا مزہم کو دہلی مسٹفین نے بالکل نظر انداز کر دیا اور ان کے مہاجرانہ کارناموں اور دہلیوں کی طرحیہ اتھادی میں ان کی سنی پیش گوئی کو یہ کس پیش قدمی نظر انداز کر دیا اور ان کا نام مہاجرین کی فہرست میں سے خارج کر دیا۔ مولانا غلام رسول قمبر اور پروفیسر صاحب قادری صاحب نے بھی اس کا نامہ میں حصہ لیا ہے۔ رامہ غلام محمد صاحب نے مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب پر تحقیق کا حق ادا کر دیا اور ان کی سنی تصویر پیش کر دی ہے۔ یہ کارنامہ ٹھہر جانے کے قابل نہیں ہے۔

## حکیم محمد نعیر الدین ندوی

نظامی و خانوادہ شامراہ لیاقت، رگڑائی

چندوی قبل خدمت مولانا حکیم سید محمود میاں صاحب برکاتی نے مجھے ان لوگوں کو آپ کی ایک تصنیف لطیف مستی از حق عطا فرمائی، موضوع کتاب کی دل بخشی نے مجھے کھیتا اچھا لفظ چاہ کر لیا اور میں کہنی دن تک اس بحر لہزت میں غرق رہا۔ کتاب کیا ہے ادب و شعور انشاء اللہ ایک دہائی کے حکام سے۔ آپ کے قلم حقیقت و قلم سے جرات بھی نکل جے وہ میزبان صلاح افسانہ پر بالکل دست ہے۔ حریف صائد کی اور اس کے ہم ضرب و صلاک اصحاب کی جانب سے مسلسل یک صد سالہ دشمنانہ طرز اثریں، یاد وہ گوئیوں، کذب بیانیوں اور گناہوں دلی آئندہ میں کے باوجود کیا محال ہے کہ آپ کی نہایت قلم سے کوئی ایک جگہ بھی ایسا نکلا جس میں اس کی شامہ دل بکھاری کا ہو۔ آپ نے مخالف کا اعلیٰ مقام لیا، انکار و لائل سے طرہ لیا ہے اور ایسے تاریکی کی شامہ فراہم کر دیتے ہیں کہ کوئی جس سے بڑا دشمن بھی ان مخالف سے انکار کی جرات نہیں کر سکتا۔

اسامیل دہلوی کا سب سے بڑا مہتمم یہ ہے کہ وہ مباح و حلال سمجھنے کی ابتداء میں اپنے انگریز قاضی کی فرغیہ کی کہ جس نے اسکا بیان نقل کیا کہ قاضی برہنہ اور اپنے باطل آراء سے آزاد و مبرا رہتا تھا حضرت اربابِ معرفت کی عدم غفلت کے اظہار کے واسطے ہو گیا۔ حالانکہ حضرت علامتِ عظمیٰ الی دہلی کا نظریہ مستحکمات میں ہے اور مستحکامات پر قدرت کا سوال یہ نہیں ہوتا۔ کلام پاک میں حسیہ مقامات پر حضرت حق جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ کی ذاتِ گرامی پر رسالت ختم کر دی گئی ہے اس لیے بصیرت کو اتنا بھی نظر نہیں آتا کہ اسکا نظریہ کا قاضی ہونے کی صورت میں تعجب و حیرانہ ہو جائے۔ غرض یہ ہے کہ اس ظالم کے اس اقدام سے بابہ نبوت و مہر گیا اور آخری مرتبہ نظام احمد قادیانی کو بھی ہمارے کھڑا کر دیا اور مسلم قوم کے شہرِ انیس کو منتشر کر دیا ہے۔ مجددِ برطانیہ نے پہلے دہلیان نبوت کی سرِ قتل حسی مگر علامہ احمد قادیانی کو تو آخری کی نصرت و حمایت حاصل تھی اس لیے یہ فتنہ آج تک مسلم قوم کے جسدِ فانی میں ہوسہ کی طرح سر جو ہے۔ اب ضرورت اسی امر کی ہے کہ حضرت علامہ فضل حق فریادہ کی کتاب سے خطاب انتہائی عقلیہ کا سہل و آسان ترجمہ کر کے ملک میں عام کر دیے جائیں تاکہ دنیا میں ایسا فتنہ کبھی سر نہ اٹھائے۔ حضرت علامہ مرحوم نے اس کتاب میں ایسے عقلی و نقلی دلائل پیش کر دیے ہیں کہ عالم میں کوئی غیبی سے غیبی انسان بھی اسکا نظریہ کا قاضی نہیں ہو سکتا۔ یہ کتاب و دلائل علامہ مرحوم کی ذہانت و علمائے پراگم و روشن دلیل بھی ہے اور حضرت سرکارِ مہمات و دلائل اللہ علیہ وسلم سے علامہ مرحوم کی کمالی وابستگی و ذاتیت عقیدت و فیضی کا جہن ثبوت بھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں اسماعیل دہلوی کی گستاخیاں علامہ مرحوم کے قلم میں انتہائی شہت و تہنیتی بھی آگئی ہے۔ یہ کتاب حضرت علامہ مرحوم نے دراصل اپنے تلمیذ و شاگرد مولانا جبارت الدین خجندی کے نام سے ارقام فرمائی تھی۔ مولانا جبارت اللہ علیہ صاب کی دیانت اس امر کی گواہی نہیں مگر کہ وہ حضرت علامہ کی کتاب اپنی ذات سے منسوب کر لیں اس لیے تقریباً نے اپنے شاگرد و شاگرد مولانا سلیمان اشرف جہادی کے احوال پر مصنف کا اصل مندرجہ ہی مولانا سلیمان اشرف کے حوالے کر دیا۔ یہ تلمیذاتیں مجھے مولانا سلیمان اشرف مرحوم ہی سے معلوم ہوئی ہیں۔

آپ کے وراثت میں ذخیرہ اشعار بھی معیار ی ہے۔ آپ نے اپنی کتاب میں مرقع و قمری  
عام اشعار بھی بہت ہی کم استعمال کیے ہیں۔ دشمنی کے مستعار لیے ہیں نہ مولانا ابوالکلام آزاد کا  
بلکہ خود ہی اساتذہ قدیم کی بیاضوں سے منتخب فرماتے ہیں۔ مہر و خضر بھی آپ کی زبانِ قلم سے نکلا  
ہے۔ سچے اختیار نکلا ہے۔ مولانا آزاد کی طرح طویل قہید کے بعد نہیں نکلا ہے۔ ذلالت  
فضل اللہ بوقیدہ من یشاء۔

## پروفیسر بنید خورشید حسین بخاری

گرینفٹ گورنمنٹ کالج، لندن صاحبِ رضع شیونویں،

جو ضعیف ایک دہائی میں مولودِ فکر تھے۔ نہایت کا بچہ جم گیا اور بعد اللہ تعالیٰ اب تک بلند  
رہتے بہت ہیں۔ اہم طبقہ کے علم دان ہیں، اسلام کے اصول و ضوابط کو حرام کے زلوں میں  
راج کرنے کی سب سے پہلی کوشش کی اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے عقائد میں کامیاب بھی ہے۔  
مذہبِ اسلام انہوں نے اپنے معتبا سے نظر کو کبھی نہیں اٹھایا اور ہر طرح سے سبکی و کوشش کر کے  
عزمِ پاکیزہ کے ساتھ دینِ حق کی اشاعت کی چٹان پر آئی اگر جو ضعیف ہیں اسلام اپنے اصل فرائض  
کے ساتھ موجود ہے تو بلاشبہ نبی پر کان دینا کا صدقہ ہے۔ جس میں حیثیتِ انعام ان حضرات کا شکر ادا  
ہونا چاہیے۔

ان جہانگیران دین نے مسلمانوں میں نہایت دھم کوٹ کر بھردی تھی۔ یہی وہ ہے کہ جب  
۱۹۵۰ء میں بعض بدنام خزانے شکاری حکومت ختم کرنے اور اپنی بہادر کی حکومت قائم کرانے کے  
لیے برصغیر میں عقیدہ فساد کی آگ بھڑکادی تو اس موقع پر ان حضرات کا متباد کرنے کے لیے جو علماء  
و دہش افروز قادیان سر پر کھنسا باغیہ کی میدان میں آئے۔ ان میں شیعہ عزتِ علامہ فضل بن شیرازی

ہر شے پر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس شیر نے غریبوں کو لپکا تھا کہ اگر اس وقت مسلم حکومت ختم ہو گئی اور  
 برصغیر میں اکثریت قدم جما لے تو اس کا یہاں ہو گئے تو اکثر یہ مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو ختم  
 کر کے دم میں لگے اور ہندوؤں کو ساتھ لے کر وہاں سے دیں گے، اپنا چھتہ بڑھانے لگا ہے کہ ان  
 کے یہ فضیلت بالکل درست ثابت ہوئے۔

علم و فضل اور بصیرت کے لحاظ سے اس دور کا کوئی عالم حلقہ فضل جن خیر آبادی کشانی دشت  
 آپ کا سر پہنے نہائے کا بے دخل نہ رہتا تھا۔ یہاں ملازمین کی تعداد میں طلبہ تحصیل علم میں مصروف  
 رہتے اور ان کے تمام اخراجات حلقہ فضل جن خیر آبادی خود برداشت کرتے تھے۔

جب جنگ آزادی شروع ہوئی تو حضرت موسوی نے اپنی فرسٹ مومن  
 سے رسالت کا ہاتھ لے لیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اکثر غریبوں کے نکاحات فتویٰ جاری کیا اور عقد  
 چلنے پر اکثر غریبوں کی حالت میں اس کا بڑی جرأت کے ساتھ اقرار بھی کیا، ملاکوں کی سوں نے رسالت  
 میں آپ کو پہچانتے سے انکار کر دیا تھا کہ شاید اس طرح آپ ان سے بھی باتیں کریں، لیکن آپ کی  
 غیرتِ ایمانی نے گوارا نہ کیا کہ غلط بیانی کر کے قیہ فرما کر سے ایمانی ماسل کریں۔

ایک طرف تو ایمانی کی یکسویت تھی کہ وہ ہاں تک وقت پر کٹھن کرنے کے لیے تیار تھے  
 اور اپنے راستے میں آنے والی کسی مشکل سے بھی ناتواں نہیں تھے، لیکن دوسری طرف اہل غریب تھے  
 جو تو بے قوت و متحد و چار مذاہن فروختندہ کی دھندلہ مثالیں کر اکثر غریبوں کا ساتھ دے رہے تھے،  
 اور ان کے ایمان پر ایمانیں جبکہ آبادی کی توجہ بہت اہل غریب سے ہٹانے میں مصروف تھے۔

یہ توجہ پر چاہیے تھا کہ غریبوں کے قسم کے لوگوں کے سپاہ کا ناموں کا کیا تو یہاں دیکھا ہوا ہے اور اگر  
 آج بھی نقطہ نظر سے ان کا یہاں کرنا ضروری ہی تھا تو تاریخی غریبوں کی جانب داری سے جان کیا جاتا، تاکہ  
 حقائق تاریخی کے سامنے آج آج کے دور میں جان لیوے کرے کہ ان آبادی میں کن لوگوں نے کیا کاروائیاں  
 دیں۔ یہاں یہ قسمی ہے کہ اسی موانع کرنے کے بعد اس میں اکثر حکومت کے غلام سرور کی ہڈی  
 لگا دی، انہیں تو وطن فروش سمجھا گیا، لیکن جنہوں نے اکثر غریب کی سرکھانوں کی حالت کی ان پر دلوں

نوع و طرح سے ہی نہیں برساتے گئے۔ بلکہ انہیں قومی ہیرو چاکر بنی کیا گیا اور اس طرح تاریخی اعتبار سے بھی گئے اور مسیح مصلحین میں حکم و حجت کے لیے کام کرنے والوں کو گزشتہ گنہگاروں کی طرح دیکھا گیا۔ ہمارے بعض تہذیبیوں نے ایسا کرنے سے ملوث عملی کردار انجام دیا ہے اور اسماعیل دہلوی اور سید احمد علی خاں ایسے لوگوں کو نااہل و فاجر سمجھتے ہیں اور قومی ہیرو کے طور پر اپنی تقریروں کے ذریعے تعریف کرتے ہیں۔ حالانکہ تمام ان اس کے برعکس ہیں۔ اگر حالات و واقعات کا تجزیہ کیا جائے اور جذباتی یا مذہبی مسائل حاصل کیے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ سچائی یا نہیں، تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان صاحبان نے انہیں کے لیے اختیار کیا وہ سیراقہ قوم میں بدولی اور مایوسی پیدا کی۔ اس طرح کو برصغیر میں قدم بمانے میں مدد دی اور صورتِ سرحد میں بھی مسلمانوں کے خلاف ہی برسرِ پیکار رہے اور آخر اپنی فطرت کی وجہ سے اپنے عقائد انجام کو پہنچے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ قوم کو اصل صورت حال سے آگاہ کیا جائے۔ اہل علم اور خصوصاً محققین کو تحقیق و تہقیق کے ذریعے دکھایا جائے کہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد علی خاں کو ہیرو کہنے والے تہذیب و تمدن میں اور وہ کس طرح تمام انسان کو ہی نہیں بلکہ بڑے گھٹے طبقے کو بھی دھوکا دے رہے ہیں۔ الحمد للہ کہ صاحبِ غلام محمد صاحب نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اسماعیل دہلوی اور سید احمد علی خاں کی دھوکے کا ریلوں اور تہذیب و ادب کی لاپرواہی کا پردہ چاک کر دیا۔ صاحب نے حقائق مستند و حقائق و حالات و دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد علی خاں نے کس طرح انگریزوں کی امداد و اعانت کی۔ فاضل خولف کی تحریروں میں ماضیت ہے اور بیان میں ملامت ہے۔ انہوں نے اندیشہ کو جس انداز سے قریب دیا ہے اور اسے شہساز کیا ہے وہ انہی کا حجت ہے۔ ہذا حجت سے صراحت اور دلائل سے ثابت ہے کہ ان کی تحریروں میں ایک دل آویزی یا باقی باقی ہے اور یہی دل آویزی قاری کو اپنے ساتھ ساتھ لے جاتی ہے تا آنکہ قاری کتاب ختم کر کے ہی دم لیتا ہے۔ تحریروں کی یہ غریبیت بڑی ہے کہ کتاب ختم کر لینے کے بعد قاری ————— وہ تمام قاری ہوا یا محقق ————— مصنف کا نام نہ مہربان ہے اور اس کے سامنے، ہمارے کی جنگِ آزادی میں حضرت مولانا فضل الرحمن کی آزادی کے

کودار کے ساتھ ساتھ انجیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کی اصل تصویر بھی سامنے آجاتی ہے۔  
میں نے کتاب کا پلاستیکی جاب ملا لیا ہے۔ کتاب پڑھ کر میں نے محسوس کیا کہ ایسا مناسب ہے  
وہ اصل اس قدر قوی اور ناقص اس قدر مستعد ہیں کہ ان سے انکار تو کیا اختلاف کرنا بھی ناممکن ہے  
اور ایک اچھے مصنف اور محقق کی یہی خوبی ہوتی ہے کہ وہ تحقیق کے دوران متنازعہ مسائل میں  
اعتدال کا راستہ اختیار کرے، بلا استناد کوئی بات نہ کہے اور محسوس دلائل سے متاثر نہ ہو کہ اپنا  
ہم ٹروا بنائے۔

## پروفیسر ڈاکٹر نظیر حسنین زیدی

پہرہ ساخنس کالج، کراچی

اس کتاب کے مطالعے سے جی متعلق کارمز قریب مبادیہ میرے لیے انتہائی تہناب انگیز  
ثابت ہوئے۔ یقیناً ذرائع اطلاع پر قبضے کے سبب ہمارے کئی غلطیاں ہوئی ہیں ان کی اصلاح ضرور  
ہے۔ آپ کی کتاب میں تاریخ تناویلات کے متعلق جو واقعہ صفحہ ۱۲۲ اب صفحہ ۱۲۳ پر درج کیا  
گیا ہے مجھے بھی کچھ ایسی قسم کا تاریخ مروجہ مولانا غلام دہلوی تہرے جلا اور دہلوی دہلوی کام کرنے والوں  
میں جس تنگ دلی کا مظاہرہ کرنا چاہی اس سے مجھے ذاتی طور پر یہ مسئلہ کہ جہاں تھا اور یہ کتنا  
تنگ ہے۔ پھر کہ میں خود اس پتھر پر سے گزر چکا ہوں اس لیے تاریخ تناویلات کے مسئلے میں ان کا  
رد عمل یقیناً ایسا ہی ہوگا جس کا ذکر آپ کی کتاب میں آیا ہے۔ جب صاحبان علم اس طرح لوگوں کو  
طرح دے دیں تو پھر کس کی شکایت کی جاسکتی ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر اچھی طرح مادی ہے اور اس پر تنگ نہ لگے گی۔ جو نقصان  
مسلمانوں اور ہر فرائض پر فرائض کو پہنچے، اس کی تفصیل اور ناک بھی ہے۔ اسلام کی سب سے



بڑی مصیبت قریبی ہے کہ ایک فرقہ اپنے نظریات پر پیش نہیں کرتا جبکہ دوسرے پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیتا ہے۔ معلوم نہیں کہ خود اس کے مزین کے ساتھ اس کے اعمال کی ضمانت اس کی کاسس زندگی میں کہیں براہ راست تو نہیں مل گئی ہے۔

ایک گزارش آپ سے یہ ہے کہ بعض جگہ زبان کو ارد میں جانے کی ضرورت ہے۔ کہیں جگہ میں درشتی اور گرفتگی بھی ہے۔ یہنا قمرے کی کتاب نہیں بلکہ تاریخ کی اہم کتاب ہے اور تاریخ کی کتاب میں طنز و طعن میں کمی کی ضرورت ہے۔ بہر حال میں آپ کے اس نکتے کے لیے از سر نو گزارش کرتا ہوں۔

## پروفیسر حافظ سید تقی علی

گورنمنٹ میڈیکل کالج، خیرپور میری (سندھ)

زندہ قومیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو فراموش نہیں کرتیں۔ دھان کے شلنڈا راسی کو مشعلی راہ بنا کر اپنے حال کی راہ گزر کو درخشن دکھاتی ہیں۔ ان کے یہ کارنامے نئی نسل کو مستم و استحقاق اور عزت و دھنیت کا سبق دے کر ان کے قول و فعل میں طعن و اداؤں میں استقامت کر داری پسندی اور نقطہ نظر میں باوقافیت پیدا کرتے ہیں۔ ان کے پیغام کی ہر گزیر غفلتوں کے پر دے چاک ہوتے ہیں اور نئی نسل کو حیات و ماضی سمجھتی ہے۔

جو جو سکے ڈاکر و چاک و امن خلعت

ستارہ بی کے چمکنے سے کچھ نہیں ہوتا

یہ کس قدر غریبی ہے کہ ہمارے بعض جرنیل نے سربو اعظم کی عبادت سرگرمیوں اور بندوبست آزادی میں ان کی گراں قدر خدمات کو غیر نظر انداز کر کے ایک غیر حقیقت اور جانبدارانہ نقطہ نظر پیش



رکنے والا مسلمان استقامت کا پہلا حق پرستی کا بے مثال آئینہ ایشاد قرآنی کا منہ اور علم عمل کی صداقت کا ایک بھرپور گراں نظر ثبوت ہے۔ حق تو یہ ہے کہ داعی صاحب نے اس موضوع کی ذات مجرور صفات سے ہمیں روشناس کرانے کا حق ادا کر دیا ہے۔

## سینچیم الحسن رضوی خیر آبادی

علامہ فضل حق خیر آبادی کو علوم و فنون میں ہر اجتہادی مقام حاصل تھا اور اہل علم میں انیس ہے جن انیس کو بھی علامہ کی علمی عظمت اور فنونی پرمستند نگاہ کا پورا اعتراف ہے۔

علامہ کی زندگی کا بیشتر حصہ دس و تندرہس اور تصنیف و تالیف میں گزرا۔ اس کی زندگی کا دور اول بہت مناسب ہے۔ اس دور میں آپ نے حاشیہ قاضی جسی ناوہ روزگار کتاب لکھی جس پر مشقوں کا فتویٰ کیا جاتا ہے۔ بحث وحدۃ الوجود میں ازوض الجہود تصنیف فرمائی جس میں عقلی دلائل سے اس مسئلہ کو ثابت فرمایا ہے۔ تہذیب الکلام کی شرح لکھی جہاں اپنے موضوع پر شاہکار کیفیت دکھائی تھی لیکن علامہ عبدالحق خیر آبادی کی وفات کے بعد اس کا نسخہ ضائع ہو گیا۔

مولانا فیض الحسن سہروردی مولانا نور الحسن کا نعلولی مولانا ہدایت اللہ خاں جوہر آبادی مولانا عبدالحق خیر آبادی کے عزیز و رفقاء تھے اور یہاں تک کہ علامہ نے اپنی تالیفیں اور علمی شہرت سے جنتوں کی مختلف درس گاہوں کے فضلا کو اپنے مکتبہ تلمذ میں داخل کر لیا۔

اس دور میں علامہ نے علمی جہاد بھی کیا۔ مستطیع مکان کتب اور مکانی نظیر کے بطلان پر قلم اٹھایا اور دلائل قاطعہ سے ان کے تاہود پر مدح و تحقیر کر دکھا دیئے۔

چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی رحمت اللعالمین، خاتم الانبیاء اور شفیق المذنبین ہے جس پر سلف سے عطف ایک تمام اہل سنت کا اتفاق ہے اور ان کے نزدیک

آپ کی تعلیم و تحریک میں رہا ہے۔ بالفاظِ دیگر ”بعد از مذاہرِ بزرگ قرنی قصہ مختصر“ کا پرست کا اہتمام و ایقان ہے مسئلہ امکانِ نظیر سے اس کا ذوال عقیدہ پر ضرب پڑتی تھی اور حضورِ کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاصیت مساواتِ مہر و حق ہوتی تھی اس لیے چند پر مشتمل نبوی نے علامہ کو بے قرار کر دیا۔ علامہ سب نبوی میں ایسے سرشار تھے کہ تمام زندگی اپنے قصہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حق سرائی کرتے رہے۔ وہ اپنی دنیوی اور اخروی خوشنودی اور عقیدوں کا مرکز ذات رسالت کو سمجھتے تھے، ایسے عقیدہ کو کیسے پروا دہشت فرماتے جس سے نشانِ رسالت پر صرف آنا تھا۔

سال ہی میں مکتبہ خدیوہ لاہور نے ایک کتاب ”استیلاز حق“ نشانِ حق کی ہے جس کو علامہ فضل حق کی مبدعہ و مآثرِ انصاری کی تصانیف کا تاریخ نگار کیا وہ مناسب ہے، مصنف نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے اس میں موضوع پر پختہ تاریخی مآخذ و مصادر تھے، مگر یہ مکتبہ لاہور نے اس کی شایعہ رسالوں اور دست و پنہلوں کے حق میں مطالعہ کے بعد یہ کتاب عدوان کی گئی ہے۔ اس کتاب کی شایعہ نے عقیدہ مبدعہ انصاری کی تاریخ کو ایک نیا ٹھوسا ہے اور اس کے دھندلچیر ہونے سے بہت نقصان پہنچا ہے اور پھر ہوا تھا سامنے آگئے، مصنف کتاب کی منت اور عرق ریزی سے بہت سی غلط فہمیاں کا اظہار ہو گیا، مبادیابِ علم اور اصحابِ تحقیق کی جانب سے وہ مہاک ادا کے مستحق ہیں، امید ہے کہ اہل دانش و تحقیق اس سے اس حقیقت پر غور کریں گے۔ لیکن ابھی ایک بحث تشدد و تحقیق ہے وہ یہ کہ علامہ نے جہاد کا جو فتویٰ تحریر فرمایا تھا اور جس پر دوسرے علماء سے دستخط حاصل کیے تھے اور جو اس تعلیم و تشکر کی بنیاد تھا وہ کہاں ہے؟ جن مآخذ کا حوالہ فتویٰ کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اس میں صرف فتویٰ کا مفہوم دستی ہے لیکن خود فتویٰ کی کیا عبارت تھی اور کس دلائل سے اسے مزین کیا گیا تھا اس کا کوئی نشان نہیں ملتا، اگر اصل فتویٰ ذیل کے تو اس کی مستند نقل ہی سے ماہریت برآی ہو سکتی ہے۔ اگر وہ فتویٰ سامنے آجائے تو مخالفین کے قلم و خود بخود ہمارے ہاں ہو جائیں گے۔ امید ہے کہ مصنف کتاب اس مسئلہ کی تحقیق میں اپنی پوری صلاحیتیں صرف فرما دیں گے۔

## حکیم مسعود احمد برکاتی

مہمند وکیل علی، ناظم آباد وکریلی ۱۸

داماد غلام محمد صاحب کی کتاب اختیار حق اگرچہ مختصر ہے، لیکن اس میں انہوں نے جو مواد جمع کیا ہے وہ تفصیلی کتابوں پر بھاری ہے۔ داماد صاحب نے مجاہد ترقیت سامعین کی کلمات حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے بھرپور علمی اور سرپرستی و جان سپاری پر حق لوگوں نے جوا دیا مجھے کیسے بیان کر اپنے سامعین سے کرنا چاہتا ہے، ان کی تردید و تنقید کی ہے۔ افلاک بیان کر چہ بڑا خوش ہے، لیکن میں کی باتوں کو پشت پر اہل علم اور محققین کو تحقیق کے حوالوں کی گواہی بھی ہے۔ کتاب کا بیشتر حصہ علامہ اعلیٰ قلم کی تحریریں سے آگاہ ہے۔ داماد صاحب نے جو بات کہی ہے وہ انہی کی زبان و قلم سے کہی ہے۔ اختیار حق کا ایک امتیاز اس کی دہلیسی بھی ہے۔ کتاب کے نام اور موضوع کے لحاظ سے خیال ہوتا ہے کہ خشک تحقیقی کتابوں کی طرح اس کتاب کا مطالعہ بھی فرض اور اگرچہ ضرورت سمجھ کر کیا گیا ہو، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کا شگفتہ آغاز قادی کو اپنے ساتھ خود سے جاتا ہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی ان غلام محمد صاحبی وقت میں تھے جن کی بدولت آج ہم کتابوں کی افشا میں سامنے آئے ہیں، لیکن جن کی عظمت کو بچاؤنے سے ہم محروم ہیں، بلکہ بعض تہذیب سازوں نے تو اس بانی تہذیب و آزادی کے دشمن کو بارگاہِ سرگرمی کی گوشخس بھی کر کے۔ اگرچہ ان کی ذمہ داری فراموشی و سرکشی کے شہ زریا کی چمک کو کم نہ کر سکے گی، ضرورت ہے کہ تہذیب و آزادی کے اس تباہکار اور اہم ترین باب کو جس کا عنوان فضل حق خیر آبادی ہے، پوری تفصیل میں سمیت، استفادہ تحقیق اور قدرتی کے ساتھ مدقن کیا جائے۔ داماد غلام محمد صاحب جیسے پڑھنے والی قلم یہ کام کر سکتے ہیں۔

## پروفیسر عبدالرشید فاروقی

مرکز بحث کالج ساہیوال

تصنیف و تالیف کے میدان میں چند افراد نے اسلام الیٰ شنت کے ساتھ ہمیشہ برتری پاں  
کا سا سلوک کیا۔ فرنی داستانوں پر مشتمل نام نہاد تاریکی و اقصاء کے ایسے مملکت تعمیر کیے گئے جنہیں  
نے فوجیان نسل کی آنکھیں چند صیادیں۔ حقائق کی پردہ پوشی کا یہ عیب و خراب ڈرامہ کافی حد تک  
کھینچا جاتا۔ یہ ساتھ ہی مجھے زیر لب یہ کہنے کی بھی اہانت و بیگنجہ کہ احباب الیٰ شنت نے بھی اس  
معاملے میں کافی بے اعتنائی برتی اور ضرورت سے زیادہ بے لکڑی کا شہرت دیا۔ حکم کی ہی بے خبریوں  
کا شکار رہنے والی شخصیات میں سے ایک علامہ فضل حق خیر آبادی بھی ہیں۔

زیر نظر کتاب میں مصنف نے یقیناً عرق ریزی سے حقائق کو بے نقاب کیا ہے۔ علامہ  
فضل حق خیر آبادی کی دینی و ملی خدمات پر پردہ پوشی اور ان کی سیاسی خدمات کو نکھڑنے سے انہیں  
کردہ بننے کی تمام کوششوں کا انکار و اصل خود علامہ فضل حق کا وہ تصور رنما تھا جو انہوں نے  
مصلحت مینی کے تمام آغاشے بالائے طاق رکھتے ہوئے لگاؤ جو اسکیل و بلوی سمیت ان تمام  
الزام کے خلاف تھا جو بعض اعلیٰ ترینوں کی خوشنودی اور اپنے سرکاری وظائف میں ہندوئی اعلیٰ  
کے ہٹن نظر قرآن و سنت کے واضح احکام کو مس کرنے کا مذہب پیشہ اپناتے ہوئے تھے۔

اس جرم کی ملی ہے سزا تیرے شہر میں

کیوں شب کو شب ہی کہتا راتیرے شہر میں

پائل مصنف نے متعدد حوالوں کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ آنفصل ما شہودت پر  
الاعتقاد کے مصداق علامہ فضل حق کا فتنی بہادار و عریضی علامہ میں اپنے امر لکھنے کے الزام

کا دلیر اور اعتراف نہ صرف دینی بلکہ گھٹنوں میں بھی مسلمانوں کی قیادت و رہنمائی کا رٹے نمایاں کی بدولت ہے  
علامہ فضل حق کی زندگی کے دشمن ابواب ہیں جن کا اعتراف ان کے مخالفین نے بھی کیا ہے اور جن کے  
ذکر کے بغیر جو تاریخ کی ہر کتاب ادھر وہی معلوم ہوتی ہے۔

جناب راجا غلام محمد صاحب نے مزار کی سیاسی مغل اور دینی استقامت کا ہر ایک تفصیلی سا تذکرہ  
پر مشتمل کیا ہے اس کے بعد یقیناً ہر تہذیبی علامہ فضل حق کی سوانح حیات کے متعلق کسی مزید کچھ ماننا  
مہیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ کتاب کے چند اوراق اس کے لیے بھی انصاف کر دیتے مہاتے !

تقابل جانوس میں مصنف نے سیکڑوں بحوالہات، محسوس واقعات اور ناقابل تردید حقائق کی  
راہنمائی میں رہنمائی دہری کی جو تصویر کشی کی ہے اس سے حقیقت حال قادر علی کرام کے سامنے آجاتی ہے۔  
اسی حقائق سے بہت پہلے ہے کہ وہی اسلام کے فروغ کی آٹھ لکھ چار سو جو فرضی ٹیڈا سٹیل دہری اور  
ان کے ہتھیاروں نے کیے اس سے ہر سیاسی مقاصد حاصل کیے۔ پھر اس عبادی کو چناری اور حضرت  
کا لہو پہن کر جس وسیع تر منصوبہ بندی کے تحت فروغ دیا گیا وہ ائمہ مسلمہ کے ساتھ بڑی عجیب آبی  
ہے۔ حیرت ان لوگوں پر ہے جو غریب اور وقابانی کے اس چاند سے کہ بڑا حقیقی گزشتہ اور ماضی سمجھ کر  
پڑھتے ہیں۔ مگر مری راجا غلام محمد صاحب لائق مدح ہیں کہ انہوں نے تاریخ صد کتاب لکھ کر ایک  
وہی وطن فریضہ ادا کیا ہے اور ابواب اہل سنت کو دھڑت فکروں سے کہ وہ اس طرح کا لکھ کر بدترین  
کو بے نقاب کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔

مزار خوف ہو لیکن زبان ہر دلی کی رفیق

بہی رہا ہے ازل سے نقد و ن کا طریق

کتاب کے آخری حصے میں مصنف نے سرحد میں تحصیل دہری کی جو نگہداری اور ان کی ہر انقلابی حالت  
بیان کی ہے اس کے بعد ہم ان نام نہاد و بدولت کی خدمت میں صرف اتنا ہی عرض کر سکتے ہیں

یہ شمس الہی نہیں دیکھ کے شرمائیں بہرہ

## پروفیسر ڈاکٹر محبت الحق اعظمی

شلم یونیورسٹی، ممبئی (جمہلیات)

امتیاز حق کے مطالعہ سے ہر عام قاری کے ذہن میں بھی یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ محض اختلاف مسلک کی بنیاد پر پھر فضیلت حق غیر آواہی کے ظہور کا نام نہوں کو پس پشت ڈال دیا گیا اور دنیا میں ان کے وجود و شادانہیں بدعنوانی کے ۴۰۰ سے قبل تک احرار و دست ہونے پر نظر کیا گیا اور پھر اس کے بعد گریز و شرم ثابت کرنے کیلئے مسلسل جھوٹ بولا گیا۔

لیکن برونی کن جی اور چند برسوں میں طبع ہوئی ہیں۔ انہوں نے نام نہاد حوزہ میں کی ساری عقلی کمزوری کر دکھ دی ہے اور اب حقائق کا صحیح رخ عوام و خواص کے سامنے ڈھکی چھپی نہیں کیا گیا۔ ہمیشہ کی سادہ ہے۔ ان کتابوں میں امتیاز حق کو نہ ان کا مقام حاصل ہے اور دایا اعلام کو سب دراقص طویر پر ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

## پروفیسر مسٹر قصوری

گورنمنٹ کالج، باغبان پورہ۔ لاہور

میری نظر میں امتیاز حق نہ صرف بے مغز اور جانج کتاب ہے بلکہ یہ دورِ مروجہ کے تمام عقائدوں کے عین مطابق ہے۔ قاری اسے پڑھتے وقت کسی قسم کی آگاہی نہیں کرتا۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ایک فاضل مذہبی یا فاضل علمی کو کتنا



کی کتاب ہے۔ اس کتاب کا مغرب نہایت شستہ اور ڈھل سا ہے۔ اس کی مہارتوں میں تفصیل اور وضاحت بہت اہم ضرور ہے۔

اس کتاب کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں امام اہل سنت علامہ فضل حق خیر آبادی اور شاہ اسماعیل دہلوی کے سیاسی کردار کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور عامۃ الناس کو مروجہ فہمیوں کے بائیس میں صحیح اور طعوس معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس موضوع پر اس سے زیادہ اچھی کتاب آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ میرے خیال میں یہ ایک خوبصورت دستاویز ہے۔

استیاد حق کے نزولت دہا غلام محمد نے یہ کتاب نظر عام پر لا کر نہ صرف ملی خدمات کا فریضہ انجام دیا ہے بلکہ بہت اصلاحی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں ان کی اس جہت کی داد دیتا ہوں۔ ان کا یہ کارنامہ اہل ملت کے نظریہ جہاد کی تاریخ میں ہمیشہ سنہری صوف سے لکھا جائے گا۔ ان کے اس عمل سے دھڑک رہیں ہم اسے اصلاح کی زندگی، تاریخ کے گم شدہ اوراق کا پتہ چلا ہے، بلکہ غمناک اجداد نام نہاد مسلمانوں کی غمناک زندگیوں کے خلاف کمر بستہ اور مست آواز بننے کا درس دے رہا ہے۔ استیاد حق حق دہا حق کے درمیان خفا کی امتیاز کی حیثیت رکھتی ہے۔

## پروفیسر فیاض کاوش

ملک و ملت کی عزت و آزادی کے بظنی بظیل حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علم و ادب اور صحیح سیاست کے ہم نغمہ و زوے خود اپنی ذات میں ایک انجمن ہونے کی حیثیت سے اپنے پاس سے جہاد پر چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ علم و ادب کا ایک ایسا دارہ تھے جس کا فیض عرفان و آگاہی بعد مرگ بھی جاری و جاری رہا۔ اسی کے فائزوں نے علم سے سرسبز اپنی تحریک و اصلاح ادب کا چراغ جلاتے ہیں اور اسی کے نقاد

نظر کے متعلق تو سے بہت سی ماسل کے کہ غائب غالب نظر آتے ہیں۔ اور اب اس کے فطری میں  
ہیں اور عدالت وقت اس کے عاشقہ نفس میں مومن خالق تو اس لیے قریب کہا اور اس کے عجیب و غریب  
ہوتے ہیں۔

میں نے غائب کو غائب مانتے ہیں کہ کبھی نہیں  
بادشاہ بہادر شاہ ظفر اس کی چیرائی پر غور کرتے تھے اور عدالت ہندوستان اس کے حکم گمان پر اتارتے  
تھے۔ اسی وقت والاسنٹ کا ذکر غیر اس سمجھت میں ہے۔ مزید یہ کہ اب تک مصروف کے حق میں جو  
تالعات لیاں ہوتی ہیں۔ اس کتاب میں ان سب کا تجزیہ کر کے نقد و تحقیر اور اپنی کاپی لکرا گیا ہے۔  
تاہم کارہ بیت دل کا ریلوے ہے کہ عزت کے اس جانا ریلوے نے اپنے فحش کی سرشت سے لگی اور  
کے محض رائے پر مبنی تھے۔ ابھی اس کی دشمنانہ تحلیلی ذہن نے اپنی عقل اس میں ملنے لفت کے  
کارہت نمایاں کو فروغ دیا کیا ہائے شک اس کی علمی کا فحش پر پردے ڈالے گئے۔ اس سبب کارہ اور  
خاک آتی گئی۔ جس میں ملک وقت اس کے متعلقہ میں پرو چاکر پریش کیا گیا اور یہ صورت اس قدر  
سے پہلا گیا کہ صورت ہی سے نظر آنے لگا۔ اس طرح تاریخ کے دہانے کو اس کے عدالت نوں لیا گیا بعض  
اشکاف متعلقہ کے سبب۔ کہ یہ کہ وہ عاشق رسول دشمن شامانی اصول تھا۔ بہر حال مجاہد فاضل وقت  
راہ غلام محمد صاحب کا تجربوں نے صدیوں کا فرض لایا اور فی الواقعہ میں کوہت کی عدالت کے لیے میں لکھا  
فاضل وقت میں اپنی تحقیق کے شہسوار اور تحقیق کے شہسوار معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے باغی اور کرتے  
ہیں کہ فحش میں دھم کا کر سکوائے، اندازہ کارش ایسا دلنشین ہے کہ نہ ہر کسی تریاق ہی ہائے۔ اور ایسے  
ترقیہ کر دے اور آج ہائے۔ ایک ایک فقرہ ایسا دل افروز کہ فحش میں دھم کا کر سکوائے۔ اور ایسے  
ہر پر نظر پر دل مجبور ہائے۔ کھنڈے والے کا نظریہ ہے کہ کوئی چاہتا ہے۔ دہلی کی شیریں اور دہلی کی دلنشین  
اپنا جواب خود آپ۔ اور شہسوار ایسا جواب کہ لاکھوں میں، انتساب۔ ان کا استمال ایسا بھل کر گوا  
وہ موزوں ہی اسی مرقع کے لیے ہوتے تھے۔

اگر ہمارے تمام متنازع مسائل کو ایسا دلکش انداز میں ان علی ہائے ترقی دینا ہمارے کام ہے کہ ان کو  
پرسوں کی نظر میں لایا جائے اور اخبار و جیٹ ہائے انسان کی شخصیت کا سورج پوری تاب و تاب سے  
چرخہ برتاؤ آئے۔

## محمد عبدالشاہ شروانی

امتیاز حق نامہ صاحب کے تعلق و تعلق کا شاہکار ہے۔ تاریخ نگاروں نے یہ مسئلہ پہلے ہی مسات کر دیا تھا۔ امتیاز حق نے یہ پہلو بھی مسات کر دیا کہ انگریزوں کے مخالفین نے بلکہ موافق و حامی تھے۔ جملہ کے دست راست گزیلوں کا قول تھا کہ جھوٹا انجی بارلو کو کچھ معلوم ہو

## جناب ناؤم عصری

فہمائے شہر بر ماہ لاہور

زیر نظر کتاب امتیاز حق مجددہ الہاب پر مشتمل ہے جس میں بیکر مریت سے متعلق کی جگہ گاندی کے حکیم مہا پرترانا فضل حق خیر آبادی مرحوم و مفور کے قابل تقلید کردہ نایاں حقائق کی مدد ملی ہیں۔ بیان کیے گئے ہیں مولانا کی سیرت و کردار کے بارے میں غراں جگہ سے تحریر کردہ سبھی پرستان پر مبنی و فخر و غری بی بی خیر آبادی پر بھاری ہے۔ کتاب کا مختصر پیش لفظ مولانا مفتی محمد عبدالغنی قادی جڑاوی کے مدد و قلم کا نتیجہ ہے جسے ایک مستشرق تاریخی و متاویز کہا جائے تو بجا نہیں ہوگا۔ فضل مروت نے مذکورہ کتاب میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے سیاسی کردار کا مقابلہ باہر و بندت اس طرح کیلئے پیش کیا ہے اور اس میں دینی مسائل کو موضوع بحث نہیں بنایا۔ جو لوگ مولانا فضل حق خیر آبادی سے دینی اور سیاسی اختلاف رکھتے تھے مختلف نے بی بی مروت جڑی سے ان مخالفین کی

لے ملنے کا تہاؤ کھینچا ہے جو مولانا و مفتی دہلوی و مولوی مٹھی، لاہور

کتا بول کے اقتباسات اختیار جن کے مصنفوں پر صحیحہ و صحیحہ جی کو با شعور قاری کے علاوہ دورِ جدید کا کوئی شخص سے بڑا مؤرخ بھی جھٹکانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

میں متاول کی جنگبہ از لوی کے بیرونہ جزل بہت خال سے مل کر مولانا نے سفید قام قوم کے سیاہ دل اکثرین ہائے عدول کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اس جرم کی پیدائش میں اسے باقی کی سزا کے مستحق قرار دیا ہے اور جرمہ انگلیان میں اس پیچہ حریت چند عالم دینی نے نہایت کسمپرسی کی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہیں نہ مانے کی تم ظریفی ہے کہ آج بھی منافقین کا ایک ہتھوڑا جنگبہ از لوی کے اس مجاہد کو اپنے القاب سے مخاطب نہیں کرتا اور ان لوگوں کی شان میں تعریفوں کو اپنی ہانددراستہ جی کا سہلنا خیر باد ہی کی ذات سے موازنہ کرنا سودج کو پیراغ دکھانے کے مترادف ہے اس شخص کی کیفیت کو حریت پسند حق پرست انسان مولانا کی روح کے لیے تکلیف کا باعث سمجھتے تھے اور نتیجتاً پس مرگ اس عظیم مجاہد کے برتنوں پر یہ الفاظ تحریر کئے جوں گے۔

غیر فنی سیاست دوراں تو دیکھئے

منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

بعد میں اور آفری باب میں فاضل عزت نے غور سے دلا کی اور تاریخی کتب کے حوالہ جات سے مولانا افضل حق اور اسماعیل دہلوی و سید احمد دہلوی کے کردار کا تقابلی جائزہ پیش کرنے کے بعد ان الفاظ پر اپنی کتاب اختیار جن کا اختتام کیا ہے۔

”ان واقعات کی روشنی میں تاریخ کرام غور سے دیکھ سکتے ہیں کہ مصنف کی قسمت کا فیصلہ کرنے میں کس نے کیا کاربہا اختیار کیا؟ انہی کی نگاہ کس کے دل و دماغ میں تھی اور کس کا جوہر اور انگ انگیزہ و حکام نے غور کیا تھا۔“

چھوٹے کے مسلم مجاہدین کے بارے میں کسی جگہ ۲۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب مستحقِ تکرار ہے میں ایک گویا خلاصہ ہے اور یہ ناقابلِ فراموش کا نام انجام دینے پر امتیاز (حق) کے فاضل عزت صاحب کا دے سکتی ہیں۔  
(ماہنامہ نمبر واد والاہدہ۔ اپریل ۱۹۸۷ء)

## جناب سیم ہستوی

مدیر اعلیٰ ماہنامہ فیض الرسول، براؤن شریف (ریحانہ)

امتیاز حق علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے سیاسی کردار کا ایک اعلیٰ ماہر ہے جس میں فاضل درشب جناب ماہنامہ غلام محمد صاحب نے صوبہ ذیل مضامین کے تحت رنگ بگڑا دی کے بعض اہم تاریخی و سیاسی حقائق کو ابھار کر لکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے..... کتاب کے پہلے مضمون میں وفاقی خیال و نظریہ کا جس بیجا کاغذ اخبار میں اظہار کیا گیا، چنانچہ حق پرستی حقیقت پسندی کا ایک نواں نظریہ اور واضح نمونہ ہے۔

فاضل درشب نے امتیاز حق میں ہندوستان کے جس دور کا تذکرہ کیا ہے وہ نادر اور عجیب دور تھا، جب دنیا دار ملحد و ضمیر فروش اور زبان و قلم کی سوداگری میں سب سے آگے آگے نظر آتے تھے اور اسی طبقہ کو آلہ کار بنا کر برسر اقتدار حکومت نے مسلمانوں پر ظلم و قسود کے پہاڑ توڑے، ان کو نہایت بے ہودہ سے ترس دیا گیا۔

کتاب امتیاز حق پڑھنے سے ان مجاہدین حریت اور شہیدانہ وفا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو زندگی کی آخری گھڑیوں تک دلولہ الخیر و نعروں بلند کرتے رہے۔

سرفروشی کی کتاب اب ہمارے دل میں ہے

دیکھنا ہے نہ کتنا باندھے قاتل میں ہے

(ماہنامہ فیض الرسول ماہ اپریل ۱۹۸۱ء)

## پروفیسر محمد عظیم سجّی

گورنمنٹ جیلز اسلام آباد کالج میا کوٹ

ہماری قلمی تاریخ کے بہت سے ایسے گوشوں میں اب تک جو نہیں کاظم ان کے ذاتی اٹھنا اور گزری تحریکات کی وجہ سے ہمیشہ غمناک و تھکنائی بنا رہا ہے۔ ایک گوشہ فضل جن خیر آبادی کے سربراہ گروا اسلام آباد کا راجہ دینی و سیاسی خدمات کا ہے۔ جس پر انہماک خیال کرنے کے لیے دیکھنا اور کتب کی برقی گئی ہے اور خواہ مخواہ ایسے لوگوں کو اس مسئلہ پر ہٹانے کی کوشش کی گئی ہے جس کا وہ بگڑا ہوا نہیں تھے۔ اس گروہ میں اسماعیل دہلوی اور ان کے دوسرے ساتھی شامل ہیں۔

زیر نظر کتاب احتیاجِ حق میں رحیم باگھی ہے، پہلی بار علمی دلائل اور تاریخی شواہد کی روشنی میں ہمارے تواریخ کی اس اہم کتاب کی پرکھنے کے ساتھ ساتھ تاریخ کے ان گوشوں کی بطریق احسن نگاہ کشائی کی گئی ہے جس سے علامہ فضل جن خیر آبادی کے سربراہ کا نام اور ان کی سیاسی خدمات پر بالخصوص روشنی پڑتی ہے۔ کتاب ایک دینی علمی اور تاریخی خصوصیت کو برہنہ کرنے کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کا بھی ایک عمدہ موقع ہے جس کے لیے اس کے مؤلف صاحبِ نظام محمد بلاشبہ خصوصاً شکر کیے کے مستحق ہیں۔

## حکیم محمد احمد برکاتی

برکات کینڈی - ۱۹۸۰ء - ۱۹۸۱ء - جلد ۳ - لیاقت آباد - کراچی

یہ کتاب اپنی شائستگی اور ملامت بیانی کے لحاظ سے ایک منفرد اہمیت کی حامل ہے۔ اس ذخیرے کا میرا کسی باقی اثر، باب فکر کو متاثر کر سکتی ہیں۔

## پروفیسر ولی محمد

### گورنمنٹ انہالہ مسلم کالج، سسرگودھا

امتیاز مرحوم کے فاضل خزانہ نے بھلی عزت و احترام فضل حق خیر آبادی اور اسماعیل دہلوی کے سیاسی کردار کا تعالیٰ جائزہ پیش کیا ہے۔ اسماعیل دہلوی اور اس کے پیروں کا انداز دہلوی کے فرہنگی جہاد کا بھی تاریخی حقائق کی روشنی میں جاننا چاہیے۔

میں نے اس کتاب کو دلچسپی سے پڑھا۔ فاضل خزانہ نے مستند تاریخی حوالہ جات پیش کیے ہیں اور اسماعیل دہلوی، مسعود عالم غدی، غلام رسول میر اور پروفیسر اکبر قادری کے عجیب جی کے پروگرام کو بے نقاب کر دیا ہے۔

اسماعیل دہلوی اور سید احمد دہلوی کی انٹرنیٹ دوستی اور فرہنگی جہاد پر تبصروں کرتے وقت ایک شخص کی حیثیت سے فاضل خزانہ نے ان کی ذاتی خرابیوں اور ان کے ہم عقیدہ علماء اور ہم مصروفوں کی خرابیوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ میر نے ایک سراسر شخص کو اس کتاب کا مطالعہ ضروری کرنا چاہیے جو تاریخی حقائق کو جاننا چاہتا ہے۔

## میاں عبدالرشید

کالم نگار، نویسنده، روزنامہ نوائے وقت لاہور۔

شاہ اسماعیل دہلوی معروف شخصیت ہیں مگر میں نے فاضل حق خیر آبادی کے بارے میں بہت کم لکھا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ ۱۹۵۵ء کی جنگ آزادی کے ہیرو تھے۔

انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ آپ کے ایماء پر تیار ہوا اور اس پر آپ کے دستخط تھے۔  
 کہہ دیتا بلکہ شاہ کا سن مجرم کی بادشاہی میں بہت مختصر چلا تو گواہ اسے ثابت کر کے، مگر مولانا نے  
 خود اس کا اعتراف کر لیا اور اسی سن گورنر کی بنا پر انڈیا میں بھیجے گئے، مگر وہاں وفات پائی۔ تلافیت  
 کے لحاظ سے ان کے مقام کا اندازہ اسی اکبات سے کیا جاسکتا ہے کہ غالب میرا بہن بھائی کا  
 جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، آپ کا قندہ دان تھا اور اشعار میں آپ کی اصلاح اور حضور سے  
 قبول کیا تھا۔

- زیر نظر کتاب نہایت تحقیق سے مستند حوالوں کی بناء پر لکھی گئی ہے۔ اسلوب تحریر شگفتہ اور  
 بھال ہے۔ سب ابھاروں اشعار گیسوں کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں۔ بات چیت تلخ، صاف اور  
 پختہ و انداز میں لکھی گئی ہے۔

(مذمتہ قرآنے وقت لاہور، ۱۳ دسمبر ۱۹۷۹ء)

## حافظ مظہر الدین مرحوم

ناولہستانی

”امتیاز میں ایک عزیز کے توسل سے لی جس نے مجھے غایت درجہ متاثر کیا ہے۔ قلمی و  
 مالی جہاد کے عوض میں گرفتار ہو سکتی ہے، تو آپ کا شرار و مصنف محروم نہیں رہیں گے۔  
 مصنف کو میرا سلام نیا نہ پہنچا رہے۔“



## محمد عاصم اعظمی

(مقام: افسر و مہارت)

نیز نظر کتاب اختیار فرمائی پاکستان کے شہرہ قلم کار اور ماہرِ اعلام محمد عاصم کی مختصر تصنیف ہے، جس میں آپ نے تاریخی خیانتوں، نا انصافیوں اور حق و صداقت کے برعکس عمل عام کی روش پر کڑی ضرب لگائی ہے اور ثابت کیا ہے کہ تعلیم و علمی اور مجاہد و آزادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کو تاریخ کی میراث سے الگ ہرگز نہیں بنانا کہ وہی شخص کو تو تھا اور وطن کا سپنا شیدائی کو تو تھا، ہائی کورٹ کے مخالف پراخیز آواز کی کہ ایمان و شائستگی پر اہل وطن کو فخر کرنے والے کو تو تھے، اور ۱۹۵۵ء میں انگریزی سامراجیت کے شکست و ہاروں کی صفیں درست کرنے والا کو تو تھا، راجا صاحب کی تاریخی حقائق پر مبنی یہ کتاب ایسا صاف و شفاف آئینہ ہے جس میں حقیقی مجاہدین و آزادی اور نام نہاد و خیریت پسندوں کے چہرے کھل کر سامنے آ جاتے ہیں۔

راجا صاحب نے اپنی کتاب میں ایک باب انگریزوں کے خلاف فتوائی جہاد قائم کیا ہے اور مقامی و صدارتی دونوں میں انفرادی و جماعتی کی خوب قسمی کھول ہے، تلاش و جستجو کے نتیجے میں انہوں نے مضبوطی و قلم کے ایسے اختیارات و اہل کے ساتھ ہی لکھے ہیں، جس سے محرابِ جہاد کی ہلکی دم اور دوسرے راجا صاحب کی پھیلائی ہوئی گراں بول کا پردہ چاک ہوتا ہے..... چشمِ ناز و خورشید مولا، مسلمانوں کی کتاب حکمائے اسلام، معلوم کا ایک اقتباس پیش کر کے فراموش میں مولانا ندوی نے ”حضرت علامہ مرزا انصاری اور شریعتِ حنبلیہ کا انفرادی و جماعتی کیا جہاد“ اس تمام مناسبت جلیلہ کے بعد مولانا کی اپنی آزمائش کا وقت آیا اور شعبہ ۱۹۵۵ء کے بعد مولانا بھی باقی قرار دیے گئے۔ ۱۹۵۶ء میں مصلحتی مفکرین کی دغا بازی و افتراء کی پاداش

جُرمِ اہانت میں مولا، نافذ ہو کر سچا پورے کھنکھرتے گئے۔ متعدد ہلاکتوں کے بہت سے پہاڑ  
 اُگرچہ پیدا ہو گئے تھے لیکن مولانا نے خود فتویٰ کی تصدیق نہایت جرات امانی سکھائی اس لیے  
 مجبور رہ گئے خود کی سلامتی اور وہ جو بیوقوفانِ مظلوم کو دے گئے ؟

(حکومتِ اسلام جلد دوم، صفحہ ۴۳۲، مکتوبہ معارف پریس، انکم گڑھ)

تاہم اس سب کی حقیقت افروز کتاب نے اہلِ ارباب کے اس شیش محل کو یا شہنشاہی کر لیا ہے  
 جس میں بیٹھ کر وہ اپنے ابا کے اکلوتے سیاسی کرداروں کو تہہ پاتے ہیں احوالِ حق کھوپڑی کا لہجہ  
 کے روشن و تابندہ کرداروں کی اہمیت و حیثیت کو قلم کرنے یا اسے گھٹانے کی ناکام کوششیں کر رہے ہیں ؟  
 (ماہنامہ فیض الرسول، برادری شریف، معارف - نومبر ۱۹۸۱ء)

## پروفیسر محمد حسین آسی

گورنمنٹ جنت اسلامیہ کالج - سیالکوٹ

بسمِ برہمنی کی مندرجی میں من کے کالے تن کے گوشے افریقین کا دودھ، مسعود ہوا شاعر  
 اورنگ نے اپنے ناپاک مقام کو ہونے کا راز منہ کے لیے قریب اسلامیہ کا بھی انتشار ضروری سمجھا۔  
 کسٹم کھلا دشمنِ اسلام ہونے کی حیثیت سے اس کے لیے ایسا کرنا آسان نہیں تھا۔ وہ میں منظر میں ہو کر  
 کسی بکاؤ مال کی تلاش میں تھا نہ ترغیظی ممالک و مکتبے کہ قرونِ قبلِ مسیح میں وہی کے ہم ٹھکانے۔ یہ وہی  
 انجیل کا سب سے بڑا نمونہ اسلام حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے اور نور محمد شہنشاہِ عالمگیر کے  
 جیسے تھے۔ یہ ایسے چند تسلیم و رضا ثابت ہوئے کہ یہاں انہیں غرضاً آگاہی نے لانا چاہا ہے  
 لڑے اور جہان سے کھلانا چاہتے تھے۔ تازہ خدائی کو فرض کرنے کے لیے کہیں انہوں نے تہذیب  
 کا مفہوم بدل کر انہیں ولی سے پشاور تک شہرِ ممال کیا اور کہا۔ یہ اسی وفاداری بشرطِ استعادت

یا نتیجہ تھا کہ غرضیہ کی راہیں جانِ حریج کی بازی ہلک لگا دی۔

ان کے برعکس وہ علماء نے جن بھی تھے جنہوں نے اسلام سے سروٹا، انڈسٹریاں ملت کے آواز کا رہنے، مولانا فضل رحیل، مولانا بیالونی، مولانا بیض احمد بیالونی، حضرت کائنی مولانا کا دی اور مولانا امام غرضی مہربانی جیسے لوگ اپنی متابع حیات کو عظمت دیں گے لیے وقت بیکھنے تھے اور انہیں نئے آفریچہ کا نظم بنانے کے لیے دیکھا۔ شیر اسلام مولانا فضل رحیل جن خیر کراوی علیہ السلام اسی کا راہی جن کے سالہ تھے جنہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کیا، اسٹی سے ختمی جہاد و باقتا۔

دونوں گروہوں کے کردار میں زمین و آسمان کا فرق تھا، مگر پراپر اسلام غرضی شخصیت پرستی کا جہاد کے آج ہاں کو رات کے اندھیار سے اور رات کے اندھیاروں کو رات کے اٹھانے قرار دینے سے نہیں بچ سکتی۔ غرضیوں کے ایک خاص تربیت یافتہ ٹولے نے اپنی خاص مسئلوں کے پیش نظر غرضی پرست اسماعیل دہلوی کو شہید اعظم ٹھہرا دیا اور فضل رحیل جن خیر کراوی سے بالکل منکر تانی امتیاز کیا۔

زیر نظر تالیف اسی پوری کو مجدد اصل سید زہدی کے معزوف ہے، عاشقانِ کوثر کے لیے عرضِ تحریر میں آئی ہے عشقِ فاضل مابین غلام محمد صاحب نے قابلِ توجہ تاریخی دلائل سے مبروں کی تقاض دی کر کے اہل حق کی عظمتِ کردار سے پردہ اٹھایا ہے۔ انہوں نے واقعی شہیدِ فاضل اور غرضی کی فاضی کمال کے دکھ دی ہے۔ غرضی ملت کے نکر خوس سے جس غرضی کا اندھ ہے اسے ان کے جہت اشعار اور خوبصورت ترکیب نے دھک دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غرضیوں کی نہایت شگفتہ اور دل آویز ہو گیا ہے۔

مگر غرضیوں کے خلافت کو سے میں آواز دے جن بیکر تانی لائق کرنی حکیم کا نام ہے تو جہاد بابا صاحب نے یہ حسین کارنامہ سر انجام دیا ہے۔

## سید یعقوب علی شاہ

سابقہ پرنسپل کینٹریل بینک سکول مراد آباد (سرحد)

راقم المومنین نے امتیازِ حق کا مطالعہ کیا اور تصویر کے جہاز پر رخ دیکھے۔ عطاۃً فضل حق پر آگیا  
 کا ہوا جادو کرا اور مولوی اسماعیل و ہماری کا اکثرین کی حمایت و سرپرستی میں جہاؤ۔ یہ وہ امر ایسے شخص نہیں  
 کہ کہی لڑائی و شہادت سے عوامِ خواص کے سامنے آئے نہ ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ جناب دایما غلام محمد کو  
 صد داد و اہل باطل و اہل لاہور کو جزائے خیر عطا فرمائے گا کہ انہوں نے ہماری مدد و نجات دہی سے حقانیت کا  
 چہرہ بے نقاب کر دیا ہے۔

## شہید سید محمد گوہر

ایڈیٹر اشرفیہ مبارک پور جہاد

”امتیازِ حق پاکستانی عالم اور قلم کار جناب دایما غلام محمد صاحب کا ایک معلوماتی یا مین اسٹریٹ  
 تعلیمی شاہکار ہے۔ عطاۃً فضل حق غیر آزادی اور دنیا محمد کے برعکس دایما اسماعیل و ہماری کے سیاسی کردار  
 کا تقابلی جائزہ جس عرق ریزی اور محنت و کوشش کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ لائق تحسین و مآثرین اور  
 قابلِ فخر ہے۔ تاریخی حقائق و شہادت اور بے شمار حوالہ جات کی موجودگی میں امتیازِ حق کے قارئین کو کام  
 مستحکم و دلچسپ برعکس دایما مولوی اسماعیل و ہماری کی فرضی و فاضلیت کی پرانہ کی پڑھنا پر حق نہیں گئے  
 اس سلسلے میں مومنین اپنے ہمراہوں یا غیر ان حقائق کی اعتراضی و تخریبی امتیازِ حق میں ہر جگہ ملے  
 گی۔ انہی حوالہ جات کی بنیاد پر دایما صاحب کی پُر غلوں کا دشمن کو خارج حقیقت پیش کیا جا سکتا ہے۔“

مقام کے سلسلے میں، ماہنامہ صاحب کی اس کامیاب کوشش کے بعد ان سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ اُنہیں اس کا پہلا ایڈیشن پاکستان میں شائع ہونے کے بعد دوسرا ایڈیشن، الجمع الاسلامیہ مبارک پور، انڈیا، انڈیا نے بھی شائع کر کے اپنے شاہ معنی مشن کی روشنی میں ایک عظیم کامنامہ ابھار دیا۔ (ماہنامہ شرفیہ مبارک پور، بھارت - اکتوبر، نومبر ۱۹۶۱ء)

## پروفیسر آفتاب احمد نقوی

گورنمنٹ عفر علی خاں کالج، وزیر آباد

ہماری قومی زندگی میں یہ ایک بہت بڑا المیہ رہا ہے کہ ہمارے اکثروں میں خیر نہیں نے تادم کسی جیسا اہم ترین فریضہ سرانجام دینے وقت موجود ٹھوس تاریخی حقائق کو یہی پشت ڈالنے ہوئے اپنے عقائد و نظریات کو بنیاد بنا کر فیصلے کرنے کی کوشش کی ہے، جس کا لازمی اثر یہ ہوا کہ ہر صحیح منصفانہ انداز کی بجائے ایک طرف کارروائی کے طور پر ہمارے سامنے آئی اور دوسری طرف جس کے منہ کو ذاتی مفادات کی بنا پر اختلاف تھا، ان کے کارہائے نمایاں کو یا تو ظاہر کرنے سے دانستہ گرد کیا گیا یا پھر ان کے میرٹ و کمزوری کو کھینچ کر کشمکش کرنے کی کوشش کی گئی۔ یکدم یہی سبب حال ۱۹۵۵ء کی جنگ آزادی کا دایہ انداز اس کے بعد کے واقعات سے متعلقہ شخصیات، یہی میں مولانا فضل علی خاں خاں آبادی کا نام سرِ قلم سے جہ کے متعلق پریشانی، زیرِ نظر کتاب، متنازعہ ہیں، آپ ہی کی میرٹ و کمزوری کا وہی دایہ انداز دیکھ کر ہمارے نمایاں کا تقابلی جائزہ شاید اسماعیل دہلوی کے میرٹ و کمزوری کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ کتاب کے مولف، دایہ انداز، مولف صاحب کے نقطہ نظر سے اگر یہ اختلاف ممکن ہے، لیکن ان کی اس کاوش کی اہمیت سے انکا ممکن نہیں ہے جو انہوں نے تقریباً ایک صدی قبل کے مسائل کے مطالعے کے بعد تحریر کی ہے، اسخوبی یہ ہے کہ تمام تر والدینی

کتاب انہی لوگوں کی تحریر نہیں، برائے سب کے عقائد سے متفق ہے۔ مگر یہ پاکستان اور پھر  
کی سیاسی و مذہبی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اس کتاب کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔  
مقام قاری کے ذوق مطالعہ کے پیش نظر کتاب میں جا بجا ضرورت اور پرمل اضافہ کیا گیا ہے۔  
سے کتاب کی افادیت میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

(ماہنامہ شکرت، لاہور۔ جنوری ۱۹۷۷ء)

## سید الطاف علی بریلوی

سیکرٹری آل پاکستان ریگ کیشل کانفرنس، کراچی

آپ نے ایک نہایت اہمکنہ سیکرٹری تحقیق سے کام لیا ہے اور کتاب میں ایسا مواد  
جمع کیا ہے جو عام طور پر لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے۔

## افتخار احمد القادری

المجمع الاسلامی، مبارک پور، (بھارت)

”امتیاز حق“ ایک ہنگامہ اور انقلاب بخیر کتاب ہے۔ قصیدہ اعلیٰ کے لیے نذرانہ اور عمل  
انصافیت کے لیے حلقہ ہے۔ وقت کی یہ ایک اہم ضرورت تھی جس کا احساس ایک ماہریت  
راہبانے کیا اور ایک عظیم آستانہ تھا جسے پورا کیا گیا۔ اس کتاب میں جس سطح سے مواد فراہم کیا گیا ہے  
وہ اس ہی کا مستحق ہے۔ اسے وہ بھی پڑھے گا جو دیکھ کے موضوع پر کسی کتاب کو آخر بھی اٹھا نہیں پڑتا  
نمبر ۱۰، لاہور کے گاجرانہ علاقہ انداز سے گھبراہٹ ہے، اسے الٹی ہی بھی پڑھیں گے اور الٹی

داخل ہیں۔ اسے مذہب سے دلچسپی اور گہری مابین رکھنے والے بھی پڑھیں گے اور وہ بھی پڑھیں گے۔ یہ فکر و شعور کے حامل ہیں اور اس سے وہ بھی استفادہ کریں گے۔ ہر پڑھنے والے کو غیر جانبدار بناتے ہیں۔ اور سب کو اس سے کچھ نہ کچھ روشنی ملے گی۔ یہ کتاب مینارِ اہل بیت بھی ہے اور اپنے زعم میں خود کو تاریخ کا بیڑہ اٹھانے والے سمجھتے ہیں، ان کے لیے تاریخی حیرت بھی۔ یہ کتاب ان کی تائید و تکرار کے لیے اس کتاب کی ہے جس کا جواب نہیں۔ آپ کو اس عظیم اجتہادی کاوش پر جامع اسلامی کے تمام لوگوں کی طرف سے مبارکباد۔ سب تقدیر آپ کو اس کا بھرپور صلہ رحمت فرمائے اور اس کو سلامتی بخواتم فرمائے۔ آمین!

## پروفیسر وقار حسین طاہر

گورنمنٹ سرسید کالج، گجرات

امتیازِ حق و داخل کے سلسلے میں امامِ غلام محمد صاحب کی تصنیف "امتیازِ حق" جو مولانا فضل حق خیر آبادی اور اسماعیل دہلوی کے سیاسی کردار کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے لکھی گئی ہے۔ بلاشبہ ایک باعزت، انفرادی تحقیقی مقالہ ہے جس کی ترقیب و تدوین مستند تاریخی حوالوں سے انتہائی مدلل و متوازن کی گئی ہے۔

یہ کتاب بڑا سا نئے ہے کہ اسماعیل دہلوی اور شیخ محمد علی ایسے صاحبِ علم کے اصل کردار کے متعلق مسلمانوں کی ہندو پاک بہت کم پڑھیں گے۔ اس سے بھی بڑا المیہ تو یہ ہے کہ وہ بڑے شوق کے پارکسپر ہی کے عالم میں وفات پا جانے والے جید اور شہہ عالم میں ملوہ فضل حق خیر آبادی جنہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، ان کی حکمت کے متعلق ہمیں کوئی اطلاع نہیں۔ انکو سرکہ ایسے کئی واقعات جن کے پس پردہ برطانوی سامراجی کام کر رہا تھا، ابھی تک لوگوں کے علم میں نہیں ہیں۔

تاہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا اور نیا عالم ہے جس میں نئے نئے واقعات نہیں ملتے جلتے بلکہ وہاں کے عوام کی نظر میں سب کا اصل ہے اور وہ لوگ جنہیں سب کو برا سمجھتے تھے وہاں کی روایت اور سوشل سسٹم - عجیب سی رکھتا ہے۔ انہیں سب طرح سے دنیاوی سرفرازی ملی۔ انھیں ڈاکس وقت پیدا ہوتا ہے۔  
: بنا، مضاف اور انشور اور ذی شعور لوگ اپنے قصبات کی روشنی میں ایسے لوگوں کی منتظر تھے کہ  
گئے۔ یہ سب اور اس طرح لوگوں میں اہم کی طرف سے کامیابی کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات  
کو تعصبات اور سوداگری اور انسانی مسائل سے آلودہ کرتے ہیں۔

## جناب محمد طفیل

ایڈیٹر ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد

قریب صدیوں کا بڑا عظیم کام جو ہندو مسلموں کے اس دور سے بحث کرتی ہے۔ جب مغلیہ  
سلطنت دم توڑ رہی تھی اور افریقہ و دنیا کے اس عظیم خط میں اپنا نقطہ ہمارا ہے۔ تھیں۔ افریقی اور  
طوائف الملوک کا دور ایسا ہے کہ کہ عینیت بھڑکائی ہوئی ہے اور منتشر کردہ اپنا اپنا رنگ الٹا ہے  
ہوتے ہیں اور جو قومیں اختلاف رکھتے ہیں ہوتی ہیں اور منتشر کردہ ہوں کہ باہم لڑا کر خود مستوا اختیار  
پر بلبلان ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی دنیا میں ہونے لگا ہے۔ اس نے اشتیاق کیا اور بڑے عظیم میں اپنے والی مختلف اقوام  
کو آپس میں لڑا جس سے ایک جانب تو ان کی توجہ افریقہ کی عینیت سے ہٹ گئی اور دوسری طرف  
باہم لڑا کر دیکھ رہے تھے۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔

باہم مصنف کے اپنے خیال کے مطابق اس کتاب کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ کونسا فضل حق  
طیبر آزاد اور علامہ انیسٹیل دہلوی دہلوی سید احمد بریلوی کی طرف سے ملی سیاسی اور فکری کتب پاکستان  
کے تعلق سے خدمات کا موازنہ کیا جائے اور مصنف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا فضل حق غیر ملکی  
دین و ملت اور اقلیتوں کے سچے شیعہ لائق تھے۔ جبکہ مولانا اسماعیل دہلوی اور مولانا سید بریلوی



اگرچہ یہاں دکتے رہے لیکن وہ دوا سطر و بلا واسطہ اکثرینوں سے مراعات یافتہ تھے جس کے ثبوت میں انہوں نے باہم باہل حوالے پیش کیے ہیں۔

اس کتاب کی تصنیف سے جبب دوا با غلام محمد صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ جعفر کے بعض مخرج دیکھ کر بھیجے مولانا غلام رسول بہر اور جناب محمد رفیع نقادی صاحب نے حقائق سے صرف نظر کر کے مولانا فضل بن کی جہت گشت نے اور دوسرے دونوں میں اس کی طرف اشارہ کر کے انہیں بلند مقام دلواسے کہ ان کی کوشش کی ہے، چنانچہ کتاب کا پہلا حصہ اس امر سے بحث کرتا ہے کہ کنگا گڑھی (دھواں) میں مولانا فضل بن خیر آبادی نے کیا کیا یاد کیا۔ قاضی مصنف نے علامہ خیر آبادی کے فتویٰ جہاد و دیگر مساعی جہاد و شوافع سے مشابہت اور حالات میں ان کی حق گوئی، منزلت، قسیدہ ہمد و دیا کے شعرا اور وہی قہود ہند میں ان کی وفات کا ذکر کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ علامہ خیر آبادی غلبہ اسلام کے بہر خیر و اسلام کے شہر سپاہی اور جن کو مجاہد تھے اس میں کوئی شبہ نہیں بلکہ خیر آبادی کی خدمات لائق تحسین رہیں۔

کتاب کا دوسرا باب ان حضرات سے بحث کرنا ہے کہ مولانا شاہ الفضیل اور ان کے رفیق کلام مولانا سید احمد بریلوی کا کردار مشکوک سمجھا جاتا، باوجود یہ کہ بعد میں محقق کے وقت دہلی کے مفت افتاء ان کے کردار اور دیگر یکجہاد کو شبہ کی نگاہ سے دیکھا گیا، انہیں اعلیٰ درجے کے جاسوس اور اسلام سے منحرف سمجھا گیا اور اس کے ثبوت میں انہوں نے دوا سطر کے اقتباسات پیش کیے ہیں۔

ہماری رائے میں یہ موضوع پر فاضل کتاب نقادی نے قلم اٹھایا ہے، وہ حیرت انگیز ہے اور اس امر کی خصوصیت ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے کردار اور اعمال کا بے لگ جاہل نہیں ہیں اس اصول کی بنیاد پر نظر کر کے یہ نتیجہ ضرور کتاب پڑھتے ہیں، تو اس سے ایک پہلو تو عیاں ہوتا ہے کہ اگر وہ دوسرے نقطہ نظر کی وضاحت نہیں کرتے، تاہم یہ ظہور میں مسلمانوں کی تائید کے ایک اہم دور سے یہ کتاب بحث کرتی ہے اور محققین کو مواد فراہم کرتی ہے کہ وہ اس موضوع پر اس پہلو سے بھی غور کریں تاکہ حقائق تک پہنچنے میں مدد مل سکے۔

علمی موضوعات پر قلم اٹھاتے وقت ایسی زبان استعمال کی جائے جس سے یہ عیاں نہ ہو کہ کسی پر حملہ کیا جا رہا ہے یا کسی کی بے بسی اچھائی جا رہی ہے تو بحث زیادہ مؤثر اور مفید ہوتی ہے جبکہ اشتیاج جن میں اس امر کی شدت سے محسوس ہوتی ہے تاہم یہ دھماکا اس سے قوی اور اس کے سیاسی فکری حالات پر خطرات پر کتاب ملاحظہ پاکستان کے لئے مفید ہوگا۔ مظاہر آزادی کی شہادت کا احترام بھی ہو سکے گا۔

مستشف نے صاحبِ اشعار بھی اس کتاب میں نقل کیے ہیں۔ باغِ بہار اشعار کی اپنی افادیت اور حیثیت ہے لیکن تنبیہ و موضوعات پر قلم اٹھاتے وقت اشعار کا سہارا لینا مناسب معلوم نہیں ہوتا جبکہ بعض اوقات ایسا کرنے سے موضوع سے انصاف نہیں ہوتا۔ اس لیے تنبیہ و تحریروں میں اشعار کی بجائے قوی اور مضبوط دلائل پیش کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔

(ماہنامہ مسکرو نظر اسلام آباد - جنوری ۱۹۸۰ء)

## جناب حاجی احمد مجاہد

ہفت صفحہ افق، کراچی

محترم دامادِ غلام محمد پوری پاکستانی قوم کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس ہم نہاد گروہ کے چہرے سے نقاب اٹھایا ہے، بلکہ اشتیاج جن میں ہر کہ سمجھا سکتی کتاب ہے، کے ذریعے، لعل خیریت شہید انڈیمیان ملکہ فضل حق خیر آبادی اور اسماعیل دہلوی کے سیاسی کردار کا جس روشنی و انداز میں تقابلی جائزہ پیش کیا ہے اس سے متعلق پڑھنے والے ہمارے دل پر دے اٹھ چکے ہیں اور تحریکِ آزاد خی کے حالات و واقعات اور پس منظر کا انشعاب انھوں کے سامنے آگیا ہے۔ یہ کتاب ایسی تصویر ہے جس سے تمام پیرے بخوبی پہچانے جاسکتے ہیں کہ کون کس گیم میں جڑا ہوا لیگنر است۔ وہ نثار اور تارکیز کتب کے سینکڑوں حوالوں سے دامادِ غلام محمد نے ایسی کتاب





پانی کر دکھایا ہے۔ مطالعہ سچ چلائے کہ ایک کدو اصل ہے تو دوسرا کٹا، ایک کدو بی بی بی بی  
 تم کتاب ہے تو دوسرا طرحی منہ تلے کہ دینے سے بدستور ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مصنف بالکل غیر جانبدار ہے میں۔ ان کا قلم حقائق کی روشنی میں چلے گا  
 خود متعین کرتا گیا ہے۔ حقیقت کی حدود تو مجھوں میں رہا ہے ادا اور صبر کا ہے دلوں کو اس کا  
 اس دور میں دوسری نصاب تیار کرنے والے متعین و متعین کو انہی حقائق کی پیش نظر  
 اب کام کرنا ہو گا۔ مرنے سے بہت کم ایک عام پاکستانی کو بھی حقائق سے غور ہونے کے لیے  
 اس کتاب کا مطالعہ بار بار مطالعہ ضروری ہے۔

(جلد اول ص ۱۰۱ بصیرت - خیر علی اعجاز)

## جناب اختر شجاعیہا پوری منظرہ

معرفت اہل ملک کہہ کر اسے باز رکھا ہوا ہے

آپ کا یہ موضوع امتیاز کیا ہو گا کل خبر منوع بنا ہوا ہے اور کسی بھی اختلافی عنوان پر لکھنا  
 پہلے دیکھنے کو نظر اس میں سے نہیں دیکھیں بابا کی کہ قلم زیادہ روشن و صاف کے ہاتھوں میں رہا ہے اور  
 انہوں نے صداقت و انصاف اور دین و دولت کا حق کرتے ہوئے کہہ دیا کہ تقدیر میں باب در باب لکھیں  
 کہ ہرگز آباد کرنے کا اس ملک کے تمام مسلمانوں کی اسی مقصد کے حصول کی خاطر فائدہ پہنچا دیں۔  
 ایسے تمام معاملات میں آپ انصاف کو تلاش کرنے کی خاطر عمل کر رہے ہوتے اور اس کی لغت  
 پریشاں کو منہ کرنے کا مستحق ہونا کر بیٹھے۔ اس موضوع پر اگر کوئی انصاف و حسن فکر کا غلط فرما کر کہہ دیتا  
 وہ آپ کی طرح حقائق کو کسی منظر عام پر نہ لانا بلکہ خفیہ میں ہی چھپا دینا اور تاہم وہاں اس شکل  
 موضوع کو خوب بنایا موضوع کی خوشی کو دیکھ کر سب شعروں کی قری سے خوش گوار کیا انصاف کی معلوم سے  
 اس کھاری پانی کو ذخیرہ وصال بنا دیا یہ تاہم جب امتیاز میں پڑھنے والے ایک نئی نشست میں پڑھ کر کہتا

ہی۔ اس تحریک نوں اعترافاں نے ہر طرح دی امداد دی دینی سی سانجی ایہ کتاب اپنی تاریخ نوں نویں سرسبز کر چکیں تے پرکھن دی طاقت دیندی اے تہاں برحق کی تے جھوٹ دکھ دے جو باہر سے ملو، فضل حق خیر آبادی باہر سے مل ساریاں تھوں منی لوگ نہیں پر حب جہاں ہارے ہر قسم دے گھنٹی ثبوت پیش کر کے اوتھیاں دی اہلیت نوں نکال کر جرات تے جہت داکم لے جو اس کتاب نے کر دکھایا اے۔ البتہ بیانی وادھنگ جو ہر سائنس دان تے فرقہ وارانہ اے۔

## الجمع الاسلامی (اسلامی اکیڈمی)

مہاراجہ پور۔ اعظم گڑھ۔ یوپی (برصغیر)

اعتیاد حق کا دوسرا ایڈیشن الجمع الاسلامی مہاراجہ پور نے شائع کیا  
تھا اس کے آئینہ نگاہ کے طور پر دوسرے کی طرف سے یہ تھموس مشورے  
کی گئی تھی۔

”اعتیاد حق نامہ غلام محمد لاہور کی ایک ایسی گراں قدر تصنیف ہے جس میں علامہ فضل حق خیر آبادی  
اور شامہ طویل دہلی کے سیاسی کردار کا تاریخی جائزہ پہلی مرتبہ اس دوانت و انصاف کے ساتھ اہم  
کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ وہ حقائق و واقعات کی دیکھ بھلی کر سچ اور سچے نتائج اندر کر سکیں ایک  
ذہن سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہے کہ اس واقعہ و واقعہ کے بجائے اپنے اور بھانپنے کا امتیاز کر کے  
تاریخیں دہائی بارہی میں اور عقل و دانت کے خلاف رجحان کا اختراع کر کے اپنے آپ کو سرمدی شہنشاہ  
کوٹنے کی شب و روز کو ششیں کی بارہی میں لیکن فاضل مسند نے یہ کتاب لکھ کر ایسے ہم نواؤں  
کے رخ سے نقاب اٹھا کر انہیں اندر کر کے دیکھنے سے ہم پر کر دیا ہے انا قابل ترویج تاریخی دلائل و شواہد  
کے ساتھ یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی تحریک آزاد دی ہند کے اولین قاتل اور

دہقانوں میں ایک شخص اور مسخوڑم کے ایک میں امدان کے جس شاہ اسماعیل دہلوی اٹھ بیڑوں کے  
 یہی خواہ امدان کے پیشہ فقاہ اور ہے میں اس سے سکھوں کے مذہب ان کے جنگ و جدال کو توڑ کر ڈالنا  
 جس کا یہ اور کوئی جہت قرار دینا ایک تاریخی خیانت ہے۔

راما شلام محمد صاحب کو ہم پر مخصوص غرض حقیقت پریش کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک نئی  
 خصوصی موضوع پر قلم اٹھا کر تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ یقین ہے کہ ان کی یہ کتاب ہزاروں طالبان حق  
 کے لیے مینارِ دانش و ہدایت ثابت ہو کر خواہ مخواہ اس ہر ایک کے لیے نیا دار سے نیاں سرور مناد  
 قیوم خیز ثابت ہوگی۔





- سنی شریعہ پر کام کرنا اور کرنے کے لیے ہم سے رابطہ قائم کیجئے !
- ہر شہر اور قصبہ میں کتب خانے قائم کر کے سنی لٹریچر پھیلائیے !
- میلاد پاک، گیارہ جون، شریف اور اولیائے کرام کے مبارک عرسوں پر بطور تبرک سنی لٹریچر تقسیم کیجئے !
- اپنے وصال یافتہ بزرگوں کے لیے سنی عقائد کی کتب پڑھاتے ایصالِ کتاب تقسیم کیجئے
- خطوں کی بہت کم وقت اپنا نام اور پتہ تحریر شدہ بھیجیے !
- محنت تقسیم کرنے والوں کو خصوصی کمائے دی جائے گی ۔

# العقد النامی

علی

## الحجانی

جلد ۱۰/۴

لفظ فضل العلماء محمد حسد محمد بن عبد اللہ الاکبرینی الرومی

(الترغی ۱۳۱۰ھ ۱۹۰۹م)

بہارِ نبویہ کا ذریعہ تنظیم و تنظیم کے ذریعہ ہر مومن کو اپنا حصہ



# سکول کے طلباء کے لیے

۳۰۰۰۰۰ حیاتیات مولانا احمد رضا خان ۱۸۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ پاشنی ہندوستان ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ ہر اہل علم کی خدمت ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ نماز، روزہ، حج، عمرہ پر مشتمل ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ نسیم، محبت ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ انٹرنیٹ کی مینیا مسٹر ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ برکات میلو ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ ثواب العبادات ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ چکن سلیوٹ پاشنی ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ نشر و من ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ فوری فی حکومت ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ کالج کے طلباء کے لیے ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ کالج کے طلباء کے لیے ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ انوار الیث ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ انکسار الیث ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ نظام شریعت ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ فاضل پریمی اور محبت ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ فاضل پریمی اور توفیق ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ تحریریں اور ہندو مسودہ ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ خطبات اسلامی کی کتابیں ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ کانگریس ہندوستان ۱۰۰۰۰۰

۲۰۰۰۰۰ سیرت مولانا ۱۰۰۰۰۰

چند ہم درسی تاریخی اور علمی کتابیں

[illegible]

کلیتہ قادریہ جامعہ نظامیہ ضویہ۔ اندرون کوہاڑی دارالاجوہ پاکستان